تذکرۃ المرغوب

گجرات کے متبحر عالم دین، مفتیٔ اعظم برما، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات، ان کے اوصاف وکمالات، ان کی علمی وتصنیفی ودینی خدمات، ان کی فقہی حذاقت اوران کی تصنیفات کا مختصر تعارف وغیرہ امور پر مشتمل مفید تذکرہ، مع رسالہ ''مکتوباتِ مرغوب''۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

تذکرۃ المرغوب

گجرات کے متبحر عالم دین، مفتیٔ اعظم برما، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات، ان کے اوصاف وکمالات، ان کی علمی وتصنیفی ودینی خدمات، ان کی فقہی حذاقت اوران کی تصنیفات کامختصر تعارف وغیرہ امور پر مشتمل مفید تذکرہ، مع رسالہ ''مکتوباتِ مرغوب''۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

فہرست مضامین ''تذکرۃ المرغوب''

عرض مرتب........................	۲۱
تقریظ از: حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ........................	۲۳
لاجپور........................	۲۵
پہلا باب	
ولادت........................	۲۷
اسم گرامی........................	۲۷
تاریخی نام نکالنے کا اصول........................	۲۷
نقشہ حروف کے عدد........................	۲۸
والدین........................	۲۹
بچپن........................	۳۰
آغاز تعلیم........................	۳۱
فارسی کی تعلیم........................	۳۱
عربی کی تعلیم........................	۳۲
دارالعلوم دیوبند میں........................	۳۳
مولانا کے بارے میں مدرسہ عبدالرب کا تأثر........................	۳۵
مولوی مرغوب احمد........................	۳۵
بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے استفادہ........................	۳۶
رفقاء درس........................	۳۶

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی	۳۷
مولانا احمد حسن بھام سملکی	۳۸
مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی	۳۸
مولانا احمد درویش صاحب سملکی	۳۹
حاجی ابراہیم میاں صاحب سملکی	۴۰
مولانا ابراہیم صاحب کفلیتوی	۴۰
مولانا محمد بن یوسف صاحب لاجپوری	۴۱
مولانا سید محمد عمر صاحب لاجپوری	۴۱
مولانا سید عبدالحئی صاحب لاجپوری	۴۲
مولانا جمال الدین پنجابی	۴۲
مولانا اللہ بخش پنجابی	۴۲
مولانا عبدالرزاق سنبھلی	۴۲
مولانا محمد عمر سندھی	۴۳
مولانا محمد شفیق صاحب	۴۳
مولانا محمد عمر پنجابی	۴۳
مولانا محمد سلطان صاحب	۴۳
اساتذۂ باکمال	۴۳
حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی	۴۴
حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی	۴۵

حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی..................	۴۶
حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب..................	۴۶
حضرت مولانا شاہ صوفی سلیمان صاحب..................	۴۷
حضرت علامہ شیخ حسین یمنی، محدث بھوپال..................	۴۸
حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری..................	۵۰
حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب..................	۵۰
حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی..................	۵۱
تدریس وتلامذہ..................	۵۲
مولانا بشیر اللہ صاحب..................	۵۲
مولانا نور اللہ صاحب..................	۵۳
مولانا سعادت حسین صاحب..................	۵۳
دوسرا باب	
اوصاف وکمالات..................	۵۴
مولانا کی علمی قابلیت..................	۵۴
فقہی حذاقت..................	۵۵
مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر..................	۵۶
فتاوی کی حفاظت اور حضرت مفتی صاحب کی کرامت..................	۵۸
فتاوی کی حفاظت کا اور ایک عجیب واقعہ..................	۵۹
چند فتاوی..................	۶۰

اہانت علماء کا حکم	٦٠
متقدمین ومتأخرین کی تعریف	٦٠
پانچ کلموں کی اصل کیا ہے؟	٦١
جو امام بستی میں پیسہ مانگتا پھرے اس کی امامت	٦٢
مولانا کا ذوق مطالعہ	٦٢
کتابوں کی حفاظت	٦٥
عربی ادب میں مفتی صاحب کی مہارت	٦٦
خطبہ ''ارکان اسلام''	٦٧
خطبہ ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین''	٦٧
خطبہ '' سفینة النجات فی ذکر مناقب السادات''	٦٨
خطبہ ''توحید الاسلام''	٦٨
حضرت مفتی صاحب کی چند عربی تقاریظ	٦٩
تقریظ: بر ''جواہر الحسان''	٦٩
تقریظ: بر ''معالم السعادة''	٧٠
تقریظ بر: ''روضۃ الادب''	٧١
حضرت مفتی صاحب اور اشعار	٧٢
حضرت کے اشعار	٧٤
قطعہ تاریخ طبع بر: ''ذخیرۃ العلوم''	٧٤
قطعہ تاریخ طبع بر: ''ہدیۃ الجلیس''	٧٥

اوصاف وکمالات	۷۶
تواضع	۷۶
اصاغر کی حوصلہ افزائی	۷۶
اکابر واہل علم کی قدر دانی اور شفقت وتعلق	۷۹
مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب	۸۱
اہل علم کی قدر دانی کا ایک عجیب واقعہ	۸۲
اکرام ضیف	۸۵
صلہ رحمی	۸۶
سخاوت وفیاضی	۸۶
مزاح وخوش مزاجی	۸۸
مکتوب مفتی مرغوب صاحب، بنام مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب	۹۰
تیسرا باب	
بیعت وخلافت، سفر حج، رویائے صادقہ	۹۲
حضرت مولانا گنگوہی کی زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت	۹۵
حضرت مولانا اعظم حسین صاحب سے بیعت	۹۵
حضرت حکیم الامت تھانوی سے بیعت	۹۶
حضرت حکیم الامت تھانوی	۹۶
حضرت شاہ غلام محمد مجددی سے بیعت وخلافت	۹۷
شیخ کو حضور ﷺ کا حکم کہ ''مرغوب کی تربیت کرو''	۹۷

حضرت رائے پوری سے بیعت کی درخواست اور حضرت کا جواب............	۹۹
مکتوب مفتی مرغوب صاحب، بنام مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی............	۱۰۱
ڈابھیل میں حضرت رائے پوری سے ملاقات............	۱۰۲
حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری............	۱۰۳
حضرت مفتی صاحب کا سفر حج............	۱۰۳
مکتوب مفتی صاحب، آپ ﷺ کی قبر اطہر سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ..	۱۰۶
رویائے صادقہ............	۱۰۷
درود شریف کے چند صیغے جن سے زیارت منامی ہوسکتی ہے............	۱۰۸
تحدیث نعمت: یعنی آپ ﷺ کی خواب میں زیارت کے واقعات.........	۱۱۱
رویت آقا ﷺ............	۱۱۱
رویت آقائے دوجہاں ﷺ............	۱۱۱
آپ ﷺ کو جامع مسجد میں نماز پڑھتے دیکھنا............	۱۱۳
حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا............	۱۱۴
آپ ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت............	۱۱۴
حضرت محمد ﷺ حضرت عیسی علیہ اور حضرت موسی علیہما السلام کی زیارت....	۱۱۵
حضرت عیسی علیہ السلام کی زیارت............	۱۱۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت............	۱۱۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زیارت............	۱۱۸
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت............	۱۱۹

چوتھا باب

عادات ومعمولات ۱۲۰
اتباع سنت ۱۲۰
ذکراللہ کا اہتمام ۱۲۳
درود شریف کی کثرت ۱۲۶
نماز باجماعت کا اہتمام ۱۲۸
نماز باجماعت کی فضیلت ۱۲۸
تارک جماعت پر آپ ﷺ کا غصہ ۱۲۹
جماعت کی حکمتیں ۱۲۹
قیلولہ ۱۳۱
قیلولہ تہجد کے لئے مددگار رہے ۱۳۱
قیام لیل ۱۳۲
فجر کی سنت گھر میں پڑھنے کی عجیب فضیلت اور مفتی صاحب کا معمول ۱۳۵
نماز اشراق کا اہتمام ۱۳۵

پانچواں باب

متفرقات ۱۳۸
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام ۱۳۸
حکومت وقت کے سامنے حق کہنے کا ایک واقعہ ۱۳۸
حج فلم کی شرعی حیثیت ۱۳۹

حکمت سے نصیحت کرنے کے چند واقعات......................	۱۴۳
نواب صاحب کے نام مفتی صاحب کا ایک مکتوب......................	۱۴۴
قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت اور مفتی صاحب کی تنبیہ......................	۱۴۶
متفرق واقعات......................	۱۴۸
رقت قلبی......................	۱۴۸
ایک حکیمانہ فیصلہ......................	۱۴۸
مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ......................	۱۵۱
امام میت......................	۱۴۷
بدعت کو مٹانے کا ایک واقعہ......................	۱۵۳
چھٹا باب	
دینی خدمات......................	۱۵۵
صدقۂ جاریہ......................	۱۵۵
جامع مسجد لاجپور......................	۱۵۶
شریعت کا منشاء یہ ہے کہ نماز جمعہ ایک جگہ ادا کی جائے......................	۱۵۸
ایک فتوی......................	۱۵۹
ایک خواب اور قبولیت مسجد کی بشارت......................	۱۶۳
جامع مسجد کی مرمت اور مولانا عبدالعزیز دیوان صاحب کا ایک خواب......	۱۶۵
جناب یوسف علی قاضی صاحب کی نظم......................	۱۶۶
عیدگاہ کی تعمیر......................	۱۶۸

عید کی نماز عیدگاہ میں سنت مؤکدہ ہے، مفتی صاحب کا ایک فتوی............	۱۶۸
مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی تجدید....................................	۱۶۹
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام....................................	۱۷۱
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق....................................	۱۷۴
قیام رنگون اور وہاں دینی خدمات....................................	۱۷۵
سفر افریقہ....................................	۱۷۷
ساتواں باب	
تصنیفات و تالیفات....................................	۱۷۹
''سفینة النجات فی ذکر مناقب السادات''..................	۱۷۹
چند اقتباسات....................................	۱۸۳
وجوب محبت اہل بیت پر ایک قابل غور تحریر....................................	۱۸۵
سادات کو بھی اعمال خیر کا اہتمام کرنا چاہئے....................................	۱۸۶
امت محمدیہ سے ایک شکایت اور قابل توجہ ہدایت....................................	۱۸۶
شکایات اہل زمانہ و چند کلمات خیر خواہانہ....................................	۱۸۷
سادات کو زکوۃ....................................	۱۸۹
''جمع الاربعین فی تعلیم الدین''..................	۱۹۱
مسئلہ تقدیر پر عام فہم تحریر....................................	۱۹۲
تقدیر پر چند سوالات اور ان کے جوابات....................................	۱۹۳
رحمت و عذاب یہ اللہ تعالی کی دو صفتیں ہیں....................................	۱۹۸

یوم جمعہ کی ایک ساعت قبولیت	۱۹۹
جمعہ کے دن ساعت قبولیت کونسی ہے؟	۱۹۹
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معمول	۲۰۰
ساعت قبولیت کے مخفی رکھنے کا راز	۲۰۰
خطبہ کے وقت سکوت کا حکم ہے، پھر اس وقت قبولیت دعا کے کیا معنی؟	۲۰۰
''توحید الاسلام''	۲۰۱
علم کلام کے متعلق علماء کے مذاہب	۲۰۱
اسلام: ایک قابل دید تحریر	۲۰۲
خاتمہ	۲۰۸
تحقیق دین وملت	۲۰۸
مدیر ''تحفہ'' کا تأثر	۲۱۴
وجود باری تعالی کے دلائل عقلیہ ......بغیر ملاح کے کشتی نہیں چلتی تو	۲۱۴
ہر انسان کی شکل وصورت علیحدہ ہے	۲۱۵
توت کے پتے سے شہد، ریشم، کستوری بنانے والا کون ہیں؟	۵۱۶
''ارکان اسلام''	۲۱۷
ارکان اسلام'' کے چند اقتباسات	۲۱۸
علماء گجرات	۲۲۰
کتب ورسائل پر مفتی صاحب کی تقاریظ	۲۲۲
تقریظ بر: ''بستان العارفین''	۲۲۳

تقریظ بر: ''فردوس فاطمہ''	۲۲۸
تقریظ بر: ''تحذیر الناس''	۲۳۰
تقریظ: روئداد مجلس خدام الدین	۲۳۱
آٹھواں باب	
مرض ووفات	۲۳۳
اخبارات میں دعاء صحت کی اپیل	۲۳۵
حضرت والد صاحب کا خدمت کرنا	۲۳۶
زمانۂ مرض میں ایک عظیم امتحان	۲۳۷
حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری	۲۳۷
ایک اور عظیم حادثہ	۲۳۹
والد محترم کا ایک خط بنام مولانا عبدالحمید صاحب	۲۳۹
وفات	۲۴۱
نماز جنازہ	۲۴۴
حلیہ	۲۴۴
تعزیتی منظومات وقطعات وتاریخ وفات	۲۴۶
قطعات' تاریخ وفات از: مولانا سید عبدالکریم صاحب لاجپوری	۲۴۶
تعزیتی کلام از: مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری	۲۴۷
تعزیتی کلام از: مولانا سید عبدالاحد صاحب کوثر قادری لاجپوری	۲۴۸
تعزیتی کلام از: حافظ محمود ڈایا صاحب لاجپوری	۲۴۹

اکابرین ومعاصرین کی نظر میں	۲۵۰
رسائل واخبارات میں صدائے بازگشت	۲۵۳
اعلان برائے تعزیتی جلسہ	۲۵۶
نکاح واولاد	۲۵۷
صاحبزادۂ محترم حضرت والد صاحب مدظلہ	۲۵۸
تعزیتی مکتوبات	۲۵۹
تعزیت نامہ از: مولانا اسعد اللہ صاحب وحضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب	۲۵۹
تعزیت نامہ از: مولانا محمد منظور نعمانی صاحب	۲۶۰
تعزیت نامہ از: مولانا محبوب الٰہی صاحب	۲۶۰
تعزیت نامہ از: مولانا سید مبارک علی نگینوی صاحب	۲۶۱
تعزیت نامہ از: مولانا محمد میاں صاحب دہلوی	۲۶۲
تعزیت نامہ از: مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی	۲۶۲
تعزیت نامہ از: مولانا محمد رضا اجمیری صاحب	۲۶۳
تعزیت نامہ از: مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری	۲۶۴
تعزیت نامہ از: مولانا احمد نور صاحب	۲۶۵
تعزیت نامہ از: مولانا انوار الحسن صاحب	۲۶۶
تعزیت نامہ از: مولانا موسیٰ صاحب سامرودی	۲۶۷
تعزیت نامہ از: مولانا ابراہیم صاحب دیولوی	۲۶۸
تعزیت نامہ از: مولانا اسمٰعیل صاحب مجادری	۲۶۹

تعزیت نامہ از: منشی عیسی بھائی صاحب کاوی	۲۶۹
تعزیت نامہ از: مولانا عبدالحق میاں صاحب	۲۷۰
تعزیت نامہ از: مولانا حفیظ الرحمٰن واصف صاحب	۲۷۱
تعزیت نامہ از: مولانا محمد سعید صاحب راندیری	۲۷۲
تعزیت نامہ از: مولانا عبدالحنان صاحب	۲۷۲
تعزیت نامہ از: مولانا محمد سورتی صاحب	۲۷۳
نواں باب	
متفرق مضامین وتحریرات	۲۷۴
مختصر آپ بیتی: از قلم مفتی صاحب	۲۷۵
فہرست آپ بیتی	۲۷۶
خطبۂ استقبالیہ: تاریخ لاجپور	۲۸۳
پیغام ومعائنہ جات	۲۹۱
مجلس خدام الدین کے افتتاح پر مبارک بادی اور مفید نصائح پر اہم پیغام	۲۹۲
چند معائنہ جات برائے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل	۲۹۸
کیفیت امتحان سالانہ مدرسہ تعلیم المسلمین بھروچ	۳۰۴
نقل معائنہ امتحان مدرسہ دارالعلوم تانبوے رنگون	۳۰۵
نقل معائنہ دارالعلوم تمائی، رنگون	۳۰۷
کیفیت امتحان مدرسہ محمدیہ نوساری	۳۰۸
ایڈریس من جانب مسلمانان لاجپور، علاقہ سچین	۳۰۹

حضرت پیر بھیگن شاہ ولی رحمہ اللہ............................	۳۱۱
جامع مسجد لاجپور اور مدرسہ اسلامیہ لاجپور کار پورٹ........................	۳۱۴
حضرت مدنی کی وفات پر مفتی صاحب کا پیغام............................	۳۳۰
کرامات حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری رحمہ اللہ..................	۳۳۱
یہ باب ہے قبول شہادت وعدم قبول شہادت میں..........................	۳۴۶
حضرۃ الاستاذ کی تصانیف پر..	۳۵۳
التماس ضروری..	۳۵۴
ضروری معروض..	۳۵۹
ضروری التماس..	۳۶۴
حضرت مفتی صاحب کے حالات پر مختلف مضامین..........................	۳۶۶
مضمون از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری..............	۳۶۷
مضمون از: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ.....................	۳۷۴
مضمون از: والد محترم جناب الحاج اسماعیل (بھائی میاں) صاحب مدظلہ....	۳۷۷
مضمون از: مولانا بشیر احمد دیوان صاحب................................	۳۸۵
مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب......از پروفیسر: مرتاض حسین صاحب قریشی	۴۰۰

فہرست رسالہ ''مکتوبات مرغوب''

عرض مرتب....................................	۴۰۳
مقدمہ....................................	۴۰۴
قلم کی قوت وعظمت....................................	۴۰۴
کافر قیدیوں کا فدیہ، کتابت سکھانا....................................	۴۰۷
خط وکتابت کی تاریخ بہت قدیم ہے....................................	۴۰۷
مکتوبات پر ایک نظر....................................	۴۰۹
مکتوب گرامی: حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی....................................	۴۱۳
مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب....................................	۴۱۴
مکتوب گرامی: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی....................................	۴۱۵
گرامی نامہ: بنام حضرت شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی....................................	۴۱۶
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی....................................	۴۱۸
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی....................................	۴۲۰
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی....................................	۴۲۱
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری....................................	۴۲۲
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب....................................	۴۲۴
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوری....................................	۴۲۵
سوانح لکھنے کے اصول....................................	۴۲۵
مکتوبات بنام: حضرت مولانا سید عبدالحئی صاحب لاجپوری....................................	۴۳۰

مسجد کے مفاد کے لئے اپنا مفاد قربان کرنے کا خوکر ہو گیا ہوں	۴۳۰
جسم رنگون میں ہے، لیکن روح لاجپور میں ہے	۴۳۰
مجمع احباب میں طبیعت خوش رہتی ہے	۴۳۴
فتوی لکھنے میں محنت	۴۳۵
اردو تحریر میں تکلیف ہوتی ہے	۴۳۵
رنگون کی تجارت کا حال	۴۳۵
ایک حادثہ یعنی چوری کا واقعہ	۴۳۸
اہل حاجت کی امداد کرنے میں، میں اپنا پورا اثر کام میں لاتا ہوں	۴۳۸
مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کے پچاس بیانات	۴۴۱
شر اعداء سے حفاظت کے لئے مجرب دعا	۴۴۴
''حسبنا الله ونعم الوكيل'' کا وظیفہ تو آپ کا جاری ہوگا	۴۴۴
فتنہ وفساد کی جو عادتیں پڑ جاتی ہیں، مشکل سے آدمی کا پیچھا چھوڑتی ہیں	۴۴۴
مولانا محمد یوسف دیوان صاحب کی وفات پر تعزیت نامہ	۴۴۶
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب	۴۴۸
سادات کی خدمت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں	۴۴۸
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب	۴۵۰
آپ کی صحت وزندگی مسلمانان گجرات کے لئے بہت قیمتی ہے	۴۵۰
آپ پر کیا گیا مقدمہ کا تذکرہ	۴۵۱
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری	۴۵۳

ڈابھیل کے اہتمام کا دور عارضی تھا' جو پورا ہوا....................	۴۵۳
اس مرتبہ رنگون کی آب و ہوا ناموافق رہی....................	۴۵۴
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی....................	۴۵۵
اس گاؤں کا بھلا نہیں ہوگا، مقدمہ کرنے والوں پر حضرت کی بددعا....................	۴۵۵
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری....................	۴۵۶
مدرسہ اشرفیہ میں ختم بخاری کے موقع پر حضرت کی صحت کے لئے دعا....................	۴۵۶
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری....................	۴۵۷
علماء ڈابھیل کے نام....................	۴۵۸
صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است....................	۴۵۸
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب....................	۴۵۹
''حیات انور'' مطالعہ کیلئے لے آنا....................	۴۵۹
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا حکیم فخر الدین صاحب....................	۴۶۰
آپ ہی کا علاج جاری رہے گا' شفا اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے....................	۴۶۱
حضرت قاری محمد یامین صاحب کے نام....................	۴۶۱
حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی گجرات کے آفتاب ہیں....................	۴۶۱
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا عبد الحق میاں صاحب....................	۴۶۲
مولانا کے پیسے اور کاغذات چوری ہونے پر تعزیت....................	۴۶۲
مولانا عبد الحق میاں صاحب کے بچے کی وفات پر تعزیت....................	۴۶۳
مولانا عبد القدوس صاحب اور ان کے بھائیوں کے نام....................	۴۶۴

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دیوان کی وفات پر تعزیت نامہ............	۴۶۴
مولانا مرحوم صوفی صاحب کے متوسلین کی پوری جماعت کا خلاصہ ونعم البدل.	۴۶۴
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری...............	۴۶۷
امر الٰہی میں جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا..............................	۴۶۷
گرامی نامہ: بنام جناب حافظ سید نذیر احمد صاحب الہ آبادی...............	۴۶۹
مولوی بشیر احمد ''فیجی'' سفر کر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے.........	۴۶۹
گرامی نامہ: بنام مولانا عبدالحئی کفلیتوی..................................	۴۷۰
حضرت رائے پوری سے بیعت...	۴۷۰
گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا امداد الحق صاحب............................	۴۷۲
فقیر کی تمنا ہے کہ دو، چار مہینے حضرت رائے پوری کی خدمت میں گذاروں....	۴۷۲
گرامی نامہ: بنام جناب سید منادی صاحب..................................	۴۷۳
تصوف کی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں.........................	۴۷۳
جناب نواب سرور خاں کے نام..	۴۷۶
نواب صاحب کو وعظ میں شرکت کی دعوت..................................	۴۷۶
''تذکرۃ المرغوب'' کی طباعت کے بعد رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راکوٹی مدظلہم کی طرف سے مبارکبادی..............................	۴۸۳

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، الذی عیّت فی حلبة ثنائه عقول الواصفین ، ونزل القرآن ھدی لّلناس اجمعین ، والصلوة والسلام علی خاتم النبیین ، وعلی آله واصحابه الذین ھم جاھدوا لاعلاء کلمة الدین ، والعلماء العاملین ' والدعاة المخلصین ، اما بعد :

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ گجرات کے مشہور ومعروف بزرگوں میں سے تھے۔خود بھی بزرگ' بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔علم وعمل' تقوی وطہارت میں بے مثال تھے۔تفسیر وحدیث میں آپ کی وسعت نظر'اور فقہ وفتوی میں آپ کی مہارت مسلم تھی۔رنگون (برما) میں ایک زمانہ تک مفتیٔ اعظم کے منصب کو رونق بخشی ، کچھ عرصہ ''بخاری شریف'' کا درس بھی دیا، مفید تصانیف یادگار چھوڑیں۔لاجپور کی وسیع شاندار جامع مسجد آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

گجرات کے اس متبحر عالم دین کے حالات پر اب تک برائے نام ہی کچھ لکھا گیا۔ ضرورت تھی کہ مولانا کے تفصیلی حالات جمع کئے جائیں۔اس ضرورت کا احساس راقم کو کئی سال سے تھا،مگر حضرت کے وصال کو: ۳۰ رسال کا عرصہ گذر چکا تھا، حالات جمع کروں تو کیسے کروں؟

دل میں خیال آیا کہ ایک سوالنامہ لکھ کر علمائے گجرات و ہند اور چند عمر رسیدہ بزرگوں کی خدمت میں ارسال کروں کہ ان حضرات سے کچھ حالات وواقعات مل جائیں ، چنانچہ رفیق محترم مولانا عبدالحئی سیدات صاحب لاجپوری سے بات کی۔مولانا نے ایک سوالنامہ

تیار کیا، ۱؎ اس کو مختلف اہل علم و بزرگوں کی خدمت میں بھیجا گیا، جواب میں کئی حضرات نے معذرت کردی، کسی نے دعاء سے مدد فرمائی، کئی حضرات نے اس درخواست کو قابل جواب ہی نہ سمجھا۔

راقم اس موقع پر حضرت مولانا بشیر احمد دیوان صاحب لاجپوری دامت برکاتہم حال مقیم نیوزی لینڈ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موصوف نے دس صفحات پر مشتمل مولانا کے حالات اور واقعات قلمبند فرمائے۔ حق تعالیٰ ان کو دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائیں۔

موصوف کے علاوہ حضرت مولانا عبدالقدوس دیوان صاحب لاجپوری کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے بوجہ پیرانہ سالی لکھنے سے تو معذرت کردی مگر زبانی بہت سے واقعات قلمبند کروائے، جزاکم اللہ۔

اس سوانح کی ترتیب میں سب سے بڑا تعاون برادر محترم مولانا مفتی رشید احمد صاحب سلمہ (سابق استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل) وحال استاذ حدیث و ناظم تعلیمات جامعۃ القراءات، کفلیتہ کا ہے کہ حالات کا تتبع' اخبارات کے تراشے اور کئی مفید چیزیں ارسال کرتے رہیں، جزاہم اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور راقم و ناظرین کے لئے مفید وکارآمد بنائے اور بزرگان دین کے حالات کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱/محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، مطابق: ۲۰/جنوری ۲۰۰۷، سنیچر

۱؎ ...... موصوف ماشاء اللہ جید الاستعداد' صاحب ذوق عالم ہیں۔ گجراتی وار دو تحریر پر عمدہ قدرت رکھتے ہیں۔ بہترین شاعر ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

تقریظ......از:

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کا مشہور صوبہ گجرات زرخیز' زرریز' زرافشاں ہے۔ یہاں کی روایت عجیب وغریب، یہاں کے طور طریق قابل رشک۔ عام وخاص کو خدا تعالی کی جانب سے قلوب' قبول حق کے لئے مستعد مہیا کئے گئے۔ کمانے کی صلاحیت بے نظیر' کھلانے میں وسعت و حوصلگی بے مثال' داد ودہش بے مثل' محنت کے لئے جدوجہد بے عدیل۔ افریقہ کا سبزہ زار ہو یا برطانیہ کا زمستانی علاقہ' خلیجی ممالک کے ریگ زار ہوں یا آسٹریلیا کے مرغزار' ان کی تگ ودو کے لئے بعد المشرقین کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کی تخت وتاراج کے لئے شمال وجنوب کی حدبندیاں بے کار۔ یہ طفولیت میں وطن سے نکل جائیں تو ان کے دلوں میں نہ رنج والم' ان کے شباب دیار غیر میں بیت جائیں تو انہیں نہ کوئی فکر وغم۔

کمائیں گے' کھائیں گے' کھلائیں گے' لٹائیں گے' ان کے عناصر اربعہ۔ مدارس کی رونقیں ان سے' مساجد کی زینت کا سامان یہ۔ ایمان میں پختگی' اسلام میں صلابت' اعمال میں درستگی' نوافل میں اشتغال ان کا امتیاز۔ یہ تو عوام کی بات ہوئی۔ رہے ان کے خواص' تو علم دوست' دین پرور' دانش ودابر۔

ان ہی میں سے حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ بارہا شرف دید حاصل ہوا۔ ان کی علمی دلچسپیوں کو قریب سے دیکھا، ان کے ملفوظات سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لاجپور میں بستی سے بالکل علیحدہ دولت کدہ تھا، اس خلوت کو علوم کی جلوت سے منور کئے ہوئے، اور تنہائیوں میں دین ودانش کی مئے ارغوانی سے بقول

غالب: ع

چہرہ فروغ مئے سے گلستاں کئے ہوئے

مولانا عبدالحق میاں سملکی مرحوم امیر مجلس خدام الدین کی معیت میں پہلے دید ہوئی، جو مجھ کندۂ ناتراش کے لئے ہلال عید تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد چمنستان میں فصل بہار آئی اور عندلیب دبستاں بے تکلف چہکنے لگا۔ کچھ فرماتے اور بطور حوالہ کتاب فوراً طلب فرماتے۔ خاص لب ولہجہ میں بھائی میاں کو آواز دیتے ''بھائی میاں'' لیجئے؟ کتاب ہاتھ میں ہے اور مولانا حوالہ کی نشاندہی فرما رہے ہیں۔ مجلس کیا تھی؟ علم وعرفان کی بارش' خود آگاہی وحقیقت تک رسائی کا جلوہ صدرنگ۔ اب اس طرز کی شخصیت نایاب، اس انداز کے انسان کمیاب: ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

بڑا اچھا ہوا کہ مرحوم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے حفید - جو خود بھی ''مرغوب نام'' رکھتے ہیں - نے گجرات کی اس مایۂ ناز شخصیت کی جامع سوانح لکھ کر اپنے جدامجد کی جانشینی کی شہادت مہیا کی۔ تحریر صاف وستھری' انشاء سیدھی سادھی' نہ تکلفات کی بھرمار نہ بناوٹوں کا انبار، پڑھئے تو سرمۂ دیدۂ عقیدت' دلوں کا زنگ دور کرنے کے لئے شافی دوا۔

خدا تعالی صاحبِ سوانح کی طرح اس تذکرہ کو بھی قبولیت ومقبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین اور مؤلف سلمہ کو فیض بخش تحریر منفعت خیز نگارش سے دولت بداماں۔

انظر شاہ

نزیلِ برطانیہ: ۱۷/رمضان ۱۴۲۱ھ

لاجپور

لاجپور ضلع سورت [۱] کا ایک بڑا قصبہ ہے۔ یہ شہر سورت سے جانب جنوب تقریباً دس بارہ میل پر واقع ہے، اس میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے، اس وقت قصبہ لاجپور کی مردم شماری دس ہزار سے زائد ہے۔

یہ قصبہ لاجپور کبھی معدن علم وعمل ومخزن فضل وکمال رہا ہے۔ الحمد للہ اس مردم خیز قصبہ نے امام تصوف' حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب، جید الاستعداد عالم دین' حضرت مولانا احمد میاں صاحب، محدث عظیم مولانا سید قاضی رحمت اللہ صاحب، فقہی مہارت کے حامل ارباب افتاء: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب، وحضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری، اصحاب کشف وکرامات اولیاء: حضرت صوفی صاحب' حضرت صالح جی پیر' حضرت اسمٰعیل جی پیر اور بے مثل حفاظ کرام اور با کمال شعراء: مولانا سید عبد الکریم صاحب' مولانا محمد یوسف صاحب' مولانا ابراہیم ڈایا صاحب' مولانا عبد الحیؒ سیدات صاحب وغیرہ پیدا کئے ہیں۔

یہ قصبہ لاجپور کسی زمانہ میں نواب سچین کا دار الاقامہ تھا۔ لاجپور اور اس کے قرب وجوار کے علاقے اکابر وعلمائے دین کی محنت وتوجہ سے چھوٹی سی اسلامی حکومت بن گئے تھے۔ اسلامی ریاست اور مسلم حکمرانوں کی علمی قدردانی کی وجہ سے مشائخ وصلحاء یہاں تشریف لاتے رہتے تھے، ان شاء اللہ توفیق ایزدی شامل حال رہی تو ''تاریخ علماء لاجپور'' کے نام

---

[۱]...... سورت: یہ صوبہ گجرات کا ایک تاریخی شہر ہے۔ زمانۂ ماضی میں اس قدیم وپررونق شہر کو ''باب المکۃ'' ہونے کا شرف حاصل تھا، اس لئے کہ یہیں سے مکہ معظّمہ کے لئے بحری جہاز روانہ ہوتے تھے، اور قبل از کراچی وبمبئی ہندوستان کے تمام حجاج یہیں سے جہاز پر سوار ہو کر سفر حج کی ابتداء کرتے تھے۔

سے علماء لاجپور کا مفصل تعارف، لاجپور کی تاریخ اور اس قصبہ کے حالات مرتب کرنے کا ارادہ ہے۔[۱]

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی اس سوانح کے آخر میں ''تاریخ لاجپور'' کے نام سے مفتی صاحب کی ایک تحریر درج ہے اس سے لاجپور کا تعارف معلوم ہوسکتا ہے۔

[۱]......الحمد للہ مختصر طور پر یہ رسالہ تیار ہو گیا ہے، ''ذکر صالحین'' جلد سوم کے آخر میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔ مرغوب احمد

پہلا باب

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ

ولادت

آپ کی ولادت ۳؍ذی قعدہ: ۱۳۰۰ھ، مطابق: ۱۳؍ستمبر ۱۸۸۳ء بروز جمعرات، بوقت صبح صادق لاجپور میں ہوئی۔

اسم گرامی

مولانا کا نام ''احمد میاں'' رکھا گیا، مگر آپ کی شہرت بجائے اصلی نام کے تاریخی نام ''مرغوب احمد'' سے ہوئی۔ مولانا کا تاریخی نام ''مرغوب احمد'' مولانا عبدالحمید صاحب بھوپالی نے: ۱۳۰۰ھ کے عدد سے نکالا ہے۔

تاریخی نام نکالنے کا اصول

تاریخی نام نکالنے کا اصول یہ ہے کہ ''اَبْجَدْ'' کے ''الف'' سے ''ضَظَّغ'' کی ''غین'' تک ہر حرف کا ایک خاص عدد مقرر ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

''اَبْجَدْ'' کے ''الف'' سے ''حُطِّیْ'' کی ''یاء'' تک اکائیاں (آحاد) ہیں، اس طرح کہ ''الف'' کا: ۱؍''ب'' کا: ۲؍''ج'' کا: ۳؍''د'' کا: ۴؍، اسی طرح ہر حرف پر ایک اکائی زیادہ ہوتی گئی ہے، حتی کہ ''طاء'' کا عدد: ۹؍ ہے، پھر ''حُطِّی'' کی ''یاء'' سے ''سَعْفَصْ'' کی ''صاد'' تک (عشرات) ہیں، اس طرح کہ ''حُطِّی'' کی ''یاء'' کا عدد: ۱۰؍ ہے۔

''کَلِمَنْ'' کے''کاف'' کا عدد:۲۰/''ل'' کا:۳۰/''م'' کا:۴۰/''ن'' کا:۵۰/ہے۔اسی طرح ہرحرف پرایک دہائی (عشرہ) زیادہ ہوتی گئی ہے۔حتی کہ''سَعْفَصْ''' کی''ص'' کا عدد:۹۰/ہے،پھر''قَرَشَتْ'' کی''قاف'' سے''ضَظَّغْ'' کی''ظاءْ'' تک سیکڑے(مآت) ہیں کہ''ق'' کے:۱۰۰/''ر'' کے:۲۰۰/''ش'' کے:۳۰۰/اسی طرح ہرحرف پرایک سیکڑے (سو) کا اضافہ ہوتا گیا ہے، یہاں تک کہ''ظ'' کا عدد:۹۰۰/ہے پھر''غ'' کا ۱۰۰۰/ہے۔

پس جس نام کا عدد معلوم کرنا ہو اس کے تمام حروف کے اعداد نکال کر جمع کرلیں۔

(علم الصیغہ ص ۱۳۶،اردو)

راقم الحروف نے اس اصول سے''مرغوب احمد'' لفظ کے تمام حروف کے عدد گنے تو مجموعہ ۱۳۰۱ھ بنتا ہے، واللہ اعلم۔

نقشہ: حروف کے عدد

ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ
۱	۲	۴۰۰	۵۰۰	۳	۸	۶۰۰
د	ذ	ر	ز	س	ش	ص
۴	۷۰۰	۲۰۰	۷	۶۰	۳۰۰	۹۰
ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق
۸۰۰	۹	۹۰۰	۷۰	۱۰۰۰	۸۰	۱۰۰
ک	ل	م	ن	و	ھ	ی
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶	۵	۱۰

والدین

مولانا کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مفتی مرغوب احمد ابن سلیمان ابن یوسف۔

مولانا کے والد جناب سلیمان صاحب کا کوئی ذکر نہ مل سکا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب میں زیارت فرمائی اس خواب کی پوری کیفیت تحریر فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت کی شکل وشباہت، قد وقامت، اور خوبصورتی کی مثال ومشابہت میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں"۔

مولانا کی والدہ کا نام خدیجہ تھا۔ لاجپور کے عارف باللہ بزرگ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھیں۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامات کو جمع فرمایا ہے، اس میں ایک کرامت سے مولانا کے والدین کا کچھ ذکر ملتا ہے، اس کو نقل کرتا ہوں:

"میری ہمشیرہ معظّمہ عائشہ کا بیان ہے کہ: میری والدہ کی حیات میں والد مرحوم نے ایک دوسری شادی کر لی تھی۔ والدہ کو اس کا بڑا صدمہ اور ملال رہتا تھا۔ والد مرحوم کبھی کبھی اس بیوی کو چند روز کے لئے اپنے رہائشی گھر میں بھی رکھتے تھے جس سے گھر میں قضیے، جھگڑے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ایک روز حسن اتفاق سے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، والدہ حضرت سے بیعت تھیں، حضرت سے والد صاحب کی شکایت کرنے لگیں کہ خدا نے صاحب اولاد بنایا ہے اس پر بھی دوسری شادی کر لی۔ حضرت نے فرمایا: خدیجہ تو کیوں کڑھتی ہے؟ وہ غریب تو چھ مہینے کی مہمان ہے۔

شانِ الٰہی کا ظہور ایسا ہوا کہ چھ مہینہ کے بعد: ۱۳۰۱ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، میری ولادت انہیں دنوں میں ہوئی تھی، مجھے ان کی گود میں دے رکھا تھا۔

بچپن

حضرت مفتی صاحب کا بچپن کیسے گذرا اس کی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ ویسے اسلاف کی سوانح میں عہد طفولیت پر کم ہی لکھا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ بچپن میں کس کو معلوم ہے کہ یہ طفل مکتب اپنی زندگی میں علم و عمل کی کس منزل پر پہنچے گا۔

حتی کہ یہ طرز نبی پاک ﷺ کی سیرت میں بھی نظر آئے گا۔ سیرت نگاروں نے آپ کے بچپن پر جو مواد فراہم فرمایا وہ آپ کے علوم رتبت کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو عشر عشیر بھی نہیں۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی' اس وقت لاجپور میں ولی کامل حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ جلوہ افروز تھے، اس لئے مفتی صاحب کو بچپن ہی سے حضرت کی صحبت میسر آ گئی، بلکہ آپ صوفی صاحب کی آغوشِ شفقت میں کھیلے بھی ہیں، حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی نظر فراست نے بہت ممکن ہے آپ کی ذہانت وقابلیت کو تاڑ لیا ہو، چنانچہ آپ نے تربیت فرمانی بھی شروع کردی۔ ایک واقعہ سے جو مفتی صاحب نے لکھا ہے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

''راقم الحروف (مفتی مرغوب احمد صاحب) نے نوعمری کے زمانہ میں ایک مرتبہ رات کے بارہ بجے ایک شخص کو کسی کے مکان میں چوری کے ارادہ سے گھستے ہوئے دیکھ لیا اور دوسرے کو اس راز سے مطلع کردیا، اس نے تین چار اور جمع کر لئے، شور وشرابہ کرنا شروع کردیا جس سے وہ شخص گھبرا کر باہر نکل آیا، لوگوں نے اس کو بہت لعنت ملامت کی۔ مجھے

بھی بعد میں اس کی رسوائی کا بڑا افسوس ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز عشاء حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ جامع مسجد کی شمالی دیوار سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے، تنہائی کا موقع دیکھ کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ: خدا کی ذات ستار العیوب ہیں، وہ پردہ پوشی کو بہت پسند فرماتے ہیں، آدمی کو لوگوں کے عیب چھپانا چاہیئے۔ میں فوراً اپنی حرکت پر متنبہ ہوا، اور بڑی ندامت ہوئی۔

آغاز تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے وطن لاجپور کے مدرسہ اسلامیہ میں حاصل کی۔ ابھی عمر کا ساتواں سال تھا کہ اردو اسکول لاجپور میں داخلہ لیا اور اردو و گجراتی کی تعلیم اسکول میں حاصل کی، مدرسہ میں ناظرہ قرآن کا سلسلہ جاری تھا، حافظ احمد صاحب لاجپوری سے ناظرہ قرآن ختم کر کے حفظ قرآن کی ابتداء کی اور پانچ پارے مکمل کر لئے۔

ابھی عمر بارہ سال کی ہوئی کہ طلب علم کے لئے سفر کی نوبت آ گئی اور گجرات کے مشہور شہر جسے کبھی ''باب المکۃ'' ہونے کا شرف حاصل تھا یعنی ''سورت'' کا سفر کیا اور حافظ عبداللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد فاضل صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر چھ پارے مزید یاد کر لئے، اس طرح گیارہ پارے حفظ کئے، بعد میں فطری ضعف و کمزوری کے باعث حفظ کا سلسلہ ملتوی کر دیا۔

فارسی کی ابتداء

سورت سے لاجپور واپس آ کر عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ سے ''آمدن سی لفظی'' اور ''مصدر فیوض'' پڑھی۔

اس کے بعد حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور گجرات کے متبحر عالم

دین حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ سے ’’کریما‘ پند نامہ‘ قواعد فارسی‘ گلستاں‘ بوستاں‘‘ پڑھیں۔

عربی کی تعلیم

فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی تعلیم کا مسئلہ درپیش تھا‘ اس وقت لاجپور واطراف لاجپور میں ’’مدرسہ اشرفیہ راندیر‘‘ اور ’’مدرسہ اسلامیہ کٹھور‘‘ کے علاوہ کہیں عربی تعلیم کا کوئی نظم نہیں تھا، اس لئے سخت ضرورت تھی کہ ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آئے ، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیو بند کے قیام کے بتیس (۳۲) سال بعد ۱۳۱۵ھ میں ’’مدرسہ اسلامیہ‘‘ کے نام سے لاجپور میں ایک مدرسہ کا افتتاح فرمایا۔ الحمد للہ آپ کی انتھک کوشش ومحنت سے ایک باصلاحیت جماعت نے اکتساب فیض کیا۔

مولانا مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے بھی اسی مدرسہ میں: ۱۳۱۵ھ کی محرم سے عربی کا سلسلہ شروع کردیا اور: ۱۳۱۸ھ کی ذی الحجہ تک مسلسل چار سالہ محنت ومشفق استاذ کی توجہ سے صرف‘ نحو‘ فقہ‘ اصول فقہ‘ اصول حدیث‘ اور حدیث میں ’’مشکوۃ شریف‘‘ اور منطق میں ’’شرح تہذیب‘‘ سے لے کر ’’صغریٰ‘‘ تک کی کتابیں پڑھ لیں۔

اللہ کی حکمت کہ مدرسہ میں تعطل پیدا ہوگیا، اس لئے مولانا نے کانپور کا سفر فرمایا اور ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں مدرسہ ’’جامع العلوم‘‘ میں داخلہ لیا۔ یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فیض تھا کہ ’’جامع العلوم‘‘ کانپور جود میں آیا۔

ہوا یوں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فراغت کے بعد ’’مدرسہ فیض عام‘‘ کی دعوت پر کانپور تشریف لے گئے، خداداد کمالات کا ظہور تین چار مہینہ میں یہ ہوا کہ تدریس اور مواعظ

حسنہ نے پورے کانپور کو آپ کا فریفتہ بنادیا۔ ارباب مدرسہ نے حضرت کی مقبولیت سے مالی فائدہ حاصل کرنا چاہا اور وعظوں میں چندہ کی اپیل کرنے کی خواہش ظاہر کی، مگر ان کی خواہش پوری نہ ہوسکی، اس پر حضرت کے خلاف چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ اس کی اطلاع پاکر حضرت نے استعفی دے دیا۔ بعض دردمند مخلص احباب نے اپنی طرف سے کچھ انتظام کرکے ''جامع مسجد'' محلّہ پٹکا پور شہر کانپور میں تدریس کی دعوت دی، حضرت نے اس کو قبول فرمالیا۔ اس طرح ایک نئے مدرسہ کی بنیاد پڑ گئی، خود حضرت نے ہی جامع مسجد کی مناسبت سے اس کا نام ''جامع العلوم'' رکھا۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہاں پونے دو سال قیام فرمایا۔ ۱۳۲۰ھ کے شعبان میں کانپور میں بہت زوروں کا طاعون شروع ہوا تو مدرسہ بند ہوگیا' اور مفتی صاحب رحمہ اللہ دہلی آ گئے اور رمضان یہیں گذارا۔

دارالعلوم دیوبند میں

شوال میں از ہر الہند ''دارالعلوم دیوبند'' میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ''شرح جامی' شرح تہذیب' قطبی' میر قطبی' شرح وقایہ' اور ''نورالانوار'' کا امتحان لیا۔ علمی قابلیت عمدہ تھی۔ درس نظامی ابتدا ہی سے خوب محنت سے پڑھا تھا' کامیاب ہوئے۔

اس سال ''جلالین شریف'' مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے ''مختصر المعانی'' مولانا غلام رسول صاحب سے ''مشکوۃ شریف'' مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے اور ''ملاحسن' میبذی'' اور ''مقامات حریری'' مختلف اساتذۂ کرام سے پڑھنی شروع کیں۔

مگر دیوبند میں زیادہ آپ قیام نہ فرماسکے اور بوجہ خرابیٔ صحت جلد ہی دیوبند چھوڑنا پڑا اور اس خیال سے کہ امروہہ میں حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی کی خدمت میں

حاضری دوں، امروہہ جانے کے لئے دہلی آئے۔

مدرسہ عبدالرب دہلی میں بعض احباب طلب علم میں مشغول تھے، ان کی ملاقات کی نیت سے مدرسہ پہنچے اور کچھ دن قیام فرمایا، تو دہلی کی علمی فضا پسند آئی اور حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ سے متأثر ہوئے اس لئے قیامِ دہلی ہی کو ترجیح دی اور یہیں داخلہ لے لیا۔ مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:

''بوجہ خرابی صحت فقیر بہت عرصہ تک دارالعلوم میں قیام نہ کر سکا اور حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمہ اللہ کی خدمت میں جانے کے لئے دیوبند سے دہلی آیا اور بعض سورتی احباب کے پاس ''مدرسہ مولوی عبدالرب'' میں کچھ روز قیام کرنے سے دہلی کی علمی فضا زیادہ پسند آئی، اور حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار وتلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس وشیخ الحدیث مدرسہ مولوی عبدالرب کی شفقت ونظر نے گھائل کر دیا، اس لئے بجائے امروہہ کے دہلی میں مقیم ہو گیا''۔

اس عرصہ میں کچھ وقت دوبارہ بھی کانپور میں گذرا اور فراغت ''مدرسہ عبدالرب'' دہلی سے ہوئی، اس طرح کانپور اور دہلی میں پانچ سال تک قیام فرمایا۔

کانپور میں ''شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، شرح جامی، نورالانوار، الطریف لادیب الظریف، مختصر المعانی، مطول، جلالین شریف، میبذی، ہدایہ اخیرین'' مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ یہاں کے اساتذہ کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ فتوی نویسی کی مشق بھی یہیں ہوئی۔

دہلی مدرسہ عبدالرب میں ''حسامی، توضیح وتلویح، ملاحسن، حمداللہ، قاضی مبارک، زواہد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی حاشیہ عبدالحکیم، تصریح، شرح چغمینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف'' تا سورہ بقرہ اور ''صدرا، شمس بازغہ'' کا کچھ حصہ

اور صحاح ستہ متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔

اساتذۂ دہلی میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اور مولانا عبدالرب صاحب مرحوم کے اسماء مل سکے۔

''بخاری شریف'' حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ سے پڑھی اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی، اور زبدۃ العارفین شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کے دست بابرکت سے سند حدیث ملی۔

مولانا کے بارے میں مدرسہ عبدالرب کا تأثر

مدرسہ عبدالرب کی رپورٹ بنام: ''تذکرہ فیض رسانی'' کا ایک عنوان تھا: اسمائے سند یافتگاں مدرسہ ہذا معہ مختصر حالات بابت: ۱۳۲۳ھ'' اس میں مفتی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

مولوی مرغوب احمد سورتی

''مولوی مرغوب احمد سورتی: یہ فہمیدہ شخص ہیں، لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں۔ اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں، اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے، امید ہے کہ لاجپور میں مدرس ہوجاویں۔ مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں۔ مدرسہ کے واسطے سعی اور کوشش کرکے مدرسہ کو نفع پہنچاتے رہتے ہیں''۔ (انتہی)

ابھی مولانا کی علمی پیاس بجھی نہ تھی اور فن تجوید کا شوق دامن گیر تھا، اس مقصد کے لئے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ابھی ہفتہ بھی نہ گذرا کہ برادر مکرم کی طرف سے طلبی کا تار موصول ہوا، اس لئے بادل ناخواستہ تعلیمی سلسلہ منقطع فرماکر لاجپور تشریف لائے۔

بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے استفادہ

۱۳۲۴ھ میں ایک مخلص محبّ کی شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا، وہاں علامہ شیخ حسین بن محسن الیمانی سے- جن کا تبحرِ علم حدیث، علواسناد، اور فاضلانہ درس علماء وطلباء کے لئے جاذب توجہ بن رہا تھا- علمی استفادہ کیا، مفتی صاحب نے بھوپال کا ذکر خوب فرمایا ہے

''۱۳۲۴ھ میں ایک محبّ مخلص کی شادی میں بھوپال جانا ہوا۔ بھوپال میں ہر علم وفن کے جامع علماء کی موجودگی میں شہر بہت ہی بابرکت نظر آیا۔ حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی محدث وقاضی شہر بھوپال کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہوا اور مختلف ومتعدد علمی باتیں آپ سے دریافت کرتا رہا۔ فقیر جب حاضر ہوا اس وقت حضرت کی عمر ۹۷/سال کی تھی، کسی سائل کے علمی سوال کا جواب منٹوں میں صفحہ بھر کر تحریر فرما دیتے تھے'' رحمة الله عليه''۔

رفقائے درس

حضرت مفتی صاحب نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری کے حالات میں اپنے رفقائے درس کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔ مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

''ضلع سورت کے اکثر علماء آپ سے مستفید اور آپ کے دامن علم سے وابستہ ہیں مولانا احمد حسن بانی جامعہ ڈابھیل، مولانا احمد بزرگ سابق مہتمم جامعہ ڈابھیل، مولانا احمد درویش، مولوی صوفی حاجی ابراہیم میاں صاحب، مولوی حافظ ابراہیم پٹیل صاحب کفلتیوی مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوری، مولانا سید عمر صاحب لاجپوری، مولوی وزیر خاں حیدرآبادی، مولوی الٰہی بخش پنجابی، مولوی یحیٰی صاحب بنگالی اور ننگ تلامذہ راقم الحروف مرغوب احمد لاجپوری آپ ہی کے دامن فیض سے وابستہ ہیں''۔

(ماہنامہ دارالعلوم ''دیوبند'' ربیع الاول ۱۳۷۳ھ)

یہ ان رفقاء کے اسماء ہیں جو لاجپور میں مولانا کے ساتھ درس میں شریک رہیں، اور دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ آپ کے رفیق درس تھے۔ حضرت عثمانی رحمہ اللہ کا تذکرہ مفتی صاحب کے قلم سے پڑھئے! فرماتے ہیں:

’’حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ہم جماعت تھے، اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ قریب قریب ہماری پوری جماعت' اسباق کے تکرار میں حضرت عثمانی رحمہ اللہ سے مستفید ہوتی تھی‘‘۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے رفقائے درس میں سے جن جن کے احوال مل سکے ان کا مختصر در مختصر تذکرہ کرتا ہوں تا کہ یہ بھی پتہ چلے کہ اللہ تعالی نے حضرت رحمہ اللہ کو رفقائے درس بھی کیسے ذی علم وعمل، صاحب ورع تقویٰ عطا فرمائے تھے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

آپ دیوبند کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ، شیخ الہند کے معتمد علیہ تلمیذ' غیر معمولی ذکاوت وذہانت کے حامل تھے۔ علوم عقلیہ سے خاص ذوق تھا، حکمت قاسمیہ کے بہترین شارح' محدث' مفسر' متکلم' سحر البیان' پاکستان کے معمار' اس کی پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ سیاسی شعور اونچے درجہ کا تھا۔ تحریک ریشمی رومال میں بھی شریک رہے۔

صحیح مسلم کی شرح ''فتح الملہم'' آپ کا تحقیقی شاہکار ہے۔ حضرت شیخ الہند کے تفسیری فوائد جو حضرت نے ترجمہ کے ساتھ شروع فرمائے تھے آپ نے پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

فراغت کے بعد چند ماہ دارالعلوم دیوبند میں درس دیا' پھر مدرسہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس بنائے گئے' پھر دارالعلوم میں دوبارہ بحیثیت مدرس بلائے گئے، شاہ صاحب کے ساتھ مستعفی ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے' وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، شاہ

صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے، اپنے آخری دور میں چندسال دارالعلوم کے صدر مہتمم بھی رہے۔

مولانا ایک وقت میں ''جمعیۃ العلماء'' کے صف اول کے لوگوں میں تھے، آخر میں ''مسلم لیگ'' کی تحریک میں شامل ہوگئے۔

ایک سفر کے دوران بھاول پور میں: ۲۱/صفر ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب' حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب' حضرت مولانا محمد یوسف بنوری' حضرت مولانا گیلانی' حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب' حضرت مولانا بدرعالم میرٹھی (رحمہم اللہ) جیسے افراد آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمہ اللہ

آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے بانی' مدرسہ امینیہ دہلی کے فاضل تھے۔آپ کی زندگی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے وقف تھی۔ دین وعلوم کی خدمت' مسلمانوں کی فلاح و بہبودگی کی دھن لگی رہتی تھی۔فراغت کے بعد کچھ عرصہ شہر سورت میں تدریس میں مشغول رہے، ترک ملازمت کے بعد سملک میں ''تعلیم الدین'' کے نام سے مدرسہ کا افتتاح اپنے استاذ مولانا احمد میاں صاحب صوفی لاجپوری کے دست بابرکت سے کرایا، وہاں انتظام کے ساتھ تدریس کا مشغلہ بھی رکھا۔سرمایہ کی فراہمی کے لئے افریقہ کا سفر فرمایا اور بمرض ''انفلوئنزا'' ۱۰/محرم ۱۳۴۷ھ، بروز پنجشنبہ واصل حق ہوگئے، رحمہ اللہ۔

(تفصیلی حالات ''ذکر صالحین'' ص ۳۹۶ ج ۲/ پر ملاحظہ فرمایئے)

مولانا احمد بزرگ صاحب رحمہ اللہ

آپ جامعہ ڈابھیل کے استاذ' کامیاب مہتمم' دارالعلوم دیوبند کے فاضل' حضرت شیخ

الہندرحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے آخری مرید' حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔رنگون میں افتاء کی خدمت کا بھی موقع ملا۔علم میں پختہ تھے،علم فرائض کے ماہر تھے۔انتظامی صلاحیت خوب تھی۔تواضع وانکساری' سادگی وبے تکلفی' اورامانت داری میں بے مثل تھے۔اکابر دارالعلوم حضرت کشمیری، حضرت عثمانی وغیرہم کو ڈابھیل لے آنا اور مدرسہ تعلیم الدین کو جامعہ اسلامیہ بنادینا یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔عشق نبوی ﷺ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اپنی بیاض میں زیارت منامی کے:۳۵/واقعات مع تاریخ کے تحریرفرمائے ہیں۔بچپن ہی سے بزرگ لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔فقیہ گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ آپ کے تلمیذ رشید ہیں۔۵/ربیع الاول ۱۳۷۱ھ میں وفات پائی۔صاحب سوانح حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی، رحمہ اللہ۔راقم الحروف نے مولانا کی سوانح حیات ''حیات احمد'' کے نام سے لکھی ہے۔(ذکرصالحین ص۶۳ ج۲)

مولانا احمد درویش سملکی رحمہ اللہ

آپ زاہدعن الدنیا' صوفی کامل اورحقیقی درویش اور عالم باعمل تھے۔آپ کے سلوک میں جذب کا رنگ جھلکتا تھا۔دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔حضرت شیخ الہندؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔جامعہ ڈابھیل کے شروع کے اساتذہ میں سے تھے، پھر تدریس کی لئے افریقہ تشریف لے گئے اورتادمِ آخر وہیں مقیم رہے۔تقویٰ وطہارت میں نمونۂ اسلاف تھے۔۱۳/شعبان ۱۳۵۴ھ کواس دارفانی سے رحلت فرمائی۔

---

[1]......مولانا کی مکمل تفصیلی سوانح حیات ''نقوش بزرگاں'' کے نام سے دوضخیم جلدوں میں رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کی محنت سے بہت عمدہ مرتب ہوکر شائع ہوچکی ہے۔

مولوی احمد درویش آں صوفی منش　　عالم علم حقیقت کاشف سرنہاں
متقی وزاہد وصوفی وصالح نیک بخت　　ہمچواو پاکیزہ خوکم دیدہ باشی درجہاں

الحاج صوفی ابراہیم میاں صاحب رحمہ اللہ

آپ ''خیر الناس انفعهم للناس''[1] کا عملی نمونہ تھے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے گہری عقیدت تھی ،آپ کی تصنیفات کا مطالعہ اکثر فرماتے رہتے تھے۔حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔بانئ جامعہ مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے سفر افریقہ کے وقت جامعہ کے مہتمم بھی رہے ۔۱۲/ذی الحجہ: ۱۳۹۲ھ، مطابق: ۳/فروری: ۱۹۷۳ء بروز شنبہ ایک سوتین (۱۰۳) سال کی عمر میں وفات پائی،رحمہ اللہ۔

مولانا حافظ ابراہیم صاحب کفلتیوی رحمہ اللہ

آپ ایک مجذوب قسم کے آدمی تھے۔طبیعت میں خاموشی تھی ۔مدرسہ عبدالرب سے ۱۳۲۲ھ میں فراغت حاصل کی ۔مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی اورمولانا محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔علمی استعداد بہت اعلیٰ تھی ۔ایک مرتبہ ڈابھیل میں ایک حادثہ کی وجہ سے کچھ طلبہ مدرسہ سے علیحدہ ہوکر کفلیتہ آئے ،جس میں لاجپور کے مولانا عبد السلام صاحب صوفی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔طلبہ کی اس جماعت نے مولانا سے استفادہ کی درخواست کی ،مولانا نے ان طلبہ کو''ہدایہ' کنز' شرح وقایہ'اور''مشکوٰۃ شریف''جیسی اہم کتابیں بغیر مطالعہ کے پڑھائیں ۔آپ بڑی صلاحیتوں اورخوبیوں کے مالک تھے۔ کفلیتہ میں تقریباً: ۵۰/سال تک تدریسی خدمت انجام دی۔۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں وفات پائی۔کفلیتہ میں آسودۂ خواب ہیں۔

---

[1]......بہترین انسان وہ ہے جودوسروں کوزیادہ نفع پہنچائے۔(فیض القدیر ص۶۴۰ ج۳،حدیث نمبر:۴۰۴۴)

مولانا محمد ابن یوسف لاجپوری رحمہ اللہ

آپ نبیرۂ عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ، مدرسہ عبدالرب کے فاضل، مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کے اخص الخاص رفیق، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ جید عالم دین، اردو فارسی کے بے مثل شاعر ''ظہیر'' تخلص تھا۔ فراغت کے بعد ''مدرسہ اسلامیہ لاجپور'' پھر ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں تدریسی خدمات انجام دیں، بعدازاں ''مدرسہ صوفیہ سورت'' میں تدریسی اور انتظامی خدمت میں زندگی کے آخری سانس تک مصروف رہے۔ ''باغ عارف'' نامی کتاب کے مرتب تھے۔ حضرت شاہ محمد شیر پیلی بھیتی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے۔ ۸/شعبان: ۱۳۵۶ھ مطابق: ۱۹۳۷ء شب جمعہ سورت میں انتقال فرمایا۔ مولانا علی محمد صاحب تراجوی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لاجپور میں آسودہ خواب ہیں [۱]۔

فخر عالم، فخر زاہد نیز فخر لاجپور حسرتا واحسرتا شد فخر دیوان را وصال

مولانا سید محمد عمر لاجپوری

مولانا سید محمد عمر لاجپوری رحمہ اللہ کے حالات نہ مل سکے۔ آپ کی وفات: ۱۳۷۰ھ مطابق: ۱۹۵۱ء رنگون (برما) میں ہوئی۔

۱...... مولانا کے حالات پر راقم نے ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو درج ذیل رسائل میں شائع ہو چکا ہے ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند، رجب ۱۴۱۵ھ مطابق جنوری ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ''ندائے شاہی'' ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ مطابق اپریل ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ''اذان بلال'' ذی الحجہ تا صفر ۱۴۱۷ھ مطابق اپریل تا جون ۱۹۹۷ء ماہنامہ ''ہدایت'' جے پور، جون، جولائی ۱۹۹۵ء اور اس مضمون کا گجراتی ترجمہ بھی ماہنامہ ''الاصلاح'' ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق اگست ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا ہے۔

نوٹ:...... اس مضمون کے لئے دیکھئے! ''ذکر صالحین'' ص ۲۹۱ ج ۳۔

مولانا سید عبدالحئی صاحب قاضی لاجپوری رحمہ اللہ

لاجپور جامع مسجد کے امام، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے خسر تھے۔ جید عالم دین تھے۔ تعلیم و تعلم کا خداداد ملکہ حاصل تھا۔ گلاں ضلع سورت کے مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔ بدعت کے مٹانے میں قابل رشک کوشش کی، مار کھانے تک کی نوبت آئی، لہولہان ہوئے۔ نوساری میں مولانا عبدالکریم صاحب (والد ماجد حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب) کے ساتھ ملکر ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جس میں اردو فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم میں مشغول رہے۔ ایک عرصہ تک افریقہ کے شہر ڈربن میں درس و تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔ دوراندیشی ضرب المثل تھی۔ طبیعت میں سنجیدہ گی تھی۔ ۵/ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق: ۱۱/اگست ۱۹۵۰ء میں وفات پائی۔ نمازِ جنازہ حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب نے پڑھائی۔ لاجپور کے قدیم قبرستان میں مدفون ہیں، رحمہ اللہ۔

مولانا حافظ جمال الدین پنجابی رحمہ اللہ

یہ قصور ضلع لاہور کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ مزید حالات نہ مل سکے۔

مولانا اللہ بخش صاحب پنجابی رحمہ اللہ

بہترین مقرر وخطیب تھے۔ آپ کے مواعظ سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ بعض جگہ لوگ درخت کی پوجا کرتے تھے، الحمد للہ آپ کے بیان سے انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔

مولانا عبدالرزاق صاحب سنبھلی رحمہ اللہ

یہ ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ فراغت کے بعد حکمت پڑھی اور مطب کا مشغلہ رہا۔

مولانا محمد عمر سندھی رحمہ اللہ

مولانا بہت صالح اور متقی تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے ہی نیکی اور بزرگی میں مشہور تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین مدرسہ عبد الرب میں تشریف لائے ہیں۔

مولانا محمد شفیق صاحب رحمہ اللہ

موصوف بھی بڑے نیک اور متقی لوگوں میں سے تھے۔ دوحد ضلع پنچ محل کے رہنے والے تھے۔ فراغت کے بعد علاقہ میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

مولانا محمد عمر پنجابی رحمہ اللہ

آپ شہتوت والی مسجد واقع دہلی میں مدرس تھے۔

مولانا محمد سلطان صاحب رحمہ اللہ

ہندوراؤ کے باڑہ میں مدرسہ حافظ محمد صدیق صاحب میں ایک عرصہ تک مدرس رہیں۔

نوٹ:...... بقیہ رفقاء درس کے حالات نہ مل سکے۔ مرغوب احمد

اساتذۂ باکمال

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جن باکمال اساتذہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا ٰان کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بھی سوانح نگاری کے ابواب میں سے ایک اہم باب ہے۔ آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱)...... حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی۔

(۲)...... حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی۔

(۳)......حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی۔

(۴)......حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی۔

(۵)......حضرت مولانا صوفی سلیمان صاحب لاجپوری۔

(۶)......حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری۔

(۷)......حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی۔

(۸)......حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی۔

(۹)......حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی۔

(۱۰)...... جناب حافظ احمد صاحب لاجپوری۔

(۱۱)...... جناب حافظ محمد فاضل صاحب سورتی۔

(۱)......حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ

مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس وشیخ الحدیث تھے۔حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری اورحضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔حضرت نانوتوی سے فنائیت کا تعلق تھا، ہر وارد وصادر سے فرماتے: ’’قاسمی بن جاؤ محروم نہیں رہوگے‘‘۔ دارالعلوم دیوبند‘ مظاہرعلوم سہارن پور‘ مدرسہ شاہی مرادآباد‘ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔طلبہ سے انتہاء درجہ کی شفقت ومحبت فرماتے۔عشق نبوی میں شرسار تھے۔قصیدہ بردہ کے اشعار سن کر اس قدر روتے کہ تکلم مشکل ہوجاتا۔طبیعت میں بے تکلفی‘ سادگی وسنجیدگی تھی۔مہمان نوازی میں اسوۂ ابراہیمی کا نمونہ تھے۔زہد وقناعت اور تقویٰ وطہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔آخری سانس تک جماعت کی نماز اور صف اولیٰ ترک نہیں ہوئی۔فالج کی بیماری نے نقل وحرکت سے معذور کردیا اس حالت میں بھی خدام اٹھا کر صف اولیٰ میں

رکھ دیتے تھے اور آپ بیٹھ کر امام کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ: آپ کے پاس بیٹھنے سے خاص کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی مفتیٔ اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری، مولانا فخر الدین گنگوہی، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی جیسے تلامذہ یادگار چھوڑیں۔ حضرت نانوتوی کے حکم سے رد آریہ پر ایک رسالہ ''جواب ترکی بہ ترکی'' جو اپنے موضوع پر سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے تصنیف فرمایا۔ درس حدیث کا مشغلہ اخیر عمر تک جاری رہا۔ بوجہ مرض جب حرکت سے معذور ہو گئے چارپائی پر گاؤ تکیہ کے سہارے تشریف فرما ہوکر درس دیتے۔ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو دہلی کے مدرسہ عبد الرب میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے مقبرہ میں آسودۂ خواب ہیں رحمہ اللہ۔

راقم الحروف نے حضرت کے حالات ''تذکرہ عبد العلی'' کے نام سے مرتب کئے ہیں، جو چھپ چکے ہیں، مزید معلومات کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ (ذکر صالحین ص ۲۲ ج ۲)

(۲)......حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی رحمہ اللہ

آپ حضرت شیخ الہند کے چچا زاد بھتیجے اور داماد ہیں۔ دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ مدرسہ عبد الرب دہلی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث تھے۔ مولانا عبد العلی صاحب کے زمانے میں اکثر ''ترمذی شریف'' و ''ابوداؤد شریف'' کے اسباق آپ ہی سے متعلق رہتے تھے۔ حضرت مولانا عبد العلی صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث بنائے گئے۔ عمر طویل پائی۔ ۹۲/ سال کی عمر میں: ۱۷/ جمادی الاولیٰ: ۱۳۸۰ھ مطابق: ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ دیوبند میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔

(۳)......حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی رحمہ اللہ

صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔علوم عقلیہ منطق وفلسفہ میں کمال رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے کبار اساتذہ میں تھے۔بہت شفیق، نرم دل، سنت کے متبع اور قناعت پسند تھے۔ بائیس سال تک دیوبند میں مدرس رہے۔علامہ عثمانی، علامہ انورشاہ کشمیری، مولانا احمد بزرگ جیسے تلامذہ چھوڑے۔دارالعلوم کے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔شباب سے شیب تک کا زمانہ دارالعلوم دیوبند میں صرف کردیا، بلکہ لحد بھی دیوبند میں تلاش کی۔عجیب و غریب مزاج اور سادہ لوح عالم تھے۔تلامذہ سے نہایت بے تکلفی سے ملتے۔طلبہ کہتے کہ آپ عربی وفارسی میں تقریر نہیں کرتے آپ کے شاگرد حضرت کشمیری تو عربی وفارسی میں تقریر کرتے ہیں، اس پر مرحوم کی عربی وفارسی میں تقریر شروع ہوجاتی۔فرماتے: کئی زبانوں کا ماہر ہوں، جس میں اردو بھی شامل ہے۔مفتی محمود صاحب نے عرض کیا: آپ اردو جانتے ہوں ''تو کریلا اور نیم چڑھا'' کا مطلب بتلائیے! کچھ خاموشی کے بعد فرمایا: ''اور'' حرف عطف نے کام خراب کردیا، ورنہ بات صاف تھی کریلا نیم پر چڑھ گیا۔اس سادگی سے طلبہ اور ذمہ داران مدرسہ خوب لطف لیتے۔جامع العلوم تھے۔جیب میں ایک پرچی رکھتے جس پر اپنے تلامذہ سے ایصال ثواب کی مقدار متعین کراکر دستخط لے لیا کرتے۔صحت تک کوئی نماز بغیر جماعت نہیں ادا کی۔۱۸؍محرم الحرام ۱۳۳۷ھ کو قبل از طلوع صبح صادق وفات پائی،

(۴)......حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ

آپ حضرت نانوتوی کے فرزند رشید ہیں۔حضرت شیخ الہند ومولانا محمد یعقوب صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔دورۂ حدیث گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی کے حلقہ درس میں پورا کیا۔علمی صلاحیت بہت عمدہ تھی۔انتظامی خداداد صلاحیتیں ضرب المثل تھیں۔آپ

کے دوراہتمام میں دارالعلوم نے عظیم ترقی کی۔آپ نے :۴۵ رسال دارالعلوم میں خدمات انجام دیں۔ابتدائی دس سال تدریس میں اور: ۳۵ رسال اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔ درس وتدریس کا جو مشغلہ شروع سے قائم ہوا تھا زمانۂ اہتمام میں بھی بند نہ ہوا۔''مسلم شریف' مشکوۃ شریف' جلالین شریف' مختصر المعانی'' وغیرہ کتابیں نہایت اہتمام اور شوق سے پڑھاتے۔تقریر نہایت صاف اور علمی معلومات سے پُر ہوتی۔اپنے والد ماجد کے خاص علوم ومضامین پر کافی عبور تھا۔برطانوی حکومت کی طرف سے آپ کو''شمس العلماء'' کا خطاب ملا، مگر دارالعلوم کے حریت پسندانہ مسلک کی بنا پر اسے واپس کردیا۔نظام دکن نے موصوف کو ریاست حیدرآباد میں مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر مقرر کیا۔حکومت آصفیہ کے اس بڑے دینی منصب پر تقریباً تین سال فائز رہے۔حیدرآباد دکن سے دیوبند تشریف لاتے ہوئے ریل میں وفات پائی اور'' من مات فی السفر فھو شھید ''میں داخل ہوگئے۔یہ واقعہ: ۳ر جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ کا ہے۔نظام حیدرآباد کی خصوصی فرمائش پر''خطۂ صالحین'' (حیدرآباد دکن کے مشہور قبرستان) میں دفن ہوئے۔

(۵)......حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ

آپ ولی کامل' عارف باللہ' صاحب کرامات بزرگوں میں سے تھے۔لاجپور میں ولادت ہوئی۔ناظرہ وحفظ اور ابتدائی تعلیم اپنے والد حافظ احمد صاحب سے پائی۔فارسی وعربی کی تعلیم ریاست سچین کے قاضی حضرت شیخ فقیر اللہ صاحب سے حاصل کی۔بچپن ہی سے یادالٰہی کا شوق تھا۔اذکار واشغال اور مجاہدہ مراقبہ کا اعلی مقام نصیب ہوا تھا۔آپ کو مولانا شاہ نظام الدین صاحب (خلیفہ مولانا جان محمد صاحب مفتی مکہ مکرمہ وشیخ حرم) سے چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ان کے علاوہ حاجی وارث علی شاہ اور

مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔آپ کی ذات لوگوں کی لئے چشمۂ ہدایت تھی۔لوگوں کی اصلاح‘ امر بالمعروف‘ نہی عن المنکر‘ آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔آپ اور مولانا لیاقت علی صاحب کی مساعی سے جناب ابراہیم صاحب نواب سچین کے دور میں خلافت راشدہ کا ایک چھوٹا سانمونہ قائم ہوگیا تھا۔آپ نے جنگ آزادی:۱۸۵۷ء میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، چھ ماہ سورت کے قلعہ میں قید رہے۔ یہ خلوت معارف وتقرب کے حصول کا باعث بنی ۔سفر حج میں حدود حرم شروع ہوتے ہی پا پیادہ ہوگئے۔ دارفتگی کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑتے ہی حواس باختہ ہوگئے اور تمام شب ایک ہی جگہ بیٹھے رہ گئے، صبح کو رفقاء کی مدد سے طواف کیا۔۲۰ ر جمادی الاولی:۱۳۴۳ھ مطابق:۱۹۲۴ء بروز چہارشنبہ سورت میں وفات پائی۔

(۶)......علامہ شیخ حسین صاحب یمنی رحمہ اللہ

شیخ یمنی سے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رقمطراز ہیں:

’’شیخ حسین ابن محمد محسن انصاری حُدَیدہ یمن سے بھوپال آئے۔نواب صدیق حسن خاں صاحب سے حجاز کے سفر میں موصوف کی ملاقات ہوئی، وہ ان کے علوئے اسناد‘ غیر معمولی حافظہ‘ علوم حدیث پر ان کی غیر معمولی قدرت اور ان کا تبحر علمی دیکھ کر ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود ان سے سند بھی لی اور ان کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت بھی دی۔ ۱۸۷۹ء میں بھوپال تشریف لائے اور وہیں رہ پڑے۔

شیخ حسین فن حدیث کے امام اور قدیم محدثین (جن کی قوت حفظ اور وسعت نظر کے واقعات قدیم تذکروں میں منقول اور اس دور کے لوگوں کے لئے سرمایۂ استعجاب ہیں) کی زندہ یادگار اور بولتی چالتی تصویر تھے۔میں نے اپنے استاذ مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ

الحدیث ندوۃ العلماء سے جوان کے شاگرد تھے‘ خود سنا ہے کہ ’’فتح الباری‘‘ (شرح بخاری) کی تیرہ جلدیں تقریباً ان کو حفظ اور مستحضر تھیں۔

ان کی سند حدیث نہایت عالی اور قلیل الوسائط تھی‘ جو علماء حدیث کے یہاں ایک درجہ افتخار اور امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ وہ ’’نیل الاوطار‘‘ کے شہرۂ آفاق مصنف‘ مجتہد یمن علامہ احمد بن محمد علی الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) کے صاحبزادے علامہ احمد بن محمد علی الشوکانی اور دوسرے جلیل القدر علماء یمن کے شاگرد تھے۔

ہندوستان میں ان کی درس حدیث میں بڑی برکت اور ان کو ایسی مرجعیت حاصل ہوئی جو ایک دو علماء راسخین کو چھوڑ کر کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے اساتذۂ فن اور مشاہیر علماء نے جو خود صاحب درس وتصنیف تھے اور جن کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا ان کے تلمذ کو باعث فخر سمجھا۔ تلامذہ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب‘ مولانا محمد شبیر سہسوانی‘ مولانا شمس الحق ڈیالوی (صاحب غایت المقصو دوعون المعبود) حافظ عبداللہ غازی پوری‘ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی‘ مولانا محمد طیب مکی‘ مولانا محمود حسن خاں ٹونکی (صاحب معجم المصنفین) مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی‘ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی اور والد ماجد حکیم سید عبدالحئی سابق ناظم ندوۃ العلماء ہیں۔ شیخ حسین کے قیام نے بھوپال کو دارالحدیث اور شیراز ویمن کا ہمسر بنادیا تھا۔ تقریباً ثلث صدی سے زائد موتی مسجد جو اس چھوٹے سے شہر میں جامع ازہر سے آنکھیں ملاتی تھی ’’قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کی صدا گونجتی رہی اور نہ صرف بھوپال بلکہ ہندوستان کی فضا کو اس نفحۂ عنبریں سے معطر ومنور کرتی رہی۔ ۱۳۲۷ھ میں اس امام حدیث نے دنیا سے رحلت کی۔

(پرانے چراغ ص ۲۱۱ ج ۱)

(۷)......حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

گجرات کے متبحر عالم، ذکی، طباع، اور تیز فہم علماء میں سے تھے۔ معقولات ومنقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ مولانا سلطان احمد صاحب پنجابی (تلمیذ قاسم العلوم) مولانا محمد اسحٰق صاحب (تلمیذ مولانا عبدالحق خیر آبادی) اور مولانا رحیم بخش دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی تجدید فرمائی۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ایک نئی روشنی کے شیدائی کی اس بات پر کہ: عربی میں علوم ہی کیا ہیں؟ ''ذخیرۃ العلوم'' تصنیف فرمائی، جس میں (۱۱۹) علوم وفنون کا تعارف کرایا اور ہر فن کی مشہور تصنیفات کی نشاندہی کی، اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو اردو تالیفات میں اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہوتی تاہم یہ نا تمام تصنیف بھی اپنی آغوش میں بہت کچھ لئے ہوئے ہے۔ مولانا کی کئی نا تمام تصنیفات ابھی پوری نہ ہونے پائیں تھیں کہ حیات مستعار کا مختصر پیمانہ لبریز ہو گیا اور: ۷/ شعبان: ۱۳۲۷ھ مطابق: ۱۹۰۹ء میں بعمر: ۳۳/ سال وفات پائی۔

(ذکر صالحین ص ۳۴۲ ج ۲۔ اور ص ج ۵)

(۸)......مولانا حکیم محمد حسن صاحب رحمہ اللہ

آپ حضرت شیخ الہند کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت گنگوہی سے شرف تلمذ حاصل تھا، طبیعت میں غصہ تھا۔ گھوڑے کی سواری اور شکار کا شوق بے حد تھا۔ ایک مرتبہ گھوڑی سے گر گئے، ٹانگ ٹوٹ گئی، بڑی مشکل سے صحت یاب ہوئے اور چلنے کے قابل ہوئے۔ محلّہ کی مسجد میں طلبہ کو بلا کر اسباق پڑھاتے۔ روزانہ سبق کا ہونا ان کے یہاں مشکل تھا، کبھی ہفتہ بھر سبق ہوتا تو اس ہفتہ کی خوش قسمتی تھی۔ دوران سبق حواشی پر پوری نظر رہتی۔ اساتذۂ دارالعلوم میں بڑی عمر کے، پھر حضرت شیخ الہند کے برادر عزیز، مزید برآں مولانا ذوالفقار علی

صاحب یکے از بانیان دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے تھے، اس لئے سب ہی احترام کی نگاہ سی دیکھتے۔ طب دہلی میں حکیم عبدالمجید خاں مرحوم سے پڑھی تھی، اس فن میں مہارت رکھتے تھے۔ طلبہ نسخہ لکھواتے جس کے نسخے پر سفارشی نوٹ ہوتا اس کا پیسہ مدرسہ ادا کر دیتا۔ طلبہ سے بہت ہمدردی فرماتے۔ ٹانگ ٹوٹنے سے پہلے مدرسہ بھی آتے۔ دیوبند ہی میں انتقال فرمایا۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھے

(۹)......حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی رحمہ اللہ

آپ تجوید کی مشہور و معروف کتاب ''فوائد مکیہ'' کے مصنف ہیں۔ علم قراءت و تجوید اپنے برادر محترم قاری عبداللہ صاحب سے مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں حاصل کیا۔ ہندوستان آ کر کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی، اور اسی مدرسہ میں کئی سال تک مدرس رہے۔ آپ کے تلامذہ کی بڑی جماعت نے دیوبند، سہارنپور، لکھنؤ وغیرہ میں درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ پھر الٰہ آباد کے مدرسہ ''احیاء العلوم'' میں سالہا سال تدریسی خدمت انجام دی۔ یہ مدرسہ آپ کی برکت سے علم قراءت کا مرکز بنا رہا۔ اراکین مدرسہ صولتیہ کے اصرار پر وہاں سکونت اختیار کرنی چاہی مگر خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا: ''عبدالرحمٰن! تم ہندوستان ہی میں رہو، ہم کو تم سے بہت کام لینا ہے'' لہٰذا واپس تشریف لائے۔ ایک طویل عرصہ تک نسخۂ کیمیا گر کی خدمت کی اور کامیابی کے کچھ آثار بھی پیدا ہوئے مگر آپ ﷺ کی زیارت منامی ہوئی کہ پیر مہر علی گولڑوی صاحب آپ کی خدمت میں ہیں، اور سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ پیر صاحب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں: ''عبدالرحمٰن سے کہہ دو

اگر سونے چاندی کی ضرورت ہے تو یہ موجود ہے، مگر میری شفاعت کی امید نہ رکھے‘‘۔اس خواب کی بعد کیمیا کا خیال دل سے نکل گیا۔ پیر مہر علی صاحب سے بیعت تھے۔اخیر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں دو سال قیام فرمایا اور وہیں:۱۳۴۱ھ میں وفات پائی۔’’فوائد مکیہ‘‘ کے علاوہ علامہ شاطبی کے قصیدہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ’’افضل الدرر‘‘ اور’’ خلاصۃ البیان‘‘ علمی یادگار ہے۔

(انتہی تذکرۂ اساتذہ)

تدریس اور تلامذہ

حضرت مفتی صاحب نے تدریسی خدمت صرف رنگون میں انجام دی۔ ۱۹۱۵ء میں آپ رنگون تشریف لے گئے وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ میں تقریباً چار سال تک تدریسی مشغلہ رہا۔درجات علیا کی کتب کے علاوہ چند مہینے’’بخاری شریف‘‘ کا درس بھی دیا۔

مولانا سے جن حضرات کو شرف تلمذ حاصل ہوا‘ ان میں حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تاموئے‘ حضرت مولانا نور اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تاموئے حضرت مولانا مفتی سعادت حسین صاحب بنگالی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔تلامذہ کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب رحمہ اللہ

آپ رنگون برما کے صف اول کے علماء میں سے تھے۔۱۳۵۲ء میں مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب،حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب،حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری وغیرہ اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ فراغت کے بعد مظاہر علوم میں افتاء کی مشق بھی کی۔تکمیل علوم کے بعد برما کے’’مدرسہ

اشرف العلوم'' میں درس دیا، پھر: ۱۹۴۷ء ''دارالعلوم تاموے'' رنگون میں تشریف لے آئے اور ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز رہ کر اخیر سانس تک خدمت انجام دی۔ دیگر کتب احادیث کے ساتھ ساتھ ''بخاری شریف'' کی تدریس کا بھی کئی سال موقع ملا۔ ''دو نبی'' اور ''بشیر الدراری لمن یطالع البخاری'' جیسی تصنیف مولانا کی علمی یادگار ہیں۔ ۲۸ ر جمادی الاولی: ۱۴۰۴ھ: ۱ر مارچ ۱۹۸۴ء شب جمعرات کو وصال ہوا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب رحمہ اللہ

موصوف مولانا بشیر اللہ صاحب کے برادر حقیقی ہیں۔ تکمیل حفظ کے بعد مکمل تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی۔ غالباً مولانا بشیر اللہ صاحب کی وفات کے بعد دارالعلوم کے شیخ الحدیث بنائے گئے۔ صاحب علم، متواضع، ملنسار ومتعدد صفات کے حامل ہیں۔ نصف صدی سے زائد حدیث وتفسیر کی تدریسی خدمت انجام دی۔ اسباق کی پابندی ضرب المثل تھی۔ سفر کے علاوہ: ۵۰ ر سال کی طویل مدت میں نہ غیر حاضری کی، نہ رخصت لی، نہ کبھی تاخیر سے پہنچے، نہ تعلیمی اوقات میں بات چیت کی۔

حضرت مولانا مفتی سعادت حسین صاحب رحمہ اللہ

برما کے مشہور عالم وسن رسیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے فتویٰ پر لوگوں کو کامل اعتماد تھا۔ ۹۰ ر سال کی عمر میں: ۱ر ذی الحجہ: ۱۴۱۰ھ، مطابق: ۲۵ ر جون: ۱۹۹۰ء میں وفات ہوئی، رحمہ اللہ۔

دوسرا باب

اوصاف وکمالات

مولانا کی علمی قابلیت

مفتی صاحب نے پندرہ سترہ سال کا زمانہ طلب علم میں گذارا۔ صاحب صلاحیت رفقاء کی صحبت اور جامع العلوم و باکمال اساتذہ کی توجہ ومحنت اور اپنی کوشش وذہانت نے مولانا میں بھی علمی قابلیت پیدا کردی۔ استعداد بہت عمدہ تھی۔ طالب علمی ہی کے زمانہ سے تقریر کی مشق بھی ہوگئی تھی، یہی وجہ ہے کہ سالانہ جلسہ میں اہل مدرسہ نے آپ کو تقریر کا موقع دیا، اور مدرسہ کی اس سال کی روداد میں مولانا کا تعارف ان الفاظ سے لکھا:

''مولوی مرغوب احمد سورتی: یہ فہمیدہ شخص ہیں، لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں، اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے، امید کہ لاجپور میں مدرس ہوجاویں۔ مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں''۔

(روئیداد مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی، بابت ۱۳۲۳ھ)

مولانا سید ازہر شاہ قیصر کشمیری رقمطراز ہیں:

''دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی''۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند بابت اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے نامور شیخ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کو کسی خاص علمی کام کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی،

حضرت شاہ صاحب نے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب کے مشورے سے مولانا مرغوب احمد صاحب کوطلب فرمایا، چنانچہ آپ نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مفوضہ خدمت انجام دی اورخوب دعائیں لیں، مولانا خوداس واقعہ کوتحریرفرماتے ہیں:

''حضرت زبدۃ العارفین مولانا شاہ ابوالخیرصاحب مجددی دہلوی کوخاص علمی خدمت کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی، حضرت شاہ صاحب نے حضرت الاستاذ (مولانا عبدالعلی صاحب) سے فرمائش کی اورحضرت استاذ کے ارشاد کی بناپرفقیر کچھ روز کے لئے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتارہا، چندروز کی حاضری میں حضرت شاہ صاحب فقیر سے بہت خوش رہے، اور بہت دعائیں دیتے رہے، قدس اللہ سرہ''۔

راقم الحروف کے نانا مولانا ابراہیم صاحب ڈابالاجپوری نے مجھ سے بیان فرمایا کہ سن! تیرے دادا کس پایہ کے عالم تھے، ایک مرتبہ مفتیٔ گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی ابراہیم! تمہارے ماموں (مفتی مرغوب احمد صاحب) کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں بڑے عالم ہیں، اس پرفرمایا: ''تم کچھ نہیں جانتے، میں ''التوضیح والتلویح'' (اصول فقہ کی مشہورکتاب ہے) کوسمجھ نہ سکا، پھررنگون میں مولانا مرغوب احمد صاحب سے پڑھی، تب سمجھ میں آئی، عجیب صاحب علم آدمی تھے''۔

مفتیٔ گجرات کی شہادت سے مولانا کی علمی قابلیت کااندازہ لگایاجاسکتاہے۔

فقہی حذاقت

دینی مناصب میں افتاء کامقام بلند، اہم اوراعلیٰ ہے۔ تفسیروحدیث اورفقہ پر پوری مہارت، مطالعہ میں وسعت کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ درجہ میں شان اجتہاد کی بھی ضرورت ہے، چونکہ سوال کی نوعیت کے ساتھ سائل کی منشاء پربھی نظررکھنی پڑتی ہے، پھرعامۃً

اصحاب فتویٰ کی طرف رجوع کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کسی مسئلہ میں الجھن پیش آجائے، اس لئے منصب افتاء کی نزاکت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو گوناگوں خصوصیات سے نوازا تھا، اس میں ایک خصوصیت تفقہ فی الدین بھی تھی، جس کے شاہد آپ کے وہ فتاویٰ ہیں جو آپ نے رنگون میں خدمت دارالافتاء کے موقع پر تحریر فرمائے۔

مولانا ازہر شاہ قیصر نے لکھا ہے کہ:

''دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی''۔

فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ وسیع النظر، عالم باعمل تھے، قرآن کریم وحدیث وفقہ پر بڑی گہری نظر تھی۔ آپ کے فتاویٰ مدلل وفقہی بصیرت کے حامل ہوتے تھے''۔

مفتیٔ اعظم برما کے عہدہ پر

حضرت مولانا ابراہیم صاحب راندیری (جو مفتی صاحب کے مخلص دوست اور مولانا کی علمی قابلیت سے واقف تھے) نے آپ کو رنگون کی دعوت دی۔ دراصل مولانا ابراہیم صاحب راندیری کے قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ رنگون میں علماء وفضلاء کو جمع کیا جائے، اور علمی ودینی خدمات کی جائیں، اس تحریک کی ابتداء آپ نے مفتی صاحب سے کی، چنانچہ ۱۹۱۵ء میں آپ کو رنگون بلوالیا، اور مرحوم عارف ابراہیم معلم صاحب اور ان کے مرحوم بزرگوں کے اوقاف سے مغل اسٹریٹ کے ایک مکان میں ''مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ'' کے

نام سے ایک عربی مدرسہ کا افتتاح کرایا،اور بطور مدرس اول مفتی صاحب کا تقرر کیا، ساتھ ہی ساتھ مدرسہ میں مقامی و بیرونی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے ایک شعبۂ افتاء کا قیام بھی عمل میں آیا اور فتویٰ نویسی کی خدمت بھی مولانا کے ذمہ رہی۔اس طرح رنگون (برما) کے گویا سب سے پہلے مفتی ہونے کا شرف اللہ تعالی نے آپ کو بخشا، گرچہ آپ سے پہلے علماء کرام (مثلاً مولانا عبدالحئ صاحب کفلیتوی) اپنے طور پر افتاء کی خدمت انجام دیتے تھے، مگر باقاعدہ دارالافتاء کا قیام اور بحیثیت مفتی کے سب سے پہلے خدمت کا موقع آپ ہی کو نصیب ہوا۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مدرسہ میں درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری تھا،مگر پورے ملک کو سامنے رکھ کر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک مستقل ''دارالافتاء'' قائم کیا جائے ، چنانچہ: ۱۹۱۸ء میں سورتی جامع مسجد میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔اس میں مختلف حضرات نے فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔(اس کی تفصیل اور حضرات مفتیان کرام کے نام وغیرہ کو میں نے ''مرغوب الفتاویٰ'' جلد اول کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے) ۱۹۳۶ء میں آپ باقاعدہ دارالافتاء کے ''صدر مفتی'' بنائے گئے،اور مفتی اعظم برما کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور ۱۹۴۱ء کی جنگ جاپان تک اس عہدے پر فائز رہے۔حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اہل برما کی دعوت پر آپ رنگون تشریف لے گئے اور ایک مدرسہ میں تعلیم وافتاء کی خدمت انجام دی،اور اس کے بعد رنگون کی مشہور سورتی جامع مسجد میں فتویٰ نویسی کی خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دی۔اہل برما کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بڑا

فیض پہنچا’’۔(مرغوب الفتاوی ص۲۹ ج۱)

حضرت مفتی صاحب نے اپنے زمانہ قیام رنگون میں نہ جانے کتنے فتاویٰ تحریر فرمائے ہوں گے۔ سورتی جامع مسجد کے فتاویٰ کی نقل ’’دارالافتاء‘‘ کے حجرہ میں محفوظ تھی، راقم الحروف کو بڑا اشتیاق تھا کہ جدامجد کا وہ علمی خزانہ وفقہی ذخیرہ حاصل کروں، پانچ سال تک کوشش ومحنت کرتا رہا، دعاء بھی جاری رکھی، اکابر رنگون کے نام خطوط لکھے، بعض اہل تعلق اور مقتدا حضرات سے بھی خطوط لکھوائے، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی، لیکن ’’لا تقنطو من رحمة اللّٰہ‘‘ پر نظر رکھتے ہوئے محنت جاری رکھی، بالآخر: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں حق تعالیٰ نے دعوت وتبلیغ کی نسبت پر برما کا سفر مقدر فرما دیا، الحمد للہ کچھ احباب کی سعی سے دادا جان کے فتاویٰ کی زیارت کی۔ اس وقت قلبی فرحت اور خوشی کی کیفیت تحریر سے باہر ہے۔ ان فتاویٰ کی فوٹو کاپی کرا کے برطانیہ پہنچانے کی تجویز طے ہوئی۔ الحمد للہ کچھ فتاویٰ کے علاوہ تمام مواد راقم کو موصول ہو چکا ہے۔ ان مراحل میں حضرت مولانا مفتی محمود داؤد صاحب مدظلہم مفتی اعظم برما، حضرت مولانا صالح صاحب مدظلہ امیر تبلیغی جماعت برما، اور حافظ محمد صالح مدظلہ خطیب سورتی جامع مسجد رنگون نے خصوصی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے آمین۔ خصوصاً ان فتاویٰ کی حفاظت ونگرانی میں حافظ محمد صالح مدظلہ کی محنت قابل صد شکر ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔

فتاویٰ کی حفاظت اور حضرت مفتی صاحب کی کرامت

یہ فتاویٰ آج سے تقریباً ساٹھ‘ ستر سال پہلے اس وقت لکھے گئے جب رنگون میں مقیم اہل گجرات کی ایک معتد بہ تعداد اپنی مالداری اور سخاوت ودینی ہمدردی کے باعث جاہ وجلال کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ ۱۹۴۱ء میں جنگ جاپان کا واقعہ پیش آ گیا اور اہل رنگون کی شان

وشوکت ایک دم ختم ہوگئی ۔مساجد ومدارس پر اس کا اثر پڑا، دارالافتاء بھی بند ہوگیا۔ ایک طویل عرصہ کے بعد حافظ محمد صالح صاحب کی نظر ان فتاویٰ کے رجسٹر پر پڑی تو موصوف نے اس کی صفائی کی اور حفاظت سے ایک محفوظ مقام پر رکھ دیا۔ ارباب مسجد نے مسجد کی کچھ مرمت اور رنگ روغن کی ضرورت محسوس کی' اس غرض سے مسجد کی صفائی کے وقت یہ تمام رجسٹر بھی ان پرانے وبوسیدہ اوراق کے ساتھ ڈال دیئے جنہیں جلانے کے لئے رکھا گیا تھا

ع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی، حافظ صالح صاحب کسی کام سے اس طرف کو گذرے تو اچانک ان پر نگاہ پڑ گئی، انہوں نے وہاں سے ان قیمتی وعلمی ذخیرہ کو اٹھا کر دوبارہ صفائی کر کے حجرہ میں رکھا اور تالا لگا کر محفوظ کر دیا۔ یہ حضرت مفتی صاحب ودوسرے ارباب فتویٰ کا اخلاص تھا یا ان کی کرامت کہئے کہ اللہ تعالیٰ نے عجیب طرح حفاظت فرمائی۔

فتاوی کی حفاظت کا اور ایک عجیب واقعہ

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز اور ایک واقعہ پڑھئے! راقم الحروف نے تمام فتاویٰ کے رجسٹر کی فوٹو کاپی کرائی اور ڈاک کے حوالے کیا تا کہ اسے برطانیہ بھیجا جا سکے۔ ہمارے ملکوں میں کام کرنے والے مزدوروں سے لے کر آفیسر ومنسٹر تک کی خیانت اتنی ظاہر ہے کہ ''عیاں را چہ بیاں'' یہاں بھی یہی صورت حال پیش آئی، پوسٹ آفس سے پتہ نہیں کسی نے رجسٹر کے کئی کاغذات ایک دوکاندار کو معمولی دام میں بیچ دیئے۔ صاحب دوکان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ اس نے اس بات کو محسوس کیا کہ کاغذات پرانے بھی نہیں اور تحریر کسی عالم کی ہے، چنانچہ وہ ''سورتی جامع مسجد'' میں آیا اور امام صاحب کو تلاش کرنے لگا کسی نے حافظ صالح صاحب سے ملاقات کرادی، موصوف نے آنے کی غرض پوچھی اس پر اس نے

تھیلی سے نکال کروہ کاغذات دکھائے ،حافظ صاحب بھی دیکھ کر حیران، واقعہ پوچھا تب اس نے واقعہ بتلایا اور پوسٹ آفس کے ایک کارکن کی کارگذاری سنائی، الغرض اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی حفاظت فرمائی۔

چند فتاویٰ

اہانت علماء کا حکم

س:......عالم اور فقیہ کی اہانت کرنے والے پر شرعا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

ج:......عالم وفقیہ کی اہانت اگر عالم وفقیہ ہونے کی غرض سے ہوتو اس میں اہانت کرنے والے کا ایمان بھی سلامت نہیں رہتا، اور اگر کسی اور حیثیت سے ہوتو اس کا حکم اس حیثیت کی بناء پر مختلف ہوگا، اگر وہ حیثیت اہانت کا مبنی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو اہانت حرام وموجب فسق ہوگی، واللہ اعلم۔

متقدمین ومتأخرین کی تعریف

س:......متقدمین کن کو کہتے ہیں اوران کی حد کہاں تک ہے؟ اور متأخرین کس زمانے کے لوگوں کو کہتے ہیں؟

ج:......متقدمین اور متأخرین میں حد فاصل تیسری صدی کا شروع ہے، یعنی تیسری صدی کے پہلے کے لوگ متقدمین اور دوسری صدی کے بعد کے لوگ متأخرین کہلاتے ہیں۔

(کذا فی المیزان للذہبی)

فقہاء ان لوگوں کو متقدمین کہتے ہیں جنہوں نے امام اعظم اور صاحبین کا زمانہ پایا اوران سے فیض حاصل کیا، اور جن لوگوں نے ائمہ ثلاثہ سے فیض نہیں پایا ان کو متأخرین کہتے ہیں۔

پانچ کلموں کی اصل کیا ہے؟

س:...... پانچوں کلمے جیسے کلمۂ طیب، کلمۂ شہادت، کلمۂ تمجید، کلمۂ توحید، کلمۂ ردکفر، پانچوں کلمے احادیث سے ثابت ہیں؟ اور کیا ان پانچوں کلموں کو پڑھنے کے لئے رسول کریم ﷺ تاکید فرما گئے ہیں۔ یہ پانچوں کلمے اگر احادیث میں نہیں ہیں تو کس کے بنائے ہوئے ہیں؟ اور ان پانچوں کلموں پر مسلمانوں کا کس طرح یقین رکھنا چاہئے؟

ج:......کلمۂ طیب، کلمۂ شہادت، کلمۂ تمجید اور کلمۂ توحید کے تمام جملے منتشر طور پر مختلف جگہ قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں اگلے چاروں کلموں کی ان ہی صیغوں میں تصریح موجود ہے۔ اور ان کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ اور کلمہ ردکفر کے قریب قریب تمام صیغے ان ہی الفاظ میں حضور ﷺ کی ادعیات واستعاذات ماثورہ میں منتشر طور پر منقول اور وارد ہیں۔ یہ کسی کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، قرآن پاک واحادیث کے الفاظ ہیں۔ ان پانچوں کلموں میں خدا کی توحید وحضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار وشہادت، کلمۂ طیبہ وکلمۂ شہادت میں ہے، جس پر اعتقاد رکھنے کا نام ایمان واسلام ہے، بغیر اس کے ایمان ہی صحیح نہیں۔ کلمۂ تمجید میں خدا کی بزرگی، حمد وکبریائی وعظمت مذکور ہے، جس پر ایک مسلم کا اعتقاد جازم ہے۔ چہارم کلمۂ توحید ہے، ہر موحد کا اس پر ایمان ہے، ان کو پڑھنے کی بزرگی اور ثواب وفضائل سے کتب احادیث مملو ہیں۔ پنج کلمہ میں شرک وکفر سے بیزاری کا اظہار واستعاذہ واستغفار ہے، جو ہر مسلم کا فریضہ ہے۔ غرض ان کلمات کی کہ یہ پہلا، دوسرا، تیسرا وغیرہ یہ حدیث نہیں ہے، اور ان کے اسماء: طیبہ، شہادت، تمجید، توحید، ردکفر یہ سب قرآن وحدیث کے مفاد ومطالب کے عنوان ہیں، جو حق وصحیح ہے، ان کے مطالب ومفاہیم پر اعتقاد رکھنا فرض ہے، اور اس کے خلاف اعتقاد رکھنا کفر وشرک

وزندقہ والحاد ہے۔اعاذ نا اللّٰہ منھا ، فقط واللّٰہ تعالی اعلم۔

جوامام بستی میں پیسہ مانگتا پھرے اس کی امامت

س:……پیش امام جو مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں اور ہر جمعرات کو بستی میں ایک ٹین لے کر پیسہ مانگتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:……ایسے امام کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز وصحیح ہے، لیکن ایسے بے غیرت مصلیوں پر افسوس کرنا چاہئے کہ وہ امام سے ہر جمعرات کو بھیک منگواتے ہیں اور انہیں شرم نہیں آتی، اگر امام کی ضروریات کے اہل جماعت ومصلین کفیل ہو جائیں تو امام کو ایسی ذلت کیوں اختیار کرنی پڑے؟ اس میں صرف امام ہی کی تذلیل نہیں، بلکہ زیادہ تحقیر وتذلیل مصلیوں کی ہے کہ ان میں اتنی غیرت وحیاء باقی نہیں رہی کہ جس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس کو اس قدر ذلیل حالت میں رکھا ہے کہ وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔ایسے بے غیرت مصلیوں پر نوحہ وماتم کرنا چاہئے، خدا سمجھ عطا فرمائے۔

یہ چند فتاویٰ بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں۔الحمدللہ حضرت کے فتاویٰ ’’مرغوب الفتاویٰ‘‘ کے نام سے' تین ضخیم جلدوں میں ترتیب وتخریج کے مراحل سے گذر کر عمدہ طباعت سے شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ جلدوں کی تکمیل اور قبولیت کے لئے ناظرین سے درخواست ہے کہ دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان تمام جلدوں کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچائے۔

مولانا کا ذوق مطالعہ

ترقیٔ علم کا پہلا زینہ مطالعہ ہے، بغیر مطالعہ کے کوئی ترقی نہیں کرسکتا۔ اسلاف کے حالات میں ان کا انہماکِ مطالعہ قابل رشک بیان کیا گیا ہے۔ عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندوی نے اپنے رسالہ ’’آداب المتعلمین‘‘ میں بارہ صفحات پر مطالعہ کے

عنوان سے اسلاف کے عجیب واقعات قلم بند فرمائے ہیں۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے ایک نظم میں مطالعہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے، جس کے ابتدائی تین اشعار نقل کرتا ہوں:

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ
کرتا ہے دور جہل کی دلدل مطالعہ تعلیم کے بڑھاتا ہے کس بل مطالعہ

حضرت مفتی صاحب کو بھی مطالعہ کا بہت شوق واہتمام تھا، حالت مرض میں بھی اس اہتمام میں کمی نہیں آئی۔

حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا علمی ذوق اور سنت کی پیروی کا جذبہ تا دمِ حیات رہا''۔

راقم الحروف کے والد بزرگوار حضرت الحاج اسماعیل (عرف بھائی میاں) صاحب مد ظلہم نے مولانا کے حالات میں لکھا ہے:

''مولانا مرغوب احمد صاحب کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔ اخیر تک کتابوں کے بہت شائق رہے۔ تدریس کے انقطاع کے باوجود اس ذوق میں کمی نہیں آئی۔ اخیر عمر میں کئی سال صاحب فراش رہے لیکن ذوقِ مطالعہ بیمار نہیں ہوا۔

راقم الحروف کے قریہ لاجپور کے ایک ذی علم اور ذی ذوق عالم مولانا بشیر احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم (حال مقیم نیوزلینڈ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ وسیع النظر عالم تھے۔ آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں سحبان الہند حضرت

مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے برما (رنگون) کا سفر کیا' وہاں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا نے حضرت مفتی صاحب سے فرمایا کہ: میں احادیث قدسیہ سے متعلق کتابوں کی تلاش کر رہا ہوں، میرا ارادہ ہے کہ آسان اردو زبان میں احادیث قدسیہ کا ترجمہ کردوں، تاکہ عام مسلمانوں کے لئے مفید و نافع ہو اور میرے لئے نجات آخرت کا سبب اور باقیات الصالحات کا موجب ہو، اس پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے وقت کے سحبان الہند سے فرمایا کہ حیدر آباد کی مجلس دائرۃ المعارف سے علامہ محمد مدنی کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، کتاب کا نام ''الا تحاف السنية بالاحاديث القدسية '' ہے۔ آپ نے حضرت سحبان الہند کو اس کتاب کی طرف توجہ دلائی۔ سفر سے واپسی پر حضرت سحبان الہند نے یہ مبارک کتاب حاصل کی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ مبارک کتاب احادیث قدسیہ کے سلسلے میں بڑی جامع اور مکمل ہے......سوچئے کہ حضرت مفتی صاحب کا مطالعہ کتنا وسیع ہوگا''۔

مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ نے جو واقعہ ذکر فرمایا ہے' اس کا مختصر تذکرہ خود حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب نے بھی کیا ہے۔ موصوف نے احادیث قدسیہ کے اس مجموعہ کا نام ''خدا کی باتیں'' تجویز فرمایا۔ مولانا کی وہ تصنیف ہندوستان سے چھپی تھی' بعد میں مکتبہ رشیدیہ پاکستان نے اس کو طبع کیا۔ اس کی تمہید میں مولانا رقمطراز ہیں:

''ایک عرصہ سے میں یہ خیال کر رہا تھا کہ احادیث قدسیہ کا ترجمہ سہل اردو زبان میں کر دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کے لئے مفید اور نافع ہو' میرے لئے نجاتِ آخرت کا سبب اور باقیات الصالحات کا موجب ہو۔ احادیث قدسیہ کے سلسلے میں' میں نے کتابوں کی تلاش شروع کی، حسن اتفاق سے مجھے ایک کتاب ''خطيرة التقديس وذخيرة التانيس ''

دستیاب ہوئی......ابھی میری جستجو کا سلسلہ جاری تھا کہ: ۱۹۳۸ء میں برما کا سفر پیش آ گیا اور رنگون میں تقریباً دو ماہ رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اپنے مخلص دوست حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب امام وخطیب سورتی جامع مسجد سے اپنے ارادے کا اظہار کیا' انہوں نے مجھے ایک اور کتاب کی جانب توجہ دلائی، جو حیدرآباد مجلس دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی ہے، اور علامہ محمد مدنی کی تصنیف ہے، کتاب کا نام ''الا تحاف السنیہ بالاحادیث القدسیہ'' ہے۔ میں نے برما سے واپسی پر ہندوستان آکر اس کتاب کو حاصل کیا' اس کتاب کو احادیث قدسیہ کے سلسلے میں جامع اور مکمل پایا''۔ (خدا کی باتیں ص ۳)

میرے والد محترم زید مجدہ نے ایک گرامی نامہ میں حضرت کے مختصر معمولات تحریر فرمائے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب کا معمول صبح نو دس بجے سے دوپہر بارہ بجے تک اور بعد ظہر عصر تک مطالعہ کا تھا۔ یوں تو مولانا تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ وغیرہ ہر فن کی کتابیں مطالعہ فرماتے، مگر تصوف کی بابت ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی کتابیں (تصوف کی) میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں اور انشاء اللہ بشرط صحت وقوت مرتے دم تک مطالعہ میں رہیں گی، چندروز کے لئے مستعار بھیج رہا ہوں''۔

کتابوں کی حفاظت

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو اپنی کتابوں کی بڑی فکر رہتی، عاریۃً دوسرے حضرات کو برائے مطالعہ مرحمت فرماتے، مگر ساتھ ہی ساتھ خیال رہتا کہ وہ کتاب واپس آئی یا نہیں؟۔

ایک صاحب قیام رنگون کے دوران ایک کتاب لے گئے' پھر موریشش اپنے وطن چلے گئے، آپ کو اس کتاب کی فکر تھی، مولانا عبدالحئ بسم اللہ صاحب جب موریشش جاتے وقت

رخصتی مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ: فلاں صاحب میری کتاب لے گئے ہیں، اس کی تحقیق کرنا۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب تعزیت نامہ لکھتے ہیں:

''والد بزرگوار کو اپنی کتابوں کی ہمیشہ فکر رہتی تھی، گو دیکھنے کے لئے ضرور دیتے مگر جب تک واپس نہیں کی جاتی ہمیشہ یاد دلاتے رہتے''۔

عربی ادب میں حضرت مفتی صاحب کی مہارت

اسلامی علوم وفنون میں عربی ادب کو خاص اہمیت وعظمت حاصل ہے، اور کیوں نہ ہو؟ کتاب اللہ عربی ادب کا عظیم شاہ کار، احادیث نبویہ کی فہم کا اسی علم پر دار ومدار۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے امت نے ہر زمانے میں اس علم کی تحصیل واشاعت میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

مفتی صاحب کو عربی ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ کتابت وخطابت دونوں میں قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی تحریر وتقریر میں سلاست وروانی تھی۔

میں نے اپنے بڑوں سے بارہا سنا کہ علماء ڈابھیل میں خصوصاً حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری جب لاجپور تشریف لاتے اور مفتی صاحب سے ملاقات فرماتے تو عامۃً ان حضرات کی گفتگو عربی ہی میں ہوتی، اور بلا تامل وجھجک گھنٹوں یہ سلسلہ رہتا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا کو زبان عربی سے کتنا لگاؤ تھا۔

عربی تحریر بھی جاذب اور پر کشش، مقفیٰ عبارات سے بھری ہوتی تھی۔ پڑھنے والا اپنے دل پر تأثر لئے بغیر نہ رہتا۔

مولانا کی عربی تحریرات کے چند نمونہ ملاحظہ فرمائیے! اولا مولانا کی چاروں تصنیفات کے خطبات درج ذیل ہے۔

خطبہ ''ارکان اسلام''

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تصنیف ''ارکان اسلام'' کی ابتداء جس خطبہ سے کی ہے وہ یہ ہے:

'' الحمدللّٰه الذی فضل رسولنا محمد صلی الله علیه وسلم علی کافة الانام ، واعزنا ببرکة حبیبه بالایمان والاسلام ، وشرفنا بهدایته الی شعاردینه الاسلام ، ونورقلوبنا بنور الایمان وعقائد الاسلام ، واسس بنیانه باساس الدین وارکان الاسلام ، وعرفنا بمافیه الاوامروالنواهی من الاحکام ، وعلمنا العلم لنتمیز بین الحلال والحرام ، ووفقنا ان نختار الحلال ونجتنب الحرام ، ومنّ علینا ببعث حبیبه ذی الرأفة والرحمة بالفضل والانعام ، صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه نجوم سماء الشرع ومصابیح الظلام ''

خطبہ ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین''

الحمد للّٰه الذی اکمل لنا الدین ، والصلوٰة والسلام علی من ارشدنا الی تعلیم الدین ، وعلی آله وصحبه ومحبیه نجوم سماء الدین ، وبعد فیقول العبد الضعیف الملتجی الی رحمة ربه الصمد المسکین مرغوب احمد ابن سلیمان اللاجفوری السورتی غفراللّٰه له ولوالدیه ولاخیه ولاساتذته الکرام ،

ان هذه اربعون حدیثاً مسندة بالسند الصحیح الی النبی صلی الله علیه وسلم کلهامرویة بروایة الامامین الهمامین البخاری ومسلم فی صحیحیهما جمعتها ، ولنفع المسلمین ترجمتها ، وبالفوائد الضروریة المفیدة ، وجمع الاربعین فی تعلیم الدین سمیتها ، رجاء ان یجعلنی اللّٰه تعالی عاملاً بمافیه من الاحکام فی الدنیا ، ویحشر فقیها عالما فی العقبی ، ویکون لی صاحب الشفاعة صلی الله علیه وسلم

شهيداً على ايماني وشافعاً لرضوانه الاسنى ، لقوله عليه افضل الصلوات واكمل التحيات : " من حفظ على امتى اربعين حديثاً من امردينها بعثه اللّٰه يوم القيامة فى زمرة الفقهاء و العلماء ، وكنت له يوم القيامة شافعاً و شهيداً " وما توفيقى الا باللّٰه عليه توكلت واليه انيب ،

خطبہ "سفينة النجات فى ذكر مناقب السادات"

الحمد للّٰه الذى خلق الانسان فى احسن تقويم ، ورفع شانه بالاصطفاء والتكريم اودع فيه نعوتا وفضائل ' وجعله شعوباً وقبائل ، ثم اصطفى محمداًصلى الله عليه وسلم وانتخبه من اشرف القبائل، وزينه باكمل الفضائل ، وفضله على كافة الخلق اجمعين ، وارسله فى آخر الدهر رحمة للعالمين ، وصل نسبه وسببه فى الدنيا والدين ، حتى لاينقطع بنص الحديث الى يوم الدين ، وشرف من ذريته بنى فاطمه وجعلهم مفاتيح الرحمة وامناء الامة ، اوجب اللّٰه على عباده مودتهم ، وجعل ركن الايمان محبتهم ، اذهب عنهم الرجس فطهرهم تطهيرا ، واختار هم لشفاعة يوم كان شره مستطيراً ،

احمده واشكره واتوب اللّٰه رغباورهبا ، حمدا ابلغ به من فضله الواسع شرفا ورشدا ، واشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لاشريك له شهادة تكون للنجاة سفينة وللغفران سبيلاً ، واشهد ان سيدنا ونبينا وشفيعنا ومولانا محمداً عبده و رسوله المجتبى اشرف البرية حسبا واطهرهم نسبا ' صلى اللّٰه عليه وعلى آله السادة النجباء ، واصحابه الذين سادوا الخليقة عجما و عربا ،

خطبہ "توحيد الاسلام"

الحمد للّٰه الواجب الوجود المبدئ المعيد ، المتوحد فى كبريائه من

غیـرتـکییف ولا تحدید ، والصلوٰۃ و السلام علی صاحب المعجزۃ والامر الرشید ، سیـدنـا و مـولانـا محمد کوکب الشریعۃ الاسلامیۃ و مفتاح خزائن العلوم الربانیۃ ، وعـلـی اٰلـہ نجوم الھدی واصحابہ مصابیح الاھتداء ، کلما ذکرہ الذاکرون و غفل عن ذکرہ الغافلون ،

حضرت مفتی صاحب کی چند عربی تقاریظ

راقم الحروف کو تین مختلف کتابوں پر مولانا کی عربی تقاریظ ملیں، ان کو دیکھ کر مولانا کا ادبی مقام کیا تھا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

التقریظ

علی الکتاب المسمی ب”جواھر الحسان فی قواعد علم البیان “

العلامہ الاوجد مولانا المولوی مرغوب احمدحفظہ اللّٰہ

الـحـمـد للّٰہ وحدہ ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ، وعلی اٰلہ و صحبہ الذین نالوا من شرف صحبتہ شرفہ و مجدہ ،

وبـعـد : فـانـی فی ھذہ الایام طالعت کراسۃ وجیزۃ تسمٰی بالجواھر الحسان فی قـواعـد عـلـم البیـان ، فـوجـدتھا مع وجازتھا لمسائل المعانی کافلۃ ولدقائق البیان حـافـلـۃ ، فـلـعمری ھذہ کراسۃ نفیسۃ وعجالۃ مفیدۃ ‘ نسجھا الفاضل البلیغ بنسج رقیـق وصـنـعھـا الـکامل الفصیح بصنع انیق ‘ کیف لا وھی للعلامۃ العارف بالکنایۃ والـصـراحۃ الـغـارف مـن خـضارۃ البلاغۃ ‘ والصناعۃ ‘ المحدث ‘ الفقیہ ‘ والاستاذ الـنـبیـل الـفـاضـل الامـجـد مـولانـا السیـد مـحـمدسعید ابن العلامۃ السید احمد الـخـضـراوی الـمـکی المدرس بالمسجد الحرام ، جعل اللّٰہ سعیہ مشکوراً وعملہ

مبروراً وجعله خالصاً لوجه الله الكريم بجاه النبى الامين ،

حرره الراجى عفو ربه الصمد المدعو مرغوب احمد اللاجفورى السورتى الناظم للمدرسة المعلمية فى رنگون(برهما) ٢٧/رمضان المبارک ١٣٤٥ھ

التقريظ على" معالم السعادة "

العلامة الفهامة ،البحر المتلاطم امواجه ، والامام الذاخر المتضلع من علمى المعقول والمنقول النيرة نجاجة ، صاحب التدقيقات العجيبة ، والتحقيقات الغربية ، والمجد الاوحد ، حضرة المفضال ، مولانا الاستاذ الشيخ مرغوب احمد متعنا الله ببقائه آمين

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلياومسلما

بعد : فقد رأيت هذا الكتاب المستطاب ' فاذا هو فى هذا الباب فصل الخطاب، اورد فيه المصنف العلام للمعقولات العشرة تحقيقاً عجيبا و تدقيقا غريبا ، فرفع عن وجوه اسرارها الجلباب وكشف عن خدود فرائدها النقاب ، وشرح مغلقا تها واوضح مجملا تها ، ولعمرى هى درة يتيمة وفريدة غالية القيمة مباحثها لطيفة غاية اللطافة ، ومطالبها متينة نهاية المتانة ، كيف لا وقد صدرت ممن له فضل وتبحر متوارث كابرا عن كابر ، فجزاه الله عنا وعن المستفيدين خيرالجزاء ،

وانا المفتقرالراجى عفوربه الصمد المدعو

بمرغوب احمد اللاجفورى السورتى غفرالله له ولوالديه ولمشائخه الكرام ،

الخادم بمدرسة التعليم الدين المعلمية فى رنكون ، شوال ١٣٤٦ھ

التقريظ على رسالة ”روضة الادب“

قال الفاضل الاديب مولانا مرغوب احمد اللاجفورى السورتى

انى رأيت فى هذه الايام ، رسالة تسمى ب” روضة الادب فى تسهيل كلام العرب “ للعالم اللبيب مولانا مشتاق احمد اعلاه الصمد ، فطالعتها وتصفحتها وامعنت النظر فيها ، فوجد تها روضة فيها الحياض وحوزة فيها الرياض ، مشتملة على الفوائد العديدة ، ومحتوية على الفرائد اللغوية ، جامعة للفوائد الادبية ، كافية للقواعد النحوية ، ولعمرى هذه رسالة عجيبة مفيدة ، لطيفة نفيسة فريدة علمية طريفة ظريفة بديعة ، تحتوى على اساليب مفيدة ، جميلة تشتمل على الفوائد العجبية ، ولقد صنفت لغرض صحيح وامر نجيح ، وهو ان يسهل على الطالبين مبانى القرآن المجيد ، ييسرعلى الراغبين معانى الفرقان الحميد ، فحرية ان تقرأ فى الدرجات الابتدائية وجديرة ' بان تدخل فى المكاتب والدروس النظامية ، وقد اتفقت على استحسانها آراء العلماء الكرام و الفضلاء العظام من المدرسين والمؤدبين وذوى الاحلام ، والمعلمين المفتين الفخام ، فبشرى لكم ايها الطلاب ! وطوبى لكم يا اولى الالباب ! بادروا الى اشتراء هذا الكتاب ، وشمروا الجد الى تحصيل هذا العجب العجاب ، الذى بذل المؤلف فى ترتيبه وتهذيبه غاية الجهد ، و قاسى فى تاليفه و تصنيفه نهاية الكد ، فارجو من اللّٰه ان يجعل سعيه مشكورا وعمله مقبولا ، جزاه اللّٰه فى الدارين خيراً

وقاه اللّٰه فى الكونين ضيراً

آمين

حضرت مفتی صاحب اور اشعار

کسی شخص کے علمی وادبی ذوق کا اندازہ اس کے اپنے اشعار سے یا دوسرے شعراء کے اشعار جن کو وہ عام طور پر تقریر وتحریر میں استعمال کرتا ہو، سے بھی ہوتا ہے۔

انسان کے فضائل وکمالات کا ایک حصہ شعروشاعری بھی ہے، اس سے ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''ان من الشعر لحکمة ''یعنی بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، کعب بن مالک، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شعرگوئی میں مشہور تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿والشعراء یتبعهم الغاون﴾ [1] نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم جو شعراء صحابہ میں مشہور ہیں روتے ہوئے خدمت نبوی میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ہمارا شمار بھی شعراء میں ہے، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: آیت کے آخری حصہ کو پڑھو۔ مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بیہودہ اور غلط مقصد کے لئے نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا ہر شعر شریعت کی نگاہ میں معیوب نہیں، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی اشعار کی طرف متوجہ نہ ہوتے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیشمار اشعار منقول ہیں۔

مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے کوفہ سے بصرہ تک حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا اور ہر منزل پر وہ شعر سناتے تھے۔ (معارف القرآن)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب زور کا بخار آتا تو یہ شعر پڑھتے ؂

[1]...... اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ (ترجمہ از: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

کل امرء مصبح فی اھلہ　　والموت ادنی من شراک نعلہ

ہر شخص اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے، اور موت اس سے اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار سے جب ذرا سکون ہوتا تو بآواز بلند یہ شعر پڑھتے ۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ　　بواد وحولی اذخر وجلیل

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ　　وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

کاش معلوم ہوتا کہ میں کوئی شب اب مکہ کی وادی میں بسر کروں گا، اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی گھاسیں ہوں گی۔

یا مجنہ کے چشمہ پر میرا ابھی گذر ہوگا، اور کیا شامہ اور طفل کی پہاڑیاں اب مجھے کبھی نظر آئیں گی؟

حضرت عامر بن فہیرہ سے خیریت پوچھی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا ۔

انی وجدت الموت قبل ذوقہ　　ان الجبان حتفہ من فوقہ

میں نے موت کو اس کا مزہ چکھنے سے پہلے پالیا، نامرد کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔ (سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: ص ۲۵۲، مطبوعہ: مکتبہ مدینہ لاہور)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شعر کہا کرتی تھیں۔ (معارف القرآن)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ: مدینہ منورہ کے فقہاء عشرہ جو اپنے علم وفضل میں معروف ہیں، ان میں سے عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور قادر الکلام شاعر تھے۔

معلوم ہوا کہ شاعری میں فی ذاتہ کوئی قباحت نہیں۔ جن روایات میں شعر وشاعری کی

مذمت مذکور ہے‘ان سے وہ اشعار مراد ہیں‘ جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا جھوٹ یا لوگوں پر طعن وتشنیع یا کسی انسان کی مذمت اور توہین یا فحش کلامی وغیرہ مضامین ہوں،اور یہ کچھ شعر کے ساتھ مخصوص نہیں جو نثر کلام مشتمل مضامین مذکورہ ہو وہ بھی حرام و نا جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ’’ادب المفرد‘‘ (کے باب الشعر) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے: ’’الشعر منه حسن و منه قبيح ‘‘بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے ہوتے ہیں۔’’ خذ بالحسن و دع القبائح ‘‘ اچھے لے لو اور برے چھوڑ دو۔

قرطبی نے لکھا ہے کہ: ابو عمر نے فرمایا ہے کہ: اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہل علم اور اہل عقل میں کوئی برا نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اکابر صحابہ جو دین کے مقتدا ہیں‘ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے اشعار نہ پڑھے یا سنے ہوں اور پسند کیا ہوں۔(معارف القرآن ص۵۴۲،ج۶،سورہ شعراء کا آخری حصہ)

یہ اکثر تفصیل معارف القرآن ہی سے ماخوذ ہے’’شریعت اسلام میں شعر و شاعری کا درجہ‘‘ کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب نے اس موضوع پر خوب تفصیل لکھی ہے۔

صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب کے اپنے اشعار تو مجھے زیادہ نہ ملے،مگر آپ کی تحریرات میں جا بجا عربی‘ فارسی‘اردو اشعار بہت کثرت سے موجود ہیں۔یہاں صرف حضرت کے اشعار نقل کرتا ہوں۔

حضرت کے اشعار

قطعہ تاریخ طبع بر کتاب ’’ذخیرۃ العلوم‘‘

مفتی صاحب نے اپنے اس قطعہ پر درج ذیل تحریر قم فرمائی ہے:

قطعۂ تاریخ طبع کتاب از: فکر فاتر و ذہن قاصر بندہ

مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذتہ الکرام ؎

زہے معدن علم و ذہن و ذکا ــــ چو مولائے ما حضرت احمد میاں
کتابے نوشتہ عجیب و غریب ــــ کہ جملہ مطالب بہ برہان وعیاں
چو موسوم شد با ذخیرہ علوم ــــ دریں سر زمین و بعالم میاں
پئے سال ہجری و تاریخ طبع ــــ مرا فکر بسیار بود زماں
ندا آمد از غیب مرغوب را ــــ کہ سرمایۂ غیب سالش بداں

۱۳ ھ ۲۸

قطعہ تاریخ طبع بر کتاب ''ہدیۃ الجلیس ترجمہ عقد النفیس''

حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس قطعہ پر یہ عبارت تحریر فرمائی ہے:

قطعہ تاریخ طبع کتاب از نتیجہ طبع افکار دل افگار بندہ

مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذتہ الکرام ؎

زہے معدن علم احمد میاں ــــ بمعقول و منقول عالی مراتب
زہے منبع فضل و جامع فضائل ــــ علو عقل ذی رائے و الا مناقب
کتابے نوشتہ عجب خوب و خوشتر ــــ بہ رائے زریں و بہ افکار صائب
شدہ چاپ ایں دفتر علم و حکمت ــــ جدا از نقائص بری از عوائب
بہ ہاتف سن طبع مرغوب پرسید ــــ زرضوان نداشد بلاریب رائب
کہ سال طبع ہست چشمۂ شریعت ــــ زتصنیف اوستاذی والا مناصب
الٰہی ازیں چشمہ سیراب گردن ــــ ہمہ خلق عالم و عالم مغائب

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ''سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات''

کے آخر میں اپنے دو اشعار تحریر فرمائے ہیں:ـــ

دارم گنہے ز قطرہ باراں بیش و زشرم گنہ افگندہ ام در پیش
ناگاہ ندا شد کہ مترس اے مرغوب مادر خور کنیم تو در خورا پیش

ان کے علاوہ حضرت کے کوئی اشعار نہ مل سکے۔

اوصاف وکمالات......تواضع

مولانا خود بزرگ تھے اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے، محبت اکابر کی برکت تھی کہ باوجود مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر فائز ہونے کے انتہائی متواضع تھے۔ ذاکر وشاغل تھے۔ تہجد کا اہتمام تھا۔ زندگی دینی خدمات میں گذاردی مگر تواضع کے ساتھ۔ بیماری کے زمانہ میں منادی صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’فقیر کا دور اخیر ہے، جو وقت گذر رہا ہے وہ غنیمت ہے، لیکن غفلت میں گذر رہا ہے، ضعف وناتوانی نے بے کار کردیا ہے کسی کام کا نہیں‘ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ عارف اکبرالہ آبادی کے ایک شعر کا صحیح مصداق ہوں ـــ

زندہ رہا تو کچھ کرنہ سکا اور بیمار پڑا تو مرنہ سکا

اصاغر کی حوصلہ افزائی

ہمارے سارے ہی اسلاف میں صفت تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس لئے ہر وقت اپنی فکر رہتی تھی، فنائیت کے اعلی مقام پر تھے، بڑائی اور خود بینی سے ہمیشہ دور رہے۔ان کے اوصاف میں یہ بات بھی بطور خاص پائی جاتی تھی کہ اپنے سے بڑوں کی وقعت تو دل میں تھی ہی، اصاغر کی حوصلہ افزائی‘ ان کو آگے بڑھانا وغیرہ صفات جو اس زمانہ میں نایاب ہوتی جارہی ہیں، ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضرت مفتی صاحب بھی اصاغر کی حوصلہ افزائی میں بالکل اس شعر کے مصداق تھے ؎

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا　　　خاکساری اپنی کام آئی بہت

مولانا بشیر احمد دیوان صاحب لاجپوری مدظلہ نے مولانا کی اس صفت کو خوب لکھا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

’’ایک مرتبہ اس سیاہ کار نے نماز عید الفطر سے قبل بڑے جوش وجذبہ سے تقریر کی، قرآن مجید کی آیات مبارکہ: ﴿ **فاما من طغی و اثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ** ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک خاص جذبہ کے ساتھ اس کا شان نزول بیان کیا، الحمد للہ مجمع بڑا متأثر ہوا۔ حضرت مفتی صاحب بھی موجود تھے۔ نماز کے بعد ملاقات کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بستی کے اور کفلیتہ کے علماء کرام ودیگر حضرات موجود تھے، یہ عاجز سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوا، تو دیکھتے ہی چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا، میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، بڑی محبت سے ہاتھ پکڑ لیا، بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے، پھر فرمایا: آج آپ کی تقریر سن کر بڑی خوشی ہوئی، سبحان اللہ، ماشاء اللہ، جزاک اللہ، انداز بیان بہت ہی دلکش تھا، پھر فرمایا کہ آیتوں کا شان نزول کہاں پڑھا؟ میں نے ادب سے عرض کیا: حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تفسیر ’’فتح العزیز‘‘ (تفسیر عزیزی) میں، بڑے خوش ہوئے بہت مبارک باد دی۔ آج ایک مدت کے بعد اس واقعہ کو سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیا مبارک زمانہ تھا، جب ہمارے اسلاف اپنے چھوٹوں کی علمی ترقی کے کیسے خواہشمند ہوتے تھے، ورنہ یہ عاجز تو اس وقت بھی ایک طالب علم تھا اور آج بھی طالب علم ہی ہے، لیکن طبقۂ علماء میں یہ اعلیٰ صفات مشکل ہی سے نظر آئیں گی‘‘۔

اسی طرح ہر کام کرنے والوں کی آپ حوصلہ افزائی فرماتے۔سید منادی صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’آپ کے مسلم گجرات کے مضامین اور خصوصی آرٹیکل آپ کے زوردار قلم کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہوں، خدا آپ کی دینی وملی وقومی وسماجی خدمت میں برکت دے آمین‘‘۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کی وفات پر منادی صاحب نے اپنے اخبار میں ایک مضمون لکھا،اس پر ان کو مبارک باد دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کے متعلق تأثرات‘ مرحوم کی دینی وملی‘ قومی ملکی‘ ظاہری وباطنی جدوجہد وفیوض وبرکات کے متعلق نہایت گہرائی میں اتر کر ظاہر فرمائے ہیں۔اتنا جامع ودقیق مضمون میری نظر سے کہیں نہیں گذرا۔جملہ جملہ سے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کا صحیح موقف اور حسن عقیدت کا پتہ لگتا ہے، جزاکم اللہ۔

مدارس دینیہ سے آپ کو گہری محبت تھی، اس لئے مدارس کی ترقی پر بہت خوش ہوتے اور اہل مدرسہ کی حوصلہ افزائی فرماتے۔حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کو ایک مکتوب میں مبارک باد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ایک خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ امسال اللہ کے فضل وکرم سے اور آپ کی مخلص سعی وجدوجہد سے بنسبت اور مدارس کے متعدد طلبہ کی ایک خاصی جماعت نے دورۂ حدیث شریف پڑھا و دیگر درسی کتابوں کی تکمیل کی،اس بنا پر یہ خادم الطلبہ آپ کی خدمت میں اور مدرسین کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتہذیب پیش کرتا ہے۔

جب سے دارالعلوم کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں آیا ہے، الحمدللہ بہت کافی ترقی کر رہا ہے‘ اللہ مزید ترقی عطا فرمائے،اور فارغ شدہ علماء وحفاظ کو مسلمانوں کے لئے رشد وہدایت

کا ذریعہ بنائے ،اور تا قیامت آپ کے اور آپ کے مرحوم بزرگوں کے نامۂ اعمال میں درجات مندرج ہوتے رہیں۔اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی جدوجہد کو قبول فرمائے ،الشکر للہ، کہ جناب نے اور جناب کے محترم برادران نے دارالعلوم کی خدمت کے لئے زندگی وقف کردی ہے''۔

اکابرواہل علم کی قدردانی اورشفقت وتعلق

حضرت مفتی صاحب کے کمالات میں ایک نمایاں وصف اہل علم کی قدردانی اور مشائخ کے ساتھ وفاشعاری کا بھی تھا۔ اپنے اساتذہ وذی علم رفقاء کے علمی وعملی حالات کی اشاعت اور علمی دنیامیں ان کے تعارف کا جذبہ دل میں لگا رہتا تھا،اس لئے آپ نے اپنے رفقاء واساتذہ کے حالات تحریرفرمائے ہیں،اور باصلاحیت علماء سے اس کی درخواست فرماتے رہیں کہ کوئی گجرات کے مشائخ کے حالات کی جمع وترتیب پر کام کرے۔

اپنے استاذ مولانا احمد میاں صاحب کی تصنیفات کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کے لئے بے چین تھے، چنانچہ آپ نے مرحوم استاذ محترم کی تصنیفات''فاتحة العلوم ' هدية الجليس ترجمه عقد النفيس ' ذخيرة العلوم ' توجيه العنان الى ان ابوى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الجنان ' دليل الطالب الى مناهج المطالب ''اور حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ کی''فوائدالصوفیہ''کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔حضرت استاذ مرحوم کی کتابوں کی اشاعت کا زمانہ تھا کہ اپنے استاذ مرحوم کی خواب میں زیارت ہوئی اس واقعہ کی تفصیل مولانا کی قلم سے پڑھئے! آپ رقمطراز ہیں:

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے راقم الحروف بندہ مرغوب احمد لاجپوری کے

قلب پر خاص شہر دہلی مدرسہ (مولوی) عبدالرب (صاحب، دہلی) مرحوم میں ایک دن خوش کن غیبی بشارت ظاہر فرمائی، جسے بطور تحدیث نعمت ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

اثنائے زمانہ طبع کتاب میں استاذی المرحوم جناب مولوی احمد میاں صاحب عالم رویاء میں تشریف لائے۔آپ نہایت بشاش اور شاداں وفرحاں تھے اور نہایت بے تکلفی سے مثل ان دو صادق الودود دوستوں کے جو ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ دیئے ہوئے چلتے ہیں، میری گردن میں ہاتھ دے کر تھوڑی دیر چلے اور فرمایا کہ دوست تم نے مجھے زندہ کردیا، انتہی'

اس خواب کے ذریعہ استاذ کے ساتھ وفا شعاری پر خواب میں بشارت بھی دیدی گئی۔

اہل علم کے ساتھ شفقت ومحبت کا وہ معاملہ فرماتے کہ ایک مرتبہ مولانا سے ملنے والا آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔تعزیتی مکتوبات میں کئی حضرات نے آپ کی شفقت کا ذکر فرمایا ہے۔مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی (خلیفہ حضرت شیخ رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں:

''علامہ مرحوم اس سیاہ کار پر بہت شفقت فرماتے تھے، ناکارہ کے لئے بہت دعا فرماتے تھے''۔

حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب نے مرحوم کی شفقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:''مرحوم کو اس ناچیز سے بہت محبت تھی''۔

حضرت مولانا انوار الحسن ہاشمی مبلغ دارالعلوم تحریر فرماتے ہیں:

''جب بھی حضرت سے ملا ان کی قدر وعظمت کا اثر میرے قلب پر بڑھتا ہی گیا، واقعی گجرات سے برکات کا ایک خزانہ اٹھ گیا''۔

تعزیتی خطوط میں ایک خط بغیر نام کا ہے، خط پر مہر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خط جلال آباد کا ہے اس میں مرسل صاحب لکھتے ہیں:

’’انتقال پرملال کا کارڈ ملا، اس قدر صدمہ جو میرے باپ کے مرنے سے ہوتا مولانا کے انتقال سے ہوا، میرے اوپر مرحوم کے وہ احسانات ہیں جن کو میں تا قیامت نہیں بھول سکتا، اور نہ بدلہ دینے کے قابل ہوں کہ کچھ بدلہ ہی دوں‘‘۔

اہل علم کی قدر دانی کا اندازہ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک گرامی نامہ سے لگایا جا سکتا ہے، جو موصوف نے مفتی صاحب کے ساتھ دو ماہ قیام رنگون سے واپسی پر تحریر فرمایا۔

مکتوب گرامی، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ

مؤرخہ: ۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء

کشمیری دروازہ دہلی

محبّ محترم مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب دام فیضہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

یہ ایک ایسے بے مروت ناکارہ انسان کا خط ہے‘ جو دو ماہ تک آپ کے سایۂ عاطفت میں‘ آپ کی محبت اور مہربانیوں کا مورد رہ کر بھی ایک مہینہ کے طویل عرصہ کے بعد آپ کو خط لکھنے بیٹھا ہے، بہت ممکن ہے کہ آپ جوش غضب (جو بجا ہوگا) میں اسے پڑھنا بھی پسند نہ کریں‘ اور پڑھنے سے پہلے ہی چاک کر دیں، لیکن نہیں مجھے آپ کی بے حد مہربانی سے جو میرے اوپر مبذول فرماتے تھے اس کا خوف نہیں ہے۔

آپ اس خط کو پڑھیں گے اور یہ پرچہ بھی آپ کے اس لطف وکرم سے محروم نہ رہے گا، جس سے اس کا لکھنے والا ابھی تک مالا مال ہے۔

اچھا سنئے! واقعہ یہ ہے کہ آپ کی شب و روز کی مسافرنوازی اور محبت کا دل ودماغ

پر ایسا گہرا نقش بیٹھا کہ ہر وقت وہی محبت اور پر لطف منظر پیش نظر رہا ہے، یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ آپ سے جدائی ہوگئی ہے، اور خط لکھنے کی حاجت ہے، یہ شاعری نہیں ہے بلکہ آپ کے کرم و لطف نے از سرتا پا بلکہ رونگٹا رونگٹا رشتۂ احسان مندی میں باندھ لیا ہے، میں تو یوں حیران ہوں کہ جب میرے جیسے ناکارہ ناقابل التفات شخص کے ساتھ آپ نے یہ لطف اور حسن سلوک فرمایا تو مستحقین التفات کو کس قدر مورد افضال بے پایاں فرماتے ہوں گے۔ بہر حال آپ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مکافات میں میری طرف سے کیا ہوسکتا ہے۔ ؎

از دست گدائے بے توانا ید ہیچ　　جز آنکہ بصدق دل دعائے کند

اللہ تعالیٰ آپ کو بایں لطف و کرم تادیر اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور دینی و دنیوی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔ آپ کا مخلص شکر گزار

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

اہل علم کی قدر دانی کا ایک عجیب واقعہ

حضرت مفتی صاحب کے دل میں اہل علم کا کیا مقام تھا' اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے جو ''سوانح نذیری'' یعنی مولانا محمد نذیر میاں صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات میں مرقوم ہے۔ صاحب سوانح نذیری رقمطراز ہیں:

''حضرت مولانا بزرگ صاحب مہتمم جامعہ ڈابھیل بھی آپ کے مخلص احباب میں سے تھے، اور مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مولانا بزرگ صاحب کے بعد کے مہتمم بھی آپ کے خاص رفیق تھے، لہذا حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب نے حضرت مولانا کو بہت ہی اصرار کے ساتھ ڈابھیل آنے کی دعوت دی، مولانا نے ضعف کی بنا پر مجبوری

کا اظہار فرمایا، لیکن مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے کچھ اس قسم کا اصرار کیا جس کی بنا پر آپ کو ڈابھیل جانا پڑا، آپ کے دوست اور پڑھنے کے زمانہ کے ساتھی مولانا مرغوب احمد صاحب کے پرخلوص اصرار سے حضرت مولانا ڈابھیل تشریف لے گئے، لہذا: ۸ر تاریخ ماہ شعبان: ۱۳۷۴ھ کو پالنپور سے روانہ ہوکر: ۹ر تاریخ کو مرولی اسٹیشن پر اترے اور وہاں سے چونکہ آپ موٹر میں نہیں بیٹھا کرتے تھے، اس لئے آپ کے لئے گھوڑا گاڑی کا انتظام کیا گیا تھا، آپ کے ہمراہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد یوسف صاحب رفیق سفر تھے، آپ سملک میں مولانا محمد میاں صاحب افریقی کے چچا محترم کے ہاں غالباً ٹھہرے۔ آپ کے ان سے قدیمی مراسم تھے، مولانا عبدالحق میاں صاحب کے والدین سے اور مولانا سعید بزرگ صاحب کے گھرانہ سے، ان حضرات کے سوائے اور بھی لوگوں سے حضرت مولانا کے گہرے تعلقات تھے، جس کی بناء پر آپ کی آمد سے تمام پرانے احباب بہت خوش ہوئے اور پالنپوری طلبہ بھی اس وقت اسٹیشن سے آتے وقت راستے میں حضرت کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تھے اور مولوی محمد حنیف صاحب سیندھنی والے اسی سال ڈابھیل سے فارغ ہوئے، مولانا کے ہاتھ سے ان کی دستار بندی ہوئی تھی۔ بہرحال اس کے بعد حضرت مولانا ڈابھیل تشریف لے گئے، دستار بندی کے جلسہ میں شرکت کی اور آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ تک وعظ فرمایا، جلسہ کے اختتام کے بعد ایک ہفتہ اس علاقے میں آپ کا قیام رہا، اور اس درمیان میں حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب' حضرت مولانا محمد نذیر صاحب کو اپنے گھر لاجپور لے گئے۔ مولانا مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج اور بے تکلف انسان تھے، بہت سی باتیں خوش طبعی اور مزاح کی فرمایا کرتے، تو حضرت مولانا نے فرمایا: مرغوب احمد صاحب! آپ

تواب بھی ویسے ہی ہو۔ بہرحال مگر حضرت مولانا کا احترام بہت کرتے اور آپ کے دل میں مولانا کی بے حد عظمت تھی، جس کی بنا پر آپ جب کھانے بیٹھے تو چونکہ مولانا ہمیشہ سالن بغیر مرچ کا کھایا کرتے تھے، لہذا حضرت مولانا نذیر صاحب کھا رہے تھے کہ اب پیالے میں کچھ تھوڑا باقی تھا کہ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب نے بڑی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر مولانا کا پیالہ کھینچا کہ فوراً مولانا نے پیالہ کو پکڑ لیا اور دونوں بزرگوں میں کھینچا تانی ہونے لگی، آخر بڑی تیزی سے مولانا مرغوب احمد صاحب اس پیالے کو لے کر اس میں جو کھانا تھا وہ بڑی تیزی سے صاف کر گئے اور مولانا مرغوب احمد صاحب کی آنکھ نمناک ہوگئی اور فرمانے لگے ہمارے جیسوں کو حضرت مولانا کا جھوٹا کہاں سے نصیب ہو؟ مولانا عبد الرحمٰن صاحب اور مولوی یوسف صاحب دونوں کو مخاطب فرما کر مولانا مرغوب احمد صاحب نے فرمایا کہ: حضرت مولانا نذیر صاحب کو کوئی جان نہیں سکتا کہ یہ کس درجہ کے آدمی ہیں؟ آپ نے اپنی ذات کو بہت پوشیدہ رکھا ہے اور بہت چھپایا ہے، ہم لوگ تو مولانا کے ہم سبق تھے، ہم نے ان جیسا متقی اور پرہیزگار اور حق گو اور عبادت گذار علم پر محنت کرنے والا آدمی نہیں پایا، ایسے برگزیدہ اشخاص ہیں کہاں؟ تم لوگ ان کے پاس رہتے ہو مگر ان کو سمجھنا مشکل ہے' یہ اپنا عمل اتنے پوشیدہ طریقہ سے کرتے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں دیتے، میں جانتا ہوں کہ ان کا کیا مرتبہ ہے اور یہ کیسی شخصیت ہے، ان کا جھوٹا مجھ جیسے کو کہاں نصیب ہو، یہ اتفاقی بات ہے کہ مجھے نصیب ہوگیا' یہ تو میں نے گستاخی کر کے لیا ہے' ورنہ حضرت مولانا کبھی بھی مجھے دیتے نہیں' اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے' اور کہا اب کہاں ایسے انسانوں سے ملاقات؟ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہماری ملاقات فرمادی، حضرت مولانا کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں ہے، تم سے ہوسکے اتنی خدمت مولانا کی

کرنا'اوران کی دعائیں لینا' یہ بڑی مبارک ہستی ہیں۔بہرحال بڑے توصیفی کلمات فرمائے اورحضرت مولانا کی بڑی خدمت کی،حضرت مولانا سے رخصت کے وقت آنکھیں بہہ پڑیں اورکچھ روز کے قیام کے بعدحضرت مولانا مراجعت فرمائے پالن پورہوئے۔حق تعالیٰ ہم لوگوں میں ان بزرگوں کی برکت سے نورپیدافرمادیں،اوردنیاوآخرت اللہ جل شانہ بنادیں،آمین ثم آمین۔

اکرام ضیف

مہمان کااکرام واعزازایمان کا خاصہ اورانسانیت وشرافت کااصلی تقاضہ ہے۔صحیح حدیث میں آیاہے''من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ''[۱] یعنی تم میں جو اللہ اوریوم آخرت پرایمان رکھتاہےاس کوچاہئے کہ وہ اپنے مہمان کااکرام کرے۔

اس حدیث پاک کی وجہ سے مشائخ اور بزرگوں کاشیوہ اکرام ضیف رہاہے۔حضرت مفتی صاحب کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی،دسترخوان کشادہ تھا۔حضرت والدصاحب مدظلہم نےمولانا کےحالات میں لکھاہے:

''مولانا انتہائی مہمان نوازاورکشادہ دست واقع ہوئے تھے۔علماءکرام اورمدارس سے متعلق جوکوئی بھی لاجپورآجائے وہ مولانا کامہمان ہوتا،مولانا پوری بشاشت کےساتھ ان کی تواضع فرماتے:'' ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء '' علامہ انورشاہ کشمیری اورعلماء دیوبندجوڈابھیل تشریف لاتے تھےکبھی کبھی لاجپورتشریف لاتےتومولانا ہی کے یہاں قیام ہوتا''۔مولانا بشیراحمدصاحب نےلکھاہے کہ:مولانا بڑےمہمان نوازتھے۔

---

[۱]......مسلم، باب الحث علی اکرام الجار والضیف ، الخ ، کتاب الایمان ، رقم الحدیث:۴۸۔

صلہ رحمی

قرآن پاک واحادیث مبارکہ میں صلہ رحمی کی ترغیب اوراس پر وعدے اورقطع رحمی کی ترہیب اوراس پر وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کوصلہ رحمی کا بڑا اہتمام اور پورا خیال رہتا تھا، ہراہل حاجت کی مدد حسب مراتب فرماتے تھے اور خاص کر رشتہ دار اعزہ واقارب کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔اکثر صبح کوناشتہ سے فراغت پراہل حاجت دوست احباب' اوررشتہ داروں کی خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے، ناداروں کی چھپ چھپ کر مدد فرماتے، کسی کے مکان پر خیر وعافیت کے لئے جاتے تو صاحب خانہ میں جو بڑا ہوتا اس کی اس طرح مدد کرتے کہ کسی کو پتہ تک نہ چلتا، اللّٰھم ارزقنا اتباعه،

سخاوت وفیاضی

سخاوت بھی انسانی اوصاف میں اعلیٰ صفت حمیدہ ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی کریم ﷺ کا تو ذکر ہی کیا' پورے عرب میں صفت سخاوت اس اعلیٰ درجہ پر تھی کہ کسی شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ اہل عرب کا حال یہ تھا ۔

لیس العار بان یقال فقیر ولکن العار ان یقال بخیل

فقیر کہے جانے میں کوئی شرم وحیانہیں' ہاں شرم کی بات یہ ہے کہ کوئی بخیل کہدے۔

مضمون کی مناسبت سے سخاوت اور بخل پر حضرت مفتی صاحب کی ایک تحریر ناظرین کی خدمت میں پیش کرکے آپ کی سخاوت کی متعلق کچھ لکھوں گا۔

عن ابی هريرة قال : قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم : مامن یوم یصبح فیه الا ملكان ینزلان فیقول احدهما : اللّٰهم اعط منفقا خلفا ، ویقول الآخر اللّٰهم

اعط ممسکا تلفا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ...... بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: بلاناغہ روزانہ صبح کو دو فرشتے آسمان سے اتر کر یہ کہتے رہتے ہیں کہ الٰہی سخی کو دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ دے اور بخیل کے مال و دولت کو تباہ کر۔

ف:......اس حدیث سے سخی کی بڑی تعریف اور بخیل کی برائی معلوم ہوتی ہے۔ سخی سے فرشتوں کو محبت ہوتی ہے، اس لئے ہمیشہ ترقیٔ مال و دولت و برکت کی دعاء کرتے ہیں، اور بخیل سے بغض و نفرت ہوتی ہے، اس لئے ہمیشہ اس کے لئے بربادی اور تباہی چاہتے رہتے ہیں۔

اکثر بخیل دنیا میں بظاہر دن بدن ترقی کرتے نظر آتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ کوئی برکت کی دلیل نہیں، جب بخیل نے اپنے مال سے نہ خود فائدہ اٹھایا اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا تو وہ مال کس مصرف کا؟ ایسا مال دنیا اور آخرت میں باعث وبال ہے، ہزار مصیبت سے جمع کیا، اور خون جگر پی پی کر زندگی کے دن پورے کئے، اور اس کی دربانی کرتے کرتے موت آگئی، نہ دنیا کی زندگی عزت سے بسر ہوئی نہ آخرت کے لئے کچھ توشہ کیا، مرتے وقت نہایت حسرت سے جان نکل گئی، مال جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

خورد و نوش و بخشائے راحت رساں ‌ ‌ ‌ جگہ می چہ داری ز بہر کساں

کھاؤ اور پیو اور جو بھی ہو سکے لوگوں کے لئے درگذر کرو اور راحت پہنچاؤ۔

زر و نعمت اکنوں بدہ کہ آں تست ‌ ‌ ‌ کہ بعد از بیروں ز فرمان تست

مال اور نعمت اس وقت دو کہ ابھی تمہاری ہے، تیرے (مرنے کے) بعد تیرے حکم سے باہر ہے۔ (''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' حدیث نمبر: ۲۳)

مفتی صاحب کی اس تحریر کے بعد آپ کا عمل دیکھئے! مولانا بشیر احمد صاحب لاجپوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں یہ خاص بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ آپ بڑے سخی وفیاض تھے، بڑے مہمان نواز تھے،آپ کا دست مبارک کشادہ تھا، علماء کرام تشریف لاتے تو خوشی وشادمانی سے دل باغ باغ ہوجاتا،مہمان نوازی خوب کرتے،حسب مراتب مہمان نوازی کرتے،امیر وغریب کا کوئی فرق نہ ہوتا،کوئی حاجت مند آتا تو آپ کے در سے خالی نہ جاتا''۔

ہندوستان کے طول وعرض گجرات، یوپی، وغیرہ دور دراز کے علاقوں کے اہل مدارس اپنے سفراء (سفیروں) کو چندہ کرنے بھیجتے' وہ جب قصبۂ لاجپور میں تشریف لاتے تو اولاً حضرت مفتی صاحب کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کرتے،اور اپنے چندہ کی ابتداء آپ ہی کے در دولت سے برکۃً کرتے' آپ سے دعائیں لیتے' بالخصوص رمضان المبارک میں سفراء کرام کا تانتا لگ جاتا، حضرت مفتی صاحب ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور حسب توفیق خود بھی امداد فرماتے اور دوسروں کو بھی تعاون وامداد کی ترغیب دیتے،

مزاح وخوش مزاجی

مزاح سنت نبوی ﷺ ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاح کے واقعات کتب سیر واحادیث میں بکثرت نقل کئے گئے ہیں۔سلف کے واقعات مزاح پڑھ کر آدمی عجیب کیفیت محسوس کرتا ہے۔

سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مزاح بری چیز ہے؟ تو فرمایا: سنت ہے، مگر یہ کہ اس میں حسن اور اچھائی ہو اور موقع کے مناسب ہو۔

معلوم ہوا آدمی میں ظرافت اور خوش مزاجی ہونی چاہئے۔ ۱

حضرت مفتی صاحب بھی بڑے ظریف اور خوش مزاج تھے۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری جب لاجپور تشریف لائے تو چونکہ موصوف آپ کے ہم سبق تھے، بچپن سے مولانا سے واقف تھے، آپ کی خوش طبعی کو دیکھ کر فرمایا: ''مرغوب احمد صاحب آپ تو اب بھی ویسے ہی ہو''۔

''سوانح نذیری'' میں ہے کہ: مولانا مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج اور بے تکلف انسان تھے، بہت سی باتیں خوش طبعی اور مزاح کی فرمایا کرتے تھے''۔

حافظ محمود ڈایا صاحب لاجپوری نے صحیح کہا ہے ؎

خوب سادہ وضع تھے اور تھے حلیم و برد بار
تھے بہت خوش مزاج اور تھے بہت ہی نیک نام

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ یہ واقعہ سنایا کہ: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج آدمی تھے، جب مولانا نے بڑی عمر میں شادی کی' اس پر ایک صاحب نے مولانا مرحوم سے پوچھا کہ حضرت اتنے بڑھاپے میں آپ نے شادی کی؟ تو فوراً فرمایا کہ: ﴿ الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحق ﴾ اسحٰق کا انتظار ہے۔ مطلب یہ تھا کہ مولانا کے ایک صاحبزادے

۱...... راقم الحروف نے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے جس کا نام ہی ''مزاح'' رکھا ہے، جس میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاح کے واقعات کو جمع کیا گیا ہے، اور مقدمہ میں مزاح کی تعریف، مزاح کے متعلق اسلاف کے اقوال، مزاح کی ممانعت کی روایت اور اس پر وارد ہونے والے سوال کا جواب وغیرہ ابحاث کو جمع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہند و پاک دونوں جگہ طبع ہو چکا ہے۔

اسماعیل تھے،اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دوصاحبزادوں کا ذکر فرمایا ہے، میں بھی سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے منتظر اسحٰق ہوں، انتہی۔

نہ جانے ایسے کتنے واقعات مولانا کے ہوں گے؟ کاش کوئی ذی ذوق ان کو محفوظ کرلیتا تو آج ہم اسے پڑھ کر محظوظ ہوتے۔

مولانا کا یہ مزاحی ذوق صرف تقریر و مجلس تک محدود نہیں تھا، بلکہ دوستوں کو لکھے ہوئے خطوط بھی مزاح وخوش طبعی سے پر ہوتے تھے۔مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

مکتوب:مفتی مرغوب صاحب بنام مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل بدست آور کہ حج اکبراست

ہزاراں کعبہ یک دل بہتراست

کیا فرماتے ہیں مفتیٔ اعظم صوبہ بمبئی حضرت مولانا اسماعیل بسم اللہ صاحب وحضرت مولانا شریف حسن صاحب ودیگر جماعت علماء ڈابھیل،صورت مسئولہ میں کہ آپ حضرات علماء نامدار سے ایک ضعیف' نحیف' اپاہج' نیازمند' یہ امید رکھتا ہے کہ آپ حضرات جمعہ کو صبح نو دس بجے اس کوردہ میں تشریف ارزانی فرما کر کاشانۂ فقیر کو اور اہل قریہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرماویں اور فریضۂ جمعہ ادا فرما کر قبل از عصر رخصت ہوں۔اگر تمنا واشتیاق ملاقات کا جواب اثبات میں ہے تو بینوا و توجروا کی ضرورت نہیں، آپ حضرات کی تشریف آوری ہی بجائے خود بہترین جواب ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو جواب نفی میں دے کر فقیر کی تمنا و حسرت کا خون کیجئے، جس کا قصاص نہیں ''فدمه هدر'' فقط والسلام۔

متع اللّٰہ المسلمین بطول حیاتکم ‘ دمتم سالمین و لکم الفضل و المنۃ ،

رقیمہ نیاز، ملاقات کا مشتاق، نامرغوب القلوب

مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ

اسی قسم کا ایک خط حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیری کے نام بھی تحریر فرمایا ہوا ہے‘ مگر مضمون اس کا بھی یکساں ہے، اس لئے اس کو نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

حضرت مفتی بسم اللہ صاحب کے ساتھ مولانا کے تعلقات بہت گہرے و بے تکلفانہ تھے۔ان کے ساتھ مزاح کا ایک واقعہ جو مفتی بسم اللہ کے ہاتھ میں رعشہ پڑ جانے کے بعد کا ہے، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ مولانا مرغوب احمد صاحب کی تحریر بہت صاف اور عمدہ تھی اور مفتی بسم اللہ صاحب کی تحریر سمجھنا ’’ کارے دارد‘‘ ایک مرتبہ مولانا مرغوب احمد صاحب نے مزاحاً مفتی بسم اللہ صاحب سے فرمایا کہ: مفتی صاحب آپ جب کوئی فتویٰ تحریر فرما کر ارسال فرمادیں تو دوسرے دن سائل کی جگہ پر خود تشریف لے جائیں تا کہ ان کو پڑھ کر سنادیں و سمجھادیں کہ جواب یہ ہے‘ ورنہ آپ کی تحریر کون سمجھے گا؟

تیسرا باب

بیعت وخلافت......سفرحج......رویائے صادقہ

بیعت وخلافت

علوم دینیہ کا مقصد نیت کی درستگی، معاملات کی صفائی، عبادات کا اہتمام، باطن کا تزکیہ اوراعمال کا تجلیہ ہے۔ مولانا روم رحمہ اللہ ’’مثنوی‘‘ میں دینی علوم کا مقصد واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ؎

جان جملہ علمہا ایں است وایں　　تا بدانی من کیم در یوم دیں

کہ تمام علوم کا حاصل یہ ہونا چاہئے کہ انسان کو عاقبت کی فکراور زمرۂ سعداء میں شریک ہونے کی تمنا نصیب ہو، ورنہ یہی علم بجائے فلاح ونجات کے ذلت وعذاب کا سبب بن سکتا ہے۔

اس لئے علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کا حصول بہت ضروری ہے، چونکہ معاصی بھی دوطرح کے ہیں: معاصئ حیوانیہ، اور معاصئ شیطانیہ۔ علوم ظاہری آدمی کو معاصئ حیوانیہ سے بچاتا ہے، اورعلوم باطنی سے آدمی معاصئ شیطانیہ سے بچ سکتا ہے، اور معاصئ شیطانیہ، معاصئ حیوانیہ سے سخت ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ کو ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’معاصئ شیطانیہ کبر، ریا اور حسد وغیرہ باطنی کبائر ہیں اور یہ معاصئ حیوانیہ زنا اور چوری وغیرہ سے بھی اشد ہیں۔ میرے والد ماجد (مولانا محمد یحیٰ صاحب) فرمایا کرتے

تھے کہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ ''صحیحین'' میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس بندہ نے صدق دل سے کلمۂ اسلام پڑھ لیا (یعنی دل سے ایمان لے آیا) وہ جنت میں ضرور جائے گا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا: ''وان زنی وان سرق '' (اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں اگر چہ اس نے زنا اور چوری کا گناہ کیا ہو پھر بھی وہ بخش دیا جائے گا، اور (بالآخر) جنت میں چلا جائے گا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد بھی تعجب سے اپنا سوال دہرایا، حضور اکرم ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا، پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے تیسری مرتبہ سوال کرنے پر بھی وہی جواب ارشاد فرمایا اور مزید تاکید کے طور پر ارشاد فرمایا: ''وان رغم انف ابی ذر ''تو زنا اور چوری جو معاصی حیوانیہ میں سے ہیں ان کے بارے میں تو حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اور کبر جو معاصی شیطانیہ میں سے ہے، اس کے بارے میں ''صحیح مسلم'' میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر اور ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ ہرگز جنت میں نہ جا سکے گا۔ (تحدیث نعمت: ص ۳۱۵)

لہذا معاصی شیطانیہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ علم باطنی حاصل کیا جائے، اور بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''علم باطن کا حصول فرض ہے اور طلب طریقت واجب اور بیعت ہونا سنت ہے''۔

(معیار السلوک: ص ۲۷)

اور پیر ہدایت علی نقشبندی رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی:

’’ہر چیز میں دو جز ہیں: ایک ظاہر اور ایک باطن۔ جسم ظاہر کا علاج شریعت ہے اور باطن کا طریقت، لیکن علاج باطن کی نہایت ضرورت ہے، کیونکہ جیسے کسی کے فساد خون ہو اور فساد خون کی وجہ سے پھوڑے پھنسی وغیرہ جسم پر اٹھیں تو زخم کے واسطے مرہم پٹی کی جائے تو یہ فائدے سے خالی نہیں ہے مگر کافی نہ ہوگی، بلکہ فساد خون کے واسطے مسہل اور ادویہ مصفیات کار آمد ہوں گی تا کہ مادۂ فاسد اندرونی کو دفع کریں اور پھر ظاہر جسم پر کوئی پھوڑا پھنسی نہ اٹھے، اسی طرح باطن کی خرابیوں کا علاج علم باطن ہے تا کہ پھر ظاہر اعضاء آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ میں مادۂ فاسد معصیت کا نہ پھوٹے اور جان و جسم دونوں پاک ہو جائیں۔

الغرض علم ظاہر کے ساتھ علم باطن ضروری بلکہ اشد ضروری ہے، اس کے بغیر کامل اصلاح وصحیح تربیت مشکل ہے، لہذا کوئی رذائل سے پاک ہو کر محاسن سے آراستہ ہونا چاہے تو اس کو اسی فن کے ماہر سے وابستہ ہونا پڑے گا، کسی اہل دل کی صحبت کے بغیر یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی ہے، علامہ اقبال مرحوم نے صحیح کہا ہے ؎

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

حضرت مفتی صاحب ابھی علم ظاہر سے فارغ ہی ہوئے کہ دل میں علم باطن کی طلب

پیدا ہوگئی۔ اور یہ عجیب اتفاق تھا فارغ ہوتے ہی ایک عارف کامل کی چندروزہ صحبت مل گئی، یعنی زبدۃ العارفین شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا، ان کی دعائیں ملیں۔ یہ شعبان: ۱۳۲۳ھ کی بات ہے، پھر شوال میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی خاص زیارت وصحبت کی نیت سے علی گڑھ حاضر ہوئے۔

حضرت مولانا گنگوہی کی زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت

حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ: میں (۸؍جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱؍اگست ۱۹۰۵ءکو) اپنے چند اساتذہ کرام کے ساتھ گنگوہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کی عیادت کے لئے پہنچا، حضرت کا بالکل آخری وقت تھا، ہم حضرت کی چارپائی کے قریب سے زیارت کرکے مسجد پہنچے اور حضرت کی وفات کی اطلاع ملی ’’ انا للہ وانا الیہ راجعون ‘‘ (یہ جمعہ کا دن تھا)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں بھی شرکت نصیب ہوئی ہوگی۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان مفتی صاحب پر ہوا کہ ایک ولی کامل بزرگ کی آخری زیارت اور جنازہ کی شرکت کا موقع عنایت فرمایا۔ (روایت حضرت والد صاحب مدظلہ)

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب سے بیعت

بزرگوں کی صحبت وبرکت نے بیعت کا داعیہ پیدا کردیا تو حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے، اور دو ماہ مستقل قیام فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی کی خدمت میں دو ماہ مستقل

قیام کیا۔مولانا ممدوح حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے خلفاء میں سے تھے۔نہایت خاشع، خاضع، متقی، متورع، پابند شرع، متبع سنت، بزرگ تھے،فقیر ممدوح سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوا،اوراد ووظائف واذکار کی تعلیم کے ساتھ مراقبہ ومحاسبہ کی تعلیم تلقین فرمائی۔بڑی سخت شرطوں کے ساتھ ہفتہ بھر کا چلہ کرایا۔۱۹۱۵ء میں مدینہ طیبہ میں مولانا انتقال فرما گئے۔نہایت بابرکت بزرگ تھے۔اہل مدینہ مرحوم کا بہت ادب کرتے تھےاورفرماتے تھے کہ ادب اس ہندی سے سیکھو،قدس اللہ سرہ ، اللھم ارفع درجتہ۔

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب کی وفات کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے رجوع فرمایا۔اس بیعت کی کوئی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔اس بیعت کا علم حضرت مفتی صاحب کی ایک تصنیف ''توحید الاسلام'' کے انتساب سے ہوا۔مفتی صاحب ''توحید الاسلام'' کے شروع میں ''عنوان وانتساب'' کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''میں اس ناچیز تالیف کو اپنے قدسی صفات پیرومرشد، محی السنۃ، قامع البدعۃ، صاحب الشریعہ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ، رئیس المحدثین، مقدام المفسرین، قدوۃ السالکین، زبدۃ الواصلین، وارث الانبیاء والمرسلین، حکیم الامۃ مجدد الملۃ، مولائی ومرشدی وسیلۃ یومی وغدی، کاشف اسرار خفی وجلی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی متع المسلمین بطول بقاءہ کے بابرکت نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

بندہ مرغوب احمد لاجپوری سورتی عفی عنہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

آپ چودھویں صدی کے مجدد، رومیٔ عصر، رازیٔ وقت، بے مثال مفسر، بے بدل عالم اور

عارف باللہ بزرگ تھے۔ ذکاوت وذہانت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے۔ چار سال دارالعلوم دیوبند میں رہ کر: ۱۲۹۹ھ میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد اولاً مدرسہ ''فیض عام'' کانپور میں عام فیض پہنچایا، پھر کانپور ہی کے مدرسہ ''جامع العلوم'' میں کامل العلوم نے مسند صدارت کو زینت بخشی۔ ۱۴/سال کے بعد تھانہ بھون میں مقیم ہوکر: ۴۷/سال تک تبلیغ دین، تزکیۂ نفس اور تصنیف وتالیف کی ایسی گراں قدر خدمات انجام دیں جس کی مثال اس دور کی کسی دوسری شخصیت میں نہیں ملتی۔ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ کی عظیم خدمات تقریری اور تصنیفی صورت میں نمایاں نہ ہوں۔ مولانا یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت شیخ الہند سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ ومجاز تھے۔ شیخ کو آپ پر مکمل اعتماد تھا، فرماتے تھے: ''میاں اشرف علی بس پورے میرے طریقے پر ہیں''۔ زندگی بڑی منظّم تھی، ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا۔ ۱۶۹/خلفاء چھوڑے۔ ۸۳/سال کی عمر میں ۱۶/رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کی شب میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔ تھانہ بھون میں مدفون ہیں۔

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد نقشبندی سلسلہ کے ایک عارف اور اہل دل بزرگ - جو ہمارے علاقہ میں کابل والے پیر صاحب سے مشہور تھے اور بڑے اہل اللہ میں سے تھے - سے رجوع فرمایا۔ موصوف کا مختصر تذکرہ درج ہے:

حضرت شاہ غلام محمد مجددی نقشبندی کابلی رحمہ اللہ

آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے کبار مشائخ میں سے تھے۔ اصلاً جلال آباد افغانستان کے

باشندے تھے۔نوساری میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ تقسیم ہند کے بعد زعماء پاکستان کی دعوت پر پاکستان تشریف لے گئے اور کراچی کو مسکن بنالیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ’’ذکر اللہ اور درود وسلام کے فضائل ومسائل‘‘ (ص۵۴) میں ان ہی بزرگ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

’’علاقہ کابل کے ایک مشہور بزرگ بنائے پاکستان کی ابتداء میں کراچی میں تشریف لے آئے تھے۔مجھ پر بڑا اکرم فرماتے تھے۔انہوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں معتکف تھا' میں نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک شخص نگرانی کے لئے آئے اور روضۂ اقدس کے سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا تو روضۂ اقدس کے اندر سے جواب سلام کی آواز آئی، جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا اور ہر رات یہی سلسلہ میں دیکھتا رہا‘‘۔

۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی، کراچی میں مدفون ہیں۔

شیخ موصوف نے آپ کی تربیت کرنی شروع کی، ساتھ ہی ایک عجیب خواب دیکھا۔ اس خواب نے شیخ کے دل میں مولانا کی عظمت بڑھادی اور خصوصی نظر آپ پر رکھی اور خلافت سے نوازا' وہ خواب یہ ہے:

شیخ کو آپ ﷺ کا حکم کہ: مرغوب کی تربیت کرو

مولانا اسماعیل صاحب سمنی مدظلہ العالی (خلیفۂ حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی) کی زبانی بارہا یہ قصہ راقم نے سنا، مولانا نے فرمایا کہ:

’’میرے والد' حضرت شاہ غلام محمد مجددی کے مرید وخاص خادم تھے، ایک مرتبہ شیخ نے میرے والد سے بیان کیا کہ: آج مجھے نبی پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا کہ

ان دونوں حضرات پر خصوصی توجہ دواوران کی تربیت کرو،ایک حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی اوردوسرے مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری ۔اس خواب کے بعد شیخ نے ان دونوں حضرات پر خصوصی توجہ فرمائی اوردونوں کوخلافت مرحمت فرمائی۔

خلافت کا ذکر حضرت شاہ غلام محمد مجددی کے ایک مرید جناب پروفیسر مرتاض حسین قریشی (ایس،بی،گارڈا کالج نوساری) مرحوم نے اپنے ایک مضمون ''جنوبی گجرات کے چند اردو نویس علمائے کرام'' میں کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

''مولانا مرغوب احمد صاحب بڑے صاف گواورحق گو بزرگ تھے۔اردوتقریروتحریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔مہمان نوازی اورخوش خلقی کی وجہ سے عوام وخواص سب آپ کو بہ نظر احترام دیکھتے تھے۔راقم الحروف دوچار بار لاجپور جاکرمل چکا ہے۔آخر (۱۹۴۸ء) میں نوساری میں بھی ملاقات ہوئی تھی ۔ہمارے مرشد کامل حضرت شاہ غلام محمد مجددی نقشبندی کابلی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے،اوراسی ملاقات میں خلافت حاصل ہوئی تھی''۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطافرمائے پروفیسر صاحب کوکہ ان کی اس تحریر سے ہمیں اپنے جد بزرگوار کی خلافت کا علم ہوا۔

حضرت مولانا رائپوری سے بیعت کی درخواست اور حضرت کا جواب

خلافت واجازت کوئی جنت کی ضمانت نہیں کہ کسی سے خلافت ملی تو مطمئن ہوگئے، بلکہ اس نسبت سے ذمہ داری اوربھی بڑھ جاتی ہے،اس لئے سالک کوآخری وقت تک مطمئن نہیں ہونا چاہئے اوراپنے نفس کے محاسبہ اورنگرانی سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

ہمارے اسلاف کے حالات میں یہ بات بھی ملے گی کہ شیخ کی وفات پرضرور کسی بڑے

کو اپنا نگراں بنایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب باوجود اپنے علوشان اور شیخ وقت ہونے کے علماء مظاہر علوم کو تحریر فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کام اتنا وسیع ہوگیا کہ اب اس کی روزافزوں ترقی ومقبولیت کو دیکھ کر میں اپنے نفس سے بالکل مامون نہیں ہوں کہ وہ کہیں عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو جائے، لہذا آپ جیسے اہل حق کی نگرانی کا سخت محتاج ہوں''۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اوران کی دینی دعوت: ص ۲۱۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا یہ ملفوظ مبلغین اور دعوت کے کام کرنے والے حضرات کو بار بار پڑھنا چاہئے اوراس پر غور کرنا چاہئے کہ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ آج تو دعوت میں ذرا سا بڑا مرتبہ ملا' شوری میں نام آ گیا' جہاں عوامی سطح پر ذرا سلام ومصافحہ ہونے لگا کہ اپنی فکر سے غافل اور مشائخ اور علماء پر طعن وتشنیع کا بازار گرم۔ اللھم احفظنا۔

حضرت مفتی صاحب بھی خلافت ملنے اور اکابرین وعارفین سے صحبت یافتہ ہونے کے باوجود اپنے حال سے غافل نہیں ہوئے، اوراپنے شیخ کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری سے درخواست کی کہ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیجئے۔ اس پر حضرت رائپوری رحمہ اللہ نے جو جواب دیا' وہ پڑھئے اور حضرت مفتی صاحب کے مرتبہ کا اندازہ لگائیے۔

مولانا عبدالحئ صاحب کفلیتوی مدظلہ العالی اپنی تازہ اور مایۂ ناز تصنیف ''تاریخ اکابرین گجرات'' (ص۹۴ ج ۵) میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب راہ طریقت وسلوک کے کس اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے، حضرت رائپوری: ۱۹۵۱ء میں ڈابھیل تشریف لائے تھے،

وہاں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، حضرت مولانا کی رائپور واپسی کے بعد مفتی صاحب نے دوگرامی نامے ایک مولوی امداداللہ صاحب رنگونی اورایک احقر کے نام تحریرفرمائیں۔احقر کے نام گرامی نامہ میں مفتی صاحب نے تحریرفرمایا کہ: حضرت رائپوری سے درخواست کریں کہ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیں۔ میں نے مفتی صاحب کا یہ پیغام حضرت رائپوری کی خدمت میں پہنچایا تو حضرت نے فرمایا: آپ مولانا مرغوب صاحب کولکھ دیں کہ آپ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیں اور میں آپ کواپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں۔ حضرت رائپوری کا یہ پیغام مفتی صاحب کوموصول ہواتو آپ نے اس کے جواب میں مولانا عبدالحئی صاحب کے نام جوگرامی نامہ ارسال فرمایاوہ درج ذیل ہے:

مکتوب مفتی مرغوب احمد صاحب بنام مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از دعاء گو: مرغوب احمد، لاجپور ضلع سورت

محترم عزیز مولوی عبدالحئی صاحب رزقکم اللّٰہ تعالیٰ علما نافعا وفھما کاملاً و ذھنا ثاقباً ولسانا صادقا ذاکرا وایمانا کاملاً، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ عرصہ ہوا موصول ہوا تھا، آپ نے حضرت اقدس مدظلہ العالی سے فقیر کی معروضات کو پیش فرمایا اور حضرت نے ازراہ ذرہ نوازی فقیر کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا بجنسہ آپ نے فقیر کوتحریرفرمایا، اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی، حضرت نے ازراہ لطف وکرم فقیر گنہگار کوسلسلۂ بیعت میں منسلک فرما کر ضروری ہدایت سے مشرف فرمایااور کامیابی کی دعاء سے میری ہمت میں بڑی قوت پیدا ہوگئی ہے۔ حسب ارشاد بعدنماز فجر وبعدنماز عشاء ہردووظیفہ پابندی سے پورے کررہا ہوں۔ خداوندکریم اس یادگار سلف حجۃ الخلف بابرکت

وبافیض مقدس ہستی کومستفیدین کے سروں پرتادیرباایں ہمہ فیوض وبرکات سلامت با کرامت رکھے،آمین۔

ناچیز ہدیہ مولوی امدادالحق صاحب نے جناب محترم مولوی عبدالمنان صاحب کے ذریعہ پیش کردیاہے،اطلاعاً عرض ہے۔

فقیر کی طرف سے نیازمندانہ دست بستہ سلام حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کریں۔فقیر آپ کے لئے دعاء کرتاہے آپ بہترین زمانۂ ہستی کے زیرسایہ مقیم ہیں۔مجھ سیہ کارازخدمت صلحاوبزرگان دورافتادہ کواپنی حسن دعاء میں ضروریادفرماویں۔آپ جوان عالم ہیں،آپ کی دعاء مجھ گنہگار کے لئے بہت مفید ہوگی۔خدا آپ کوکمال ایمان وترقی درجات نصیب فرمائے۔

چوں باحبیب نشینی وبادہ پیمائی　　بیاد آر حریفان بادہ پیمارا

حضرت مولانا مولوی عبدالمنان صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام: مرغوب احمد عفی عنہ

لاجپور ضلع سورت۔۲۹رشوال:۱۳۷۰ھ،جمعہ

ڈابھیل میں حضرت رائپوری سے ملاقات

مولانا محمد کفلیتوی (تلمیذ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری جب ڈابھیل تشریف لائے میں بھی اس مجلس میں شریک تھا۔مولانا مرغوب احمد صاحب نے کچھ دیربات کرکے فرمایا کہ: حضرت کچھ نصیحت فرمائیں تو حضرت رائپوری نے فرمایا:

’’آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے کہ میں نصیحت کروں آپ کواللہ تعالیٰ نے ہرطرح

سے کامل ہی نہیں اکمل بنایا ہے۔''

اس واقعہ سے مفتی صاحب کے علوشان وعلومرتبہ کا پتہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

عارف باللہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ

آپ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے جانشین اور گلشن رحیمی کے حقیقی باغبان تھے۔ تحصیل علم کے لئے ''رام پور، پانی پت، سہارنپور، دہلی'' وغیرہ کا سفر کیا۔ فراغت کے بعد طب یونانی کی باقاعدہ تحصیل کی اور مطب بھی چلایا۔ کچھ عرصہ بریلی اور دوسرے مقامات میں درس قرآن وحدیث کا شغل بھی رہا۔ علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور مرشد حق کی تلاش میں ایک عرصہ تک سرگرداں رہے، کچھ وقت مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے یہاں بھی گذارا، پھر ایک عجیب واقعہ پر علیحدگی اختیار فرمالی۔ مقدر غلام احمد قادیانی کے یہاں بھی لے آیا، اس نے ''یاھادی'' کا وظیفہ بتایا' بالآخر ہادیٔ حق نے بڑے حضرت رائپوری کی خدمت میں پہنچادیا۔ ۱۵؍سال خدمت عالی میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ حضرت کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، اور ۴۵؍سال تک تلقین وارشاد کا باعث بنے رہے۔ آخر یہ آفتاب ہدایت: ۱۴؍ربیع الاول کو ۱۳۸۲ھ میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

حضرت مفتی صاحب کا سفر حج

حج بیت اللہ اسلام کے ارکان میں ایک بنیادی رکن اور ملت اسلامیہ کے مورث اعلیٰ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظیم یادگار ہے۔

مالک سے محبت کا انکار سلیم الطبع انسان نہیں کرسکتا، پھر حقیقی مالک وخالق کی محبت اور شوق لقاء ایک باوفا بندے کی حقیقی ضرورت اور قلبی چاہت ہے۔

شریعت اور اسرار ورموز کے ماہر امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''احیاء العلوم'' میں حج کے نکتہ کو بیان فرماتے ہوئے لکھا:

''اگر اللہ تعالیٰ سے لقاء کا شوق ہے تو مسلمان اس کے وسائل واسباب اختیار کرنے پر لامحالہ مجبور ہوگا، عاشق اور محبّ ہر اس چیز کا مشتاق ہوتا ہے، جس کی اضافت اس کے محبوب کی طرف ہو، کعبہ کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے، اس لئے مسلمان کو قدرتی طور پر اس کا سب سے زیادہ مشتاق ہونا چاہئے، علاوہ اس اجر وثواب کی طلب واحتیاج کے جس کا وعدہ بھی کیا گیا ہے''۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حج کی حکمت کو بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''کبھی کبھی انسان کو اپنے رب کی طرف غایت درجہ اشتیاق ہوتا ہے اور محبت جوش مارتی ہے اور وہ اس شوق کی تسکین کے لئے اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تسلی کا سامان صرف حج ہے۔

یہی محبت الٰہی ہے کہ شائقین حج دور دراز کا پر مشقت سفر برداشت کر کے اور ایک خطیر رقم خرچ کر کے مالک کے در پر پہنچتے ہیں، اور اس مشقت پر فرحت محسوس کرتے ہیں، اور بیت اللہ کی عدم حاضری کو اپنی محرومی اور بدنصیبی گردانتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب اپنی کتاب ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' میں حدیث نمبر ۲۴ (تالیفاتِ مرغوب ص ۲۰۴) کے تحت رقمطراز ہیں:

''جس شخص کو ہر قسم کی وسعت نصیب ہو اور پھر اپنے دل میں زیارتِ خانہ کعبہ اور زیارت روضۂ اطہر کے جذبات نہ ہوں، ذوق وشوق سوز وگداز اور رغبت اس دیار پاک کی نہ ہو اس سے بڑھ کر دنیا میں شاید کوئی بدنصیب ہووے۔

از گدایان توام شاہ بفرما مددے   کہ چومرغان حرم درحرمت جا گیرم

اے بادشاہ! میں تیرے فقیروں میں سے ہوں' میری مدد فرما، حرم کے پرندوں کی طرح حفاظت میں ہوں۔

حضرت مفتی صاحب کوحق تعالیٰ نے اپنی محبت ومعرفت سے نوازا تھا، چنانچہ آپ کو بھی حرم کی حاضری اور روضۂ اقدس کی زیارت کا شوق تھا، اور بڑھ رہا تھا اور مبشرات واشارات رؤیائے صالحہ میں دیئے جارہے تھے۔

۱۳۲۳ھ جمادی الآخری کی آخری تاریخوں میں (اتفاق کہ موسم حج کے بعد ہی) حضرت مفتی صاحب کوحضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ مولانا کا وہ پورا خواب آپ ہی کے قلم سے تحریر فرمودہ اس کتاب میں مذکور ہے۔ (دیکھئے! ص۱۱۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر رئیس المعبرین علامہ ابن سیرین نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ: اس خواب دیکھنے والے کو بیت اللہ کا حج نصیب ہوگا۔

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کی یہ تعبیر حضرت مفتی صاحب کے حق میں صحیح ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کواس دولت عظمیٰ سے نوازا۔

حضرت نے مع اپنی اہلیہ کے فریضۂ حج ادا فرمایا اور غالباً یہی آپ کا ایک سفر حج تھا۔

راقم الحروف کوحضرت کے سفر حج کے کوئی حالات وواقعات مل نہ سکے، البتہ مولانا کے مکتوبات میں قاری محمد صدیق صاحب کے نام مکہ معظّمہ جب موصوف بغرض حج بیت اللہ تشریف لے گئے تھے ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا ہوا موجود ہے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مولانا نے سفر حج میں کیسے وقت گذارا ہوگا۔

آپ ﷺ کی قبر اطہر سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام جناب حافظ قاری محمد صدیق صاحب المیمی، مکہ معظّمہ

ازطرف نحیف ضعیف مریض مرغوب احمد لاجپوری

بعد سلام مسنون! اللہ پاک نے آپ کو حرم محترم کعبۂ معظّمہ میں پہنچادیا، الحمد للہ علٰی ذلک۔ فقیر تقریباً ایک ماہ سے لقوہ (فالج) کے مرض سے لب فراش ہے، مرض میں گونہ افاقہ ہے، ضعیفی کا لقوہ ہے، اس لئے کامل افاقہ ہوتے ہوئے دیر لگے گی خداوند کریم کی شان ''کن فیکون'' سے عاجزانہ دعا ہے کہ شفاء عاجلہ نصیب فرمائے، آمین۔

دیگر آپ حرم محترم مدینہ شریف میں بھی قیام فرمائیں گے، بزرگان دین نے حضور ﷺ کی روحانیت کاملہ سے آپ کی قبر اطہر سے فیض حاصل کرنے کے لئے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ: عشاء کی نماز کے بعد ہر ایک کام سے فارغ ہوکر باوضو روضۂ اطہر کے سامنے مواجہ میں بیٹھ کر درود شریف پڑھے اور درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور رکھے کہ حضور اکرم ﷺ کے قلب اطہر سے فوارہ کی شکل میں نور کا فیضان میرے قلب پر ہو رہا ہے، یہ طریقہ نسبت اویسیت حاصل کرنے کے لئے بہترین طریقہ ہے۔ انشاء اللہ یہ وظیفہ آپ کو بہت مفید ہوگا، اس لئے کہ آپ کو مدینہ شریف کے قیام میں روضۂ اطہر کا قرب ہر وقت حاصل ہوتا رہے گا۔ فقیر کی طرف سے بھی مؤدبانہ صلوٰۃ وسلام عرض کیجئے اور صحت کے لئے دعاء فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حرمین شریفین کے برکات وانوار سے منور فرمائے، آمین۔ جواب سے مشرف فرمائیں، والسلام دعاگو ودعاجو: مرغوب احمد لاجپوری ضلع سورت

مورخہ: ۱۳؍رجب ۱۳۷۷ھ مطابق: ۳؍فروری ۱۹۵۸ء

رؤیائے صادقہ

نبی پاک ﷺ کے عشاق کے لئے یہ نعمت کچھ کم نہیں کہ انہیں حق تعالیٰ اپنے محبوب کی زیارت منامی نصیب فرمادیں۔

اوراس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی زیارت رؤیائے صالحہ میں سے ہے‘ جواللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت کبریٰ ہے۔حدیث پاک میں: ’’الرؤیا الصالحة من اللّٰه‘‘ کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ: ’’ الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعین جزءً ا من النبوة‘‘۔(متفق علیه)

یعنی سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

نبی پاک ﷺ کی زیارت سے بڑھ کررؤیائے صادقہ کیا ہوگا کہ اورخواب میں توتلبیس ابلیس کا بھی خوف ہے،مگرزیارت نبوی ﷺ میں:

’’من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی‘‘۔(متفق علیہ)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے فی الواقع مجھ ہی کو دیکھا (اوراس کا یہ خواب سچا ہے) کیونکہ شیطان کو یہ مجال نہیں کہ کسی کے خواب کے اندر میری شکل میں ظاہر ہو۔

بعض محققین نے فرمایا ہے کہ: شیطان خواب میں حق تعالیٰ کی حیثیت سے ظاہر ہوکر افتراء پردازی کرسکتا ہے‘ اور دیکھنے والا دھوکہ کھاسکتا ہے کہ یہ واقعی باری تعالیٰ ہے،لیکن حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی صورت کبھی اختیار نہیں کرسکتا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ مظہر ہدایت ہیں‘ شیطان مظہر ضلالت ہے،اور ہدایت وضلالت میں ضد ہے،اورحق تعالیٰ صفت اضلال وہدایت اورتمام صفات متضادہ کے جامع ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مخلوق کا دعویٰ الوہیت صریح البطلان ہے، اس لئے کسی طرح اشتباہ نہیں ہوسکتا، بخلاف دعویٰ نبوت کے کہ ہزاروں لاکھوں تہی دستان قسمت خود ساختہ نبیوں کی خانہ ساز نبوت پر ایمان لاکر راہ حق سے بھٹک جاتے ہیں، اسی بنا پر سرور کون ومکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل اختیار کرکے اسے لوگوں کو دھوکہ دینے کی قدرت نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مدعی الوہیت سے خوارق عادت کا صدور ممکن ہے، لیکن اگر کوئی دعوئ نبوت کرے تو اس کی اعجاز نمائی کی قدرت سلب کرلی جاتی ہے تاکہ خدا کی کمزور مخلوق، خوارق کی وجہ سے اس کے دام میں نہ پھنس سکے۔ (مقدمہ تعبیر الرؤیا)

نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت کے اسباب میں سے درود شریف کی کثرت اور اتباع سنت بھی ہے۔

درود شریف کے چند صیغے جن کے پڑھنے سے زیارت منامی ہوسکتی ہے

مشائخ نے کچھ اعمال اور درود شریف کے خاص صیغے لکھے ہیں جن کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی معرکۃ الاراء تصنیف ''سفینۃ النجاۃ فی ذکر مناقب السادات'' میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی ''ترغیب اہل السعادات'' کے حوالہ سے چند صیغے نقل فرمائے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہونے کے لئے بزرگان دین کے تجربہ کے موافق بعض صیغے درود شریف کے مشہور ہیں، بشرط آداب وطہارت وخلوص انشاء اللہ ان کا پڑھنے والا خواب میں کبھی نہ کبھی ضرور مشرف ہوگا''۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''ترغیب اہل السعادات'' میں لکھا ہے کہ: شب

جمعہ میں دورکعت نفل نماز پڑھے، اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ھواللہ شریف پڑھے، اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے انشاء اللہ تین جمعے نہ گذرنے پائیں گے کہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے: ''اللّٰھم صلی علی محمد ن النبی الامی واٰلہ واصحابہ و سلم''۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد   دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

دیگر حضرت شیخ دہلوی نے لکھا ہے کہ: جو شخص دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ احد پڑھے، اور بعد سلام کے ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے، دولت زیارت نبوی انشاء اللہ نصیب ہو، صلی اللہ علی النبی الامی

مرحبا اے پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست   تا کنم جان از سر رغبت فدائے نام دوست

شیخ نے حصول زیارت کے لئے ایک درود یہ بھی لکھا ہے کہ: اسے سوتے وقت چند بار پڑھا جاوے:

''اللّٰھم رب الحل والحرم، ورب البیت الحرام، ورب الرکن والمقام، ابلغ لروح سیدنا ومولانا محمد منا السلام''۔

جاں مید ہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو   در مجلس آں نازنیں حرفے کہ از ما میرود

یہ تین درود زیارت جمال نبوی ﷺ کے لئے بزرگان دین کے مجرب ہیں، لیکن بڑی شرط اس میں یہ ہے کہ ظاہری و باطنی معصیتوں سے انسان بالکلیہ پرہیز کرے، اور کمال شوق اور خالص توجہ اور محبت سے پڑھتا رہے، تو انشاء اللہ اس دولت عظمیٰ سے محروم نہ رہے گا، اللھم ارزقنا زیارۃ سیدالمرسلین بجاہ النبی الامین ﷺ۔ (تالیفات مرغوب ص۲۸۲)

حضرت مفتی صاحب کا یہ مضمون پڑھئے! کس اعتماد سے تحریر فرماتے ہیں:

’’بشرط آداب وطہارت وخلوص انشاء اللہ اس کا پڑھنے والا خواب میں کبھی نہ کبھی ضرور مشرف ہوگا‘‘۔

آگے لکھتے ہیں:

’’کمال شوق اور خالص توجہ اور محبت سے پڑھتا رہے تو انشاء اللہ اس دولت عظمیٰ سے محروم نہ رہے گا، اللھم ارزقنا زیارۃ سید المرسلین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مفتی صاحب کی یہ دعا دیکھئے! اور آپ کے حالات پڑھئے! یہ دعا کیسی قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت عظمیٰ سے متعدد مرتبہ سرفراز فرمایا۔ موصوف نے اپنی بیاض میں ان خوابوں کو ’’تحدیث نعمت‘‘ کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت والد ماجد صاحب مدظلہم مولانا کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

’’مولانا کو طالب علمی کے زمانہ ہی سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قلبی تعلق اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ سے فرط محبت کی وجہ سے بار بار خواب میں ان حضرات کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ تمام رؤیائے صادقہ مولانا کے علو مرتبت اور نسبت تامہ کے شاہد ہیں‘‘۔

فقیہ گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’اتباع سنت کی برکت تھی کہ حضرت نور اللہ مرقدہ کو حضور اقدس ﷺ کی متعدد بار زیارت نصیب ہوئی‘‘۔

حضرت مفتی صاحب کو حضرت نبی پاک ﷺ کے علاوہ اولوالعزم پیغمبر حضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت بھی دو مرتبہ ہوئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت منامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ نے لکھا ہے: جو شخص اولوالعزم (حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا شمار اولوالعزم ہی میں) پیغمبر کو خواب میں دیکھے عزت اور جلال کی دلیل ہے‘‘۔ (تعبیر الرؤیا)

فرشتوں میں سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔

نوٹ......حضرت مفتی صاحب کے یہ تمام خواب رفیق محترم مولانا عبدالحئی سیدات صاحب کی محنت اور اہل لاجپور (ویلفئیر سوسائٹی) کے تعاون سے گجراتی میں بھی شائع ہو چکے ہیں،

مفتی صاحب نے اپنی بیاض میں یہ تمام خواب ’’تحدیث نعمت‘‘ کے عنوان سے تحریر فرمائیں ہیں وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

تحدیث نعمت، یعنی آپ کی خواب میں زیارت کے واقعات

رویت آقا ﷺ

(۱)......شروع جوانی میں طالب علمی کے زمانہ میں لاجپور جامع مسجد سے باہر شمالی جانب چاندراتیا بڑ کے قریب میدان میں حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کو گھوڑے پر سوار، عمامہ زیب سر، خوبرو و شکیل جوان کی صورت میں دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

رویت آقائے دوجہاں ﷺ

سلام علی انوار طلعتک اللّتی　　اعیش بھا شکراً وافنی بھا وجدا

(۲)......خداوند رحیم وکریم کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس عاصی کو مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں مؤرخہ: ۱۷/ ماہ صفر: ۱۳۴۵ھ مطابق: ۲۷/ اگست ۱۹۲۶ء شب جمعہ بوقت اذان صبح

حضور رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمد ﷺ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔حضور ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما ہیں، یہ عاصی حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے،اتنے میں ایک شخص جانب قبلہ سے آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مدینہ شریف کی آبادی کے باہر ایک جذامی بیمار پڑا ہوا ہے۔حضور ﷺ بیمار کے پاس چلیں (اس عرض پر میرا ذہن ان متعدد اور مختلف احادیث کے معانی کی طرف متوجہ ہوا کہ:

(۱)......فرّ من المجذوم کما تفرّ من الاسد۔[۱]

(۲)......لا عدوی ولا طیرۃ فی الاسلام۔[۲]

(۳)......حضور ﷺ نے ایک ہی پیالہ میں جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔[۳]

اور خیال گذرا کہ ان متضاد اقوال اور افعال کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ شخص آپ ﷺ کو آزمارہا ہے کہ جذامی کے پاس آپ ﷺ تشریف لے جاتے ہیں یا نہیں؟ لیکن حضور ﷺ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگل کی طرف تشریف لے گئے،فقیر بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔حضور ﷺ بیمار کے قریب پہنچیں تاہم وہ بیٹھا رہا۔کشیدہ قامت، بھاری بدن،سادہ فوجی وردی میں بیٹھا ہوا آپ ﷺ کو دیکھتا رہا۔آپ ﷺ نے سلام کے بعد مصافحہ کیا تو مریض نے آپ ﷺ کے دست مبارک کا پہنچا پکڑلیا،آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے پہنچا چھڑانے کی غرض سے دومرتبہ ''اَمْھِلْ اَمْھِلْ'' فرما کر سختی سے ہاتھ چھڑالیا،فقط۔

---

[۱]......[۲]......بخاری، باب الجذام، کتاب الطب، رقم الحدیث:۵۷۰۷۔

[۳]......ابوداؤد، باب فی الطِّیَرۃ والخطِّ، کتاب الطب، رقم الحدیث:۳۹۲۵۔ترمذی، باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم، ابواب الطب، رقم الحدیث:۱۸۱۷۔ابن ماجہ، باب الجذام، کتاب الطب، رقم الحدیث:۳۵۴۲۔

نوٹ :……اس خواب کی عمدہ تعبیر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی، مگراس کی اشاعت سے منع فرمایا ہے۔مرغوب احمد

آپ ﷺ کو جامع مسجد لاجپور میں نماز پڑھتے دیکھنا

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ　　الی من قر فی صدری هواه

فجسمی ظاهرا منه بعید　　بعین باطن قلبی یراه

(۳)…… الشکر لله والمنة لله کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس عاصی کولازوال نعمت سے نوازا۔فالحمد لله حمداً کثیرا۔

۲۱/ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۵/ستمبر ۱۹۳۱ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق آقائے نامدار محبوب رب العالمین حضرت سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد ﷺ وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین کولاجپور کی جامع مسجد کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلی پر داہنی جانب دوگانہ ادا فرماتے ہوئے اس عاصی نے دیکھا،فالحمد لله علی ذلک۔

اس واقعہ سے دل کو طمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ عنداللہ یہ مسجد مقبول ہے،ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ﴿ لا تَقُمْ فِيهِ اَبَداً ﴾ وارد ہے،اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ﴿اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيهِ ﴾ کا ارشاد ہے۔[۱]

[۱]……خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ شہر مدینہ کے قریب ایک محلّہ ہے۔قبا اس کا نام ہے۔رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اول اس محلّہ میں قیام فرمایا، پھر شہر میں تشریف لے گئے۔ قبا کے قیام میں جس جگہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی وہاں اس محلّہ کے مؤمنین مخلصین نے ایک مسجد بنالی اوراس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔منافقین میں باہم یہ صلاح ٹھہری کہ ایک مکان مسجد کے نام جداگانہ بنایا جاوے،اس میں سب جمع ہوکر اسلام کی ضرر رسانی کے مشورے کیا کریں،غرض مسجد کی شکل پر وہ مکان تیار ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی گئی کہ آپ وہاں چل کر نماز پڑھ

حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا

(۴)......الحمد لله ثم الحمد لله والشکر لله کہ مؤرخہ: ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۳/ جولائی: ۱۹۴۹ء بعد صبح صادق بروز چہارشنبہ کمترین خلائق مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو روحی فداہ حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت منامی وشرف ہم کلامی اور حضور ﷺ کو سحری کھلانے کی سعادت غریب خانہ پر نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں سحری کے کھانے میں کھچڑی اور شوربہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمانا شروع کیا، کمترین نے ایک شخص کے ساتھ ایک چمچہ گھی بھیج دیا اور دوسرا چمچہ گھی سے بھرا ہوا خود لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا! کیا لائے؟ فقیر نے مؤدبانہ عرض کیا کہ حضور ﷺ یہ خالص عمدہ گھی ہے، کھچڑی میں ملا لیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا، اور گھی بطیب خاطر قبول فرما کر کھانے میں ملا کر تناول فرمایا، والحمد لله علی ذلک و صلی الله علی النبی و اله وسلم۔

حضرت ﷺ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت

سلام علی انوار طلعتک اللتی اعیش بها شکرا وافنی بها وجدا

(۵)......عنایت ربانی جل علی شانہ کس زبان سے ادا کروں وتوجہ والطاف نبوی ﷺ پر

لیجئے تو وہاں جماعت ہونے لگے، آپ ﷺ نے وعدہ فرمالیا کہ تبوک سے واپس آ کر اس میں نماز پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آپ ﷺ کو حقیقت حال کی اطلاع کردی اور وہاں نماز پڑھنے کی غرض سے جانے سے منع فرما دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اس کو آگ لگوادی اور منہدم کرادیا۔ اس مسجد کا لقب ''مسجد ضرار'' مشہور ہے، بوجہ اس کے سبب ضرر تھا۔

(فوائد از: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

کس طرح جان قربان کروں کہ بندہ روسیاہ مرغوب احمد نے یکم ذیقعدہ: ۱۳۵۵ھ مطابق ۸؍جنوری: ۱۹۳۷ء شب جمعہ بوقت صبح ساڑھے چار بجے زیارت وصحبت وہم کلامی وہم نشینی سردار دو عالم نور مجسم ﷺ سے رب العزت نے اپنے فضل وکرم خاص سے (بزمانہ خدمت دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون) نوازا۔

کیفیت یہ تھی ایک تخت پر قبلہ رخ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور غلام بھی داہنی جانب تخت کے ایک کونہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ اور غلام دونوں پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ کی بائیں جانب تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر قبلہ رو کعبۃ اللہ شریف کی عمارت دومنزلہ کھڑی ہے۔ عمارت کے بالائی حصہ میں لوہے کی ایک بڑی چمنی وسط کعبہ میں مرکوز ہے۔ کعبۃ اللہ شریف کے بیرونی حصہ سے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عم رسول پاک ﷺ کعبہ کی عمارت پر چڑھ رہے ہیں اور رسی پکڑ کر لٹکتے ہوئے زور دے کر چڑھنے میں اتنا زور پڑتا ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کا بالائی حصہ مشرق کی جانب جھک گیا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بزور لٹکتے ہوئے چڑھنے کو ملاحظہ فرما کر مجھ غلام سے فرمایا کہ: عباس بہت تکلیف سے چڑھ رہے ہیں، میں یہ سمجھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا اشارہ ہے۔ بندہ فوراً اٹھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدد کو چلا۔ کعبۃ اللہ کے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ حضور اقدس ﷺ سے کچھ مکالمہ کا شرف بھی حاصل ہوا، لیکن کچھ بھی یاد نہ رہا۔ فالحمد لله علی ذلک ، فداک ابی وامی یا رسول الله۔

حضرت محمد، حضرت عیسی، حضرت موسی علیہم السلام کی زیارت

(۶)......۱۸؍جمادی الاخری: ۱۳۷۴ھ شب شنبہ کو اللہ کے فضل وکرم سے حضور آقائے

نامدار ﷺ اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا حضرت عیسی علیہ السلوۃ والسلام ہرسہ اولوالعزم رسل کی زیارت منامی کا شرف اس روسیاہ کونصیب ہوا۔

مجھے خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ ہرسہ پیغمبرانِ عظام صلوۃ اللہ علیہم جناب مولوی محمد یوسف صاحب نبیرۂ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب قدس سرہ کے مہمان ہیں، الحمد للہ علی ذلک۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی زیارت

(۷)...... مؤرخہ: ۴ر جمادی الاخری: ۱۳۷۳ھ مطابق :۹ر فروری: ۱۹۵۴ء بوقت شب حضرت سیدنا عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت علماء کے ایک مجمع کے ساتھ نصیب ہوئی، گویا علماء کی ایک خاصی جماعت لاجپور آئی ہے ان کے قیام کے لئے کہ کسی مکان میں ٹھہرایا جاوے یا جامع مسجد میں اس میں اختلاف ہوا، میری رائے مسجد میں ٹھہرانے کی تھی۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے ایماء وارشاد سے علماء کی جماعت کو جامع مسجد میں ٹھہرایا گیا۔

حضرت عیسی علیہ السلام نہایت شکیل، وجیہہ، خوبرو، سرخ وسفید چہرہ، بدن سڈول نہ ہلکا نہ بھاری، قد متوسط عمر تیس، چالیس سال کے اندر معلوم ہوتی تھی، الحمد للہ علی ذلک۔

رویت حضرت ابراہیم علیہ السلام

۸:...... جمادی الاخری: ۱۳۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں عاصی راقم الحروف مرغوب احمد غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو دہلی مدرسہ عبدالرب مرحوم میں عالم رویا میں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم صلوات اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدرسہ میں تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی فقیر نے عالم شوق میں مدرسہ کے طلبہ کو یہ کہتے ہوئے بیدار کیا کہ بزرگان دین کی ملاقات سے ہمیں کس قدر مسرت ہوتی ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، جلدی دوڑ کر شرف زیارت حاصل کرو، چنانچہ طلبہ حاضر خدمت ہوگئے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام شمالی جانب صحن مسجد میں مولانا محمد شفیع صاحب کی درسگاہ کے حجرے کے سامنے قبلہ رو دوزانو تشریف فرما تھے اور مواجہہ میں حضرت علیہ السلام کے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث وصدر مدرس وناظم مدرسہ نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ دیگر مدرسین وطلبہ اطراف میں نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے زیارت سے مشرف ہو رہے تھے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا حلیہ مبارک آج پچاس سال کے بعد بھی ذہن میں محفوظ ہے۔ میانہ قامت، لیکن قریب کشیدہ قامت کے، رنگت نہایت سرخ وسفید، جسم اطہر نہ ہلکا نہ بھاری، لیکن بھرا ہوا، سیاہ جبہ وعمامہ باندھے ہوئے۔

میری خوشی کا اس وقت جو عالم تھا اس کے اظہار سے قاصر ہوں۔ حضرت مولانا عبد العلی صاحب نے نہایت ادب سے عافیت مزاج اقدس دریافت کرنے کے بعد تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: میں مولوی رشید احمد (گنگوہی) کو لینے آیا ہوں۔ (اسی ماہ میں مؤرخہ: ۸/ جمعہ کو حضرت مولانا کا انتقال ہوگیا تھا یہ واقعہ انتقال کے کچھ روز بعد کا ہے)

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا عبدالعلی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مجھے آپ کے نوجوان صاحبزادے عبدالجلیل کے انتقال کی خبر ہوئی تھی، مرحوم

بہت آرام سے ہیں آپ صبر کیجئے۔

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں مدرسہ امینیہ دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ہمراہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ فقیر بھی سنہری مسجد میں گیا۔ مدرسہ کی سیڑھی کے سامنے اوپر میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا حجرہ تھا۔ سیڑھی چڑھ کر اوپر تشریف لے گئے، پھر واپس اترے۔ ہم نیچے کھڑے تھے۔ حضرت کے حجرہ کی سیڑھی سے اترنے کا سماں اب تک میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرت علیہ السلام کی شکل وشباہت، قد وقامت اور خوبصورتی کی مثال ومشابہت میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں، الحمد للہ والشکر للہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زیارت

(۹)......الحمد للہ والشکر للہ آج شب یک شنبہ بوقت دوساعت: ۲۳/شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق: ۱۷/اپریل ۱۹۵۵ء اس روسیاہ سراپا عصیان کو عالم رویا میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام بعدد معلوم لہ کی زیارتِ منامی نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا، اس مجموعہ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گذرا جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں

بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے، مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں، فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا، **فالحمد لله علی ذلک حمدا کثیرا** ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ضعیف العمر تھے۔ ریش مبارک سفید تھی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

(۱۰)......حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، **الحمد لله علی ذلک**۔

چوتھا باب

عادات و معمولات

اتباع سنت

نبی پاک ﷺ کا طریقہ جسے اسوۂ حسنہ فرمایا گیا' اور اس کی اتباع کا حکم دیا گیا، ظاہر ہے اس طریقۂ نبوی سے بڑھ کر کوئی عمدہ طریقہ نہیں ہوسکتا۔

اور سنت سے محبت پر جنت کی بشارت دی گئی۔ فرمایا: ''جس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''

امام مالک رحمہ اللہ نے سنت کی مثال سفینۂ نوح علیہ السلام سے دی ہے، جو اس میں سوار ہوا' یعنی سنت کا اتباع کرلیا وہ ناجی ہے اور جو سوار نہ ہوا یعنی تارک سنت رہا وہ غرق ہو گیا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۱ ج ۶)

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے صحیح کہا: ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید که ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جو شخص پیغمبر کے خلاف راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

صاحب سوانح ''جمع الاربعین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمان کو چاہئے کہ اپنے نبی سید المرسلین شافع یوم الدین ﷺ کی سنت اور حضرات صحابہ کرام کے طریق کی پیروی کرے کہ باعث نجات یہی طریقہ ہے''۔ (حدیث نمبر: ۹)

اللہ تعالیٰ شانہ نے مفتی صاحب کو زمانۂ طالب علمی ہی سے سنت کی اتباع کی توفیق

مرحمت فرمائی۔ایک ایک سنت پرعمل کا اہتمام فرماتے۔حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری تحریرفرماتے ہیں:

’’حضرت مولانا کوزمانۂ طالب علمی ہی سے اتباع سنت کا التزام تھا، چھوٹی چھوٹی سنتوں پر پابندی سے عمل تھا،اوراس کی برکت سے بزرگان دین اورعلماء ربانی کی صحبت اور زیارت اوران کی دعا حاصل کرنے کے مواقع بسہولت نصیب ہوتے رہے،اورقلب صاف اورشفاف ہوتا گیا۔حضوراکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’من حفظ سنتی اکرمه الله تعالىٰ باربع خصال : المحبة فی قلوب البررة والهيبة فی قلوب الفجرة ، والسعة فی الرزق ، والثقة فی الدين‘‘۔

جس نے میری سنت کا تحفظ کیا حق تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم فرمائیں گے:

(۱)......پاکبازوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

(۲)......اور بدکاروں کے دلوں میں ہیبت۔

(۳)......رزق کوفراخ کردے گا۔

(۴)......اوردین میں پختگی اوراستقامت نصیب فرمائے گا۔(شرح شرعۃ الاسلام)

مذکورہ چاروں نعمتیں مولانا کو حاصل تھیں،ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء۔

اتباع سنت ہی کے اہتمام کی وجہ سے آپ ان اذکار کی بھی پابندی فرماتے تھے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں،اورجن پر نبی کریم ﷺ نے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ فجراورمغرب کی نماز کے بعد ’’ لا اله الا الله وحده‘‘ الخ ہیئت قعود پر بیٹھ کردس مرتبہ پڑھنے کا دائمی معمول تھا،جس کی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری اس معمول کے متعلق رقمطراز ہیں:

''حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر و مغرب قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحی و یمیت وھو علی کل شئی قدیر '' دس بار پڑھتے تھے۔

اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔''مشکوٰۃ شریف''میں حدیث ہے:

عن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : من قال قبل ان ینصرف ویثنی رِجلَیہ من صلوۃ المغرب والصبح " لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحی ویمیت وھوعلی کل شئی قدیر " عشرمرات کتب لہ بکل واحدۃ عشرحسنات ومحیت عنہ عشر سیئات ورفع لہ عشر درجات ' وکانت لہ حرزاً من کل مکروہ وحرزاً من الشیطان الرجیم ' ولم یحل لذنب ان یدرکہ الا الشرک ' وکان من افضل الناس عملاً الا رجلا یفضلہ یقول افضل مما قال ، رواہ احمد۔[۱] (مشکوٰۃ شریف ص۹۰، باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے یہ کلمات " لا الہ الا اللہ " الخ دس مرتبہ پڑھے تو ہر مرتبہ کہنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں' دس گناہ مٹائے جاتے ہیں' اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں' اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان' اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں' اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا' اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے۔

---

[۱]......مسند احمد ص۵۱۲ ج۲۸، حدیث عبد الرحمن بن غنم الاشعری ، رقم الحدیث:۱۷۹۹۰۔

ذکر اللہ کا اہتمام

قرآن کریم جس چیز کو ''اکبر'' کہدے اس کی عظمت و بڑائی میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ ذکر کے متعلق قرآنی اعلان یہ ہے: ''ولذکر اللہ اکبر'' ذکر کی اس عظمت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے کثرت سے کیا جائے، اور قرآن کریم ہی نے کثرت ذکر کا حکم مختلف عنوان سے دیا ہے۔

ذکر وصول الی اللہ کا اعلیٰ ذریعہ ہے، اور ذکر اللہ سے غفلت کو موت فرمایا۔ (فضائل ذکر)

کسی عارف نے خوب کہا ہے ؎

فنسیان ذکر اللہ موت قلوبهم　　　واجسامهم قبل القبور قبور

وارواحهم فی وحشة من جسومهم　　　ولیس لهم حتی النشور نشور

اللہ کی یاد کو فراموش کر دینا ان کے قلوب کی موت ہے، اور ان کے اجسام (زمین والی) قبروں سے پہلے (ان کے مردہ دلوں کی) قبریں ہیں۔

اور ان کی روحیں سخت وحشت میں ہیں ان کے جسموں سے، اور ان کے لئے قیامت اور حشر سے پہلے زندگی نہیں۔

ذکر کے متعلق خود صاحب سوانح ہی کا ایک اقتباس درج کرنا مناسب ہے۔ موصوف ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' (تالیفاتِ مرغوب ص ۲۳۳) میں رقمطراز ہیں:

عن ابی هریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی، وانا معه اذا ذکرنی، فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی، وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم۔ (متفق علیہ)

ترجمہ...... بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول

مقبول ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں اپنے بندے کے گمان کے موافق اس سے معاملہ کرتا ہوں' اور جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر بندہ مجھ کو اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں' اور اگر کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع (فرشتوں اور ارواح انبیاء) میں یاد کرتا ہوں۔

ف:......انسان کا مطلوب ذاتی ومقصود اصلی یہی ہے کہ خدا کی یاد ہو، اس لئے جملہ اعمال خیر وریاضات وعبادات اسی ذکر خدا کے ذرائع ووسائل ہیں' اور ذکر خداوندی مقصود بالذات ہے۔

جب معصیت اور گناہوں کے ارتکاب سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے' اور شیطان اس پر اپنا پورا قبضہ جمالیتا ہے' تو پھر اس ہلاکت کے گڑھے سے نکلنے اور صفائی قلب پیدا کرنے کے لئے ذکر خدا سے بہتر کوئی قلعی وصیقل نہیں ہے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: ''ہر چیز کی قلعی ہوا کرتی ہے' اور دلوں کی قلعی اللہ کی یاد ہے''۔ (رواہ البیہقی)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''انسان کے دل پر شیطان گھٹنے ٹیکے بیٹھا رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے''۔ (رواہ البخاری)

حدیث قدسی میں وارد ہے اللہ پاک فرماتا ہے کہ: ''جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میری یاد سے ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں''۔ (رواہ البخاری)

اور خدا کے ساتھ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کے ذکر کے وقت دائرہ حیوانیت اور پستی بشریت سے ترقی کر کے زمرۂ ملائکہ مقربین میں جا ملتا ہے' اس میں تقرب خداوندی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی قوم خدا کا ذکر کرنے بیٹھتی ہے تو

فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں' اور رحمت خداوندی ان کو ڈھانپ لیتی ہے' اور اطمینان وسکینہ ورضائے خدا کا ان پر نزول ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کی لوگوں کو ترغیب دلائی' اور مجلس ذکر کو جنت کے باغات سے تشبیہ دی ہے۔ اور جو شخص کسی مجلس سے خدا کا ذکر کئے بغیر اٹھ جائے اس پر غصہ فرمایا' اور مردار لاش سے اس کی تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جب جنت کے باغوں پر تمہارا گذر ہوا کرے تو کچھ کھایا پیا کرو، صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ''ذکر الٰہی کے حلقے''۔ (رواہ الترمذی)

اور فرمایا کہ: ''جو لوگ مجلس سے خدا کو یاد کئے بغیر کھڑے ہو جاتے ہیں وہ گویا مردار گدھے کی لاش پر سے کھڑے ہو جاتے ہیں' ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا افسوس کریں گے''۔ (رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اہل جنت کو جنت میں کسی چیز کا حسرت اور غم نہ ہوگا، مگر اس وقت کا جو دنیا میں بے یاد الٰہی کے گذرا ہے''۔ (رواہ الطبرانی) ۔

بے غم عشق تو صد حیف زعمرے کہ گذشت پیش ازیں کاش گرفتار غمت می بودم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص خدا کو یاد کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا ان کی مثال زندے اور مردے کی سی ہے''۔ (رواہ الطبرانی)

قرآن پاک کی متعدد آیات واحادیث کثیرہ' ذکر کی عظمت وفضیلت میں وارد ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں فرمایا ہے کہ: قرآن مجید کی تلاوت کے بعد کوئی عبادت جو زبان سے ادا کی جاتی ہے خدا کے ذکر سے افضل نہیں۔

الٰہی تو اپنے ذکر سے مجھے مانوس کر دے' اور میرے دل میں بجز اپنی یاد کے کوئی اور چیز

باقی مت چھوڑ‘ اور اس بات کی حقیقت سمجھا دے کہ قبر میں نہ کنبہ نہ مال نہ اولاد کوئی چیز تیرے ذکر کے سوا ساتھ دینے والی نہیں‘ فقط تیرا ذکر انیس ورفیق رہے گا۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است　　جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق　　علمے کہ راہ حق نماید جہالت است

مفتی صاحب عالم باعمل تھے، ذکر اللہ کے متعلق جو آپ نے لکھا اس پر خود بھی عامل تھے۔ دعا بھی کیسی مانگی ’’الٰہی ذکر سے مجھے مانوس کردے‘‘ مطالعہ وغیرہ سے فارغ اوقات میں تسبیح ہاتھ میں ہوتی اور زبان یاد الٰہی میں مشغول رہتی۔ مولانا بشیر احمد صاحب لاجپوری لکھتے ہیں:

’’ذکر والی زبان اور شکر والا دل اللہ رب العزت نے عطا فرمایا تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں جب کبھی اس عاجز کو حاضری نصیب ہوئی تو تسبیح ہاتھ میں دیکھی‘‘۔

مولانا اسماعیل حاجی واڑی صاحب لاجپوری سے میں نے سنا کہ: ’’میں نے اپنے بزرگوں میں جنہیں ذاکر اور شاغل یعنی ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف دیکھا ان میں مولانا مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا کوئی ثانی نہیں‘‘۔

درود شریف کی کثرت

درود وسلام دراصل بارگاہ الٰہی میں مؤمن کی ایک دعا ہے‘ جو رسول اللہ ﷺ کے لئے آپ سے دلی تعلق آپ کے احسانات اور آپ سے وفاداری کی وجہ سے کی جاتی ہے، امت مسلمہ پر نبی پاک ﷺ کے جو احسانات ہیں‘ ان کا بدلہ کون دے سکتا ہے؟ گویا اللہ تعالی سے امتی درخواست کرتا ہے کہ ان احسانات کے بدلے آپ ہی نبی پاک ﷺ پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

درود پاک کی اہمیت کے لئے یہ ارشاد ربانی کافی ہے: ﴿ ان اللّٰہ وملا ئکتہ یصلّون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ﴾۔(احزاب، آیت نمبر:۵۶)
ہے کوئی ٹھکانہ نبی پاک ﷺ کے اعزاز کا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے بھی۔اور امتی کے لئے بھی یہ مقام مسرت ہے کہ ہمیں ایسے عمل کا حکم ملا جس میں خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے شریک ہیں۔اور احادیث میں تو درود شریف کے اس کثرت سے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں کہ ان کا احصاء بھی ناممکن ہے۔

ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس مرتبہ رحمتوں کا وعدہ 'بعض روایات میں ستر تک کا عدد بیان فرمایا گیا ہے۔اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا جو مجھ پر درود بھیجتا ہے میں بھی اس پر درود بھیجتا ہوں (یعنی رحمت ومغفرت کی دعا کرتا ہوں)۔اور درود شریف کی کثرت پر قیامت میں قرب نبوی کا وعدہ ہے۔ان روایات کو پڑھ کر کوئی محروم ہی ہوگا جسے یہ توفیق نہ ملے۔

(یہ روایات ''الترغیب والترہیب'' میں ہیں)

ایک روایت میں تو یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص مجھ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنا ٹھکانا جنت میں دیکھ لے۔

اور ایک روایت میں ہے جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں، اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے اس کی آنکھ کے درمیان نفاق اور جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے، اور قیامت کے دن وہ شہداء کے ساتھ ہوگا۔

حکم ربانی اور ترغیبی احادیث اور محبت نبوی ﷺ کی خاطر ہمارے اسلاف کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ وہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

میں نے اپنے خاندانی بزرگوں میں میرے نانا مولانا ابراہیم صاحب کو کثرت سے

[۱]......حاشیہ الطحطاوی ، فصل فی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور بہت ہی ادب واحترام سے درود پڑھتے دیکھا۔کبھی دن میں اگر معمول رہ گیا تو رات کوسوتے نہیں تھے، جب تک کہ وہ مقدار پوری نہ کرلیں، اللھم ارزقنا اتباعہ۔

حضرت مفتی صاحب کے متعلق اپنے بزرگوں سے سنا؛ اور میرے والد صاحب مدظلہ العالی نے بھی لکھا کہ: درود شریف کثرت سے پڑھتے رہتے تھے۔

آپ کے بکثرت ذکر و درود ہی کی برکت تھی کہ آپ کو متعدد مرتبہ خواب میں نبی پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

نماز باجماعت کا اہتمام

اسلام میں فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے۔فرمایا:

﴿وارکعوا مع الراکعین﴾۔(بقرہ:۴۳)

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت پر اس طرح مداومت فرماتے رہے کہ گویا وہ بھی نماز کا جزاور نماز کے اندر داخل ہے۔(ارکان اربعہ)

نماز باجماعت کی فضیلت اور تارک جماعت پر آپ ﷺ کی ناراضگی، اور جماعت کی حکمتوں پر صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب کی ایک تحریر پڑھئے، آپ ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

نماز باجماعت کی فضیلت

عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ۔(متفق علیہ)

ترجمہ...... بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں

ستائیس درجہ زیادہ فضیلت ہے۔

ف:...... جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، اور بعض نے واجب کہا ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید اور فضیلت میں بہت کثرت سے صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں غور کرنے سے یقیناً یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز کی تکمیل میں جماعت کو بہت بڑا دخل ہے، بغیر جماعت کے نماز کامل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس کو ترک نہ فرمایا، یہاں تک کہ حالت مرض میں جب آپ کو بوجہ شدت ضعف کے خود بخود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز ادا فرمائی۔

تارک جماعت پر آپ ﷺ کا غصہ

نماز جماعت سے نہ پڑھنے والے پر آپ ﷺ کو بہت سخت غصہ آتا تھا اور سخت سے سخت سزا دینے کو آپ ﷺ کا جی چاہتا تھا۔ ''مسلم شریف'' میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کو مع ان کے گھر و مال واسباب کے جلا دیں۔

جماعت کی حکمتیں

جماعت کے اہتمام میں بڑی حکمتیں ہیں۔

(۱)...... مسلمانوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں' جاہل بھی عالم بھی، لہذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے عبادت ادا کریں کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جاوے تو دوسرا مسلمان اسے تعلیم کر دے۔

(۲)...... تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے

کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا، جس سے دینی اخوت ایمانی اور محبت کا رشتہ بہت مضبوط ہوگا جو اس شریعت کا مقصود اعظم ہے۔

(۳)...... جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا حال بھی اس سے کھل جائے گا۔

(۴)...... چند مسلمانوں کا مل کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس سے دعاء مانگنا نزول رحمت اور قبولیت دعا کے لئے ایک عجیب اثر رکھتا ہے۔(جمع الاربعین۔تالیفاتِ مرغوب ص ۱۸۷)

حضرت مفتی صاحب کو بھی جماعت کا بے حد اہتمام تھا، صحت تک جماعت کے پابند رہے۔حالت مرض میں مسجد کی حاضری سے معذور ہو گئے اس پر اظہار افسوس فرمایا کرتے، علماءٔ دوست واحباب سے دعا کی درخواست فرماتے۔ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر کے بدن میں خون نہیں اور جسم میں قوت نہیں، اس لئے مرض میں افاقہ بہت ہی آہستہ ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس قدر افاقہ جلدی نصیب فرمائے کہ فقیر مسجد میں حاضری دے سکے''۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں: ''فقیر کے مرض میں گونہ افاقہ ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ رمضان شریف میں مسجد کی حاضری نصیب فرمائے آمین، دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں''۔

مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نام ایک گرامی نامہ میں رقمطراز ہیں:

''مسجد کی حاضری ومجالس خیر کی حاضری سے محروم ہو گیا ہوں، اللہ تعالیٰ قوت دے آمین''۔

مولانا بشیر احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم مولانا کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگوں اور اہل اللہ کی صحبت سے مشرف ہوئے تھے، اور سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت بھی ہوئے تھے، اس لئے اوراد ووظائف کی بڑی پابندی تھی، نماز باجماعت

کا بڑا اہتمام تھا‘‘۔

قیلولہ

اگر فرصت میسر ہو تو اتباع سنت کی نیت سے دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر لیٹ جائے اس کو قیلولہ کہتے ہیں۔اس مسنون عمل کے لئے سونا بھی ضروری نہیں صرف لیٹ جانا ہی کافی ہے۔(زادالمعاد،اسوہ:۲۵۴)

امام غزالی رحمہ اللہ نے ’’احیاء العلوم‘‘ میں رات کو جاگنے کے بیان کے ساتھ وہ اسباب ووجوہ جن کے ذریعہ رات کو بیدار ہونے پر مدد ملتی ہیں بیان فرمائے ہیں۔ان میں تحریر فرماتے ہیں:

’’تیسرا یہ کہ دن کو سونا (قیلولہ) نہ چھوڑے کہ رات کے اٹھنے کے لئے یہ سونا سنت ہے‘‘۔(ص ۵۵۰ ج ۱)

قیلولہ تہجد کے لئے مددگار ہے

دن میں قیلولہ ترک نہ کرے، کیونکہ یہ بھی قیام لیل میں مدد دیتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:’’دن کو قیلولہ کر کے قیام لیل پر مدد حاصل کرو‘‘۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ان کا ایک عامل دن میں قیلولہ نہیں کرتا،تو آپ نے اس کو اس مضمون کا خط لکھا،امابعد: فقل فان الشیطان لایقیل ’’یعنی قیلولہ کیا کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔(ص ۱۰۶)

’’فتاویٰ عالمگیری‘‘ میں ہے: قیلولہ کر کے راحت حاصل کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:’’تم لوگ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا‘‘۔

(کتاب الکراہیت،تیسواں باب متفرقات کے بیان میں)

تہجد ہمارے اسلاف کا محبوب مشغلہ تھا، اس لئے قیلولہ بھی ضروری تھا، بزرگوں کی سوانح میں ان کے جو معمولات بیان کئے گئے ان میں قیلولہ بھی ہے۔

مفتی صاحب کے جو مختصر معمولات میرے والد صاحب مدظلہ العالی نے تحریر فرمائے ہیں ان میں ایک معمول قیلولہ کا بھی ہے۔ آپ عامۃً دوپہر کا کھانا بارہ بجے تناول فرما کر ظہر تک آرام فرماتے۔

قیام لیل

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا

ہر دور میں امت کے اولیاء صلحاء علماء صلوۃ تہجد کا اہتمام فرماتے رہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ تہجد کی پابندی نبی پاک ﷺ کی سنت مبارکہ تھی اور صحابہ کی معمول بہا تھی۔ قرآن کریم کی آیات اور نبی پاک ﷺ کے بے شمار ارشادات فضائل تہجد پر وارد ہوئے ہیں۔

اور خود نبی پاک ﷺ کا معمول تو اس حد تک تھا کہ عبداللہ بن ابی قیس بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا کہ: رات کی نماز نہ چھوڑا کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے کبھی نہیں ترک فرماتے تھے، اگر آپ ﷺ کو کوئی بیماری یا طبیعت میں کوئی سستی بھی ہوتی تب بھی بیٹھ کر تہجد ادا فرماتے۔ (ابوداؤد، باب قیام اللیل)

اور ممکن ہے آپ ﷺ کا یہ معمول اس لئے بھی ہو کہ تہجد آپ ﷺ پر فرض تھا گرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی یا نفل؟ بحر العلوم حضرت علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

واختلفوا کان صلوٰۃ التھجد فرضاً علیه ام تطوعا ؟ ذھب الی الاول جمع ومنھم اصحاب الاصول من مذھبنا ' وقال القسطلانی : الیه ذھب اکثر الاصحاب یعنی

الشافعیه، وذهب جمع الی الثانی۔(رسائل الارکان:ص۱۳۴/فصل فی صلوٰۃ اللیل)

یعنی علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی یا نفل؟ ایک جماعت فرضیت کی قائل ہے، اور اصحاب اصول کا بھی یہی خیال ہے۔

قسطلانی فرماتے ہیں کہ: اصحاب شافعیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔اور ایک جماعت عدم فرضیت کا رجحان رکھتی ہے۔

بہر حال آپ ﷺ کا عامۃً معمول تہجد ادا فرمانے کا تھا۔یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ نے کبھی تہجد ناغہ نہیں فرمایا، بلکہ صحیح حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے سفر حج کے دوران مزدلفہ کی رات میں تہجد نہیں پڑھی، چنانچہ ''مسلم شریف'' حجۃ الوداع کے بیان میں حضرت جابرؓ کی طویل روایت میں ہے:'' حتی اتی المزدلفة فصلی بها المغرب و العشاء باذان واحد واقامتین ولم یسبح بینهما شیئا ثم اضطجع حتی طلع الفجر''۔

یعنی آپ ﷺ عرفات سے فارغ ہو کر مزدلفہ تشریف لائے اور مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھیں اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی، اس کے بعد آپ لیٹے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''مزدلفہ کی اسی رات میں آپ ﷺ نے عشا سے فارغ ہو کر فجر تک آرام فرمایا اور اسی رات تہجد یکسر ناغہ کیا' دو رکعتیں بھی نہیں پڑھیں، (حالانکہ تہجد آپ سفر میں بھی ناغہ نہیں کرتے تھے)۔(معارف الحدیث:ص ۲۳۵، ج۴، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ہاں اس میں کوئی شک نہیں آپ ﷺ کو تہجد کا بے حد اہتمام تھا، اور صحابہ کرام کے متعلق تو یہ مقولہ مشہور ہی ہے جو شاہ روم ہرقل کے سامنے صحابہ کرام کے تعارف میں بیان

کیا گیا ''رھبان باللیل فرسان بالنھار ''یعنی رات کے عبادت گذار اور دن کے شہسوار۔

صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' میں حدیث نمبر:۱۸ر کے ذیل میں (تالیفاتِ مرغوب ص۱۹۲) تحریر فرماتے ہیں:

''اخیر رات کا وقت نہایت خیر و برکت اور رحمت و قبولیت کا وقت ہے، اسی واسطے اس وقت کی عبادت اور گریہ وزاری اور مناجات و ذکر خدا و نماز تہجد فرضوں کے سوا سب نفلوں سے بہتر ہے۔ نماز تہجد حضور اکرم ﷺ کی بہترین سنتوں میں سے ایک اعلیٰ اور افضل سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ اس کو پڑھا کرتے تھے، اور اپنے اصحاب کو اس کے پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ احادیث نبویہ میں اس نماز کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ''بخاری'' اور ''مسلم'' میں روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ بعض وقت تہجد میں اتنی دیر قیام فرماتے تھے کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر آتے تھے۔ ایک روایت میں اس کو انبیائے کرام علیہم السلام کا معمول فرمایا ہے۔

حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ: کوئی شخص بغیر تہجد کی نماز کے درجۂ ولایت کو نہیں پہنچتا۔ حضرات صحابہ کرام سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ میں صلحاء امت اور خاصان خدا کا اس نماز پر پابندی سے عمل رہا ہے۔ افسوس ایسا عمدہ وقت ہر روز ہمارا خواب غفلت میں ہی میں کٹتا ہے۔

ہر شبے از بہر تو اے بوالفضل   می کند از اوج جبارے نزول

تو ز جائے خود چو مرد بے ادب   برنگیری کام نہ روز و نہ شب

حضرت مفتی صاحب بھی تہجد کے عاشق و پابند تھے، آپ کا معمول تھا کہ صبح صادق سے ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہو جاتے اور تہجد و دعاء کا اہتمام فرماتے، جیسا کہ آپ کے معمولات

کے ذیل میں درج ہے۔

فجر کی سنت گھر میں پڑھنے کی عجیب فضیلت اور مفتی صاحب کا معمول

حدیث شریف میں ہے کہ: قال صلی اللہ علیه وسلم : من صلی رکعتی الفجر أی سنته فی بیته یوسع له فی رزقه ' ویقل المنازع بینه وبین اهله ' ویختم له بالایمان۔

یعنی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر میں پڑھے تو اس کے رزق میں وسعت کردی جائے گی، اور اس کے اور اس کے گھر والوں میں منازعات کم ہوجائیں گے (کم کیا ختم ہی ہوجائیں گے) (اور تیسرا نفع یہ ہے کہ) اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (مراقی الفلاح ص۲۴۶، باب ادراک الفریضۃ)

ہمارے اکابر کا معمول یہی دیکھا اور پڑھا کہ اکثر فجر کی سنت گھر پر ادا فرما کر مسجد تشریف لے جاتے۔ حضرت مفتی صاحب کی عادت شریفہ بھی یہی تھی کہ تہجد کے بعد اپنے معمولات سے فراغت پر سنت ادا فرما کر مسجد تشریف لے جاتے تھے۔

نماز اشراق کا اہتمام

عبدیت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے حضور میں اپنی فنائیت وبندگی' محبت وشیفتگی اور انتہائی عاجزی کا اظہار کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی منشاء بھی یہی ہے، اسی لئے رات دن میں پانچ مرتبہ اپنے دربار کی حاضری اور اس میں انتہائی ذلت کی ہیئت سجدہ کو فرض وضروری قرار دیا۔

اگر اس حاضری میں کوئی طویل وقفہ آگیا تو نوافل رکھ دیں، جیسے فجر وعشاء کے درمیان کا وقت طوالت لئے ہوئے ہے تو تہجد کی ترغیب سے بندے کو قریب کیا گیا، فجر اور ظہر کے درمیان بھی کچھ نہ کچھ وقفہ لمبا ہی ہے تو ''صلوٰۃ الضحیٰ'' کے نام سے کچھ رکعتیں رکھی گئیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ''دن (جو اہل عرب کے نزدیک صبح سے یعنی فجر کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اور جو چار چوتھائیوں میں تقسیم ہے جن کو چار پہر کہتے ہیں) حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ ان چار پہروں میں سے کوئی پہر بھی نماز سے خالی نہ رہے، اس لئے پہلے پہر کے شروع میں نماز فجر فرض کی گئی، اور تیسرے اور چوتھے پہر میں ظہر وعصر، اور دوسرا پہر جو عوام الناس کی معاشی مشغولیتوں کی رعایت سے فرض نماز سے خالی رکھا گیا تھا، اس میں نفل اور مستحب کے طور پر یہ ''صلوۃ الضحیٰ'' مقرر کردی گئی، اور اس کے فضائل وبرکات بیان کر کے اس کی ترغیب دی گئی کہ بندگان خدا اپنے مشاغل سے وقت نکال کر اس وقت میں چند رکعتیں پڑھ سکیں اور وہ یہ سعادت حاصل کریں''۔ (حجۃ اللہ البالغہ، معارف القرآن: ص ۳۵۵ ج ۳)

روایات حدیث میں طلوع فجر سے زوال تک کی نوافل کا ذکر لفظ ''ضحیٰ'' سے آیا ہے، مگر الفاظ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نوافل دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھے جائیں۔ ہمارے عرف میں ان پر ''اشراق'' کا لفظ بولا جاتا ہے، اور اس کا اشارہ آیت قرآنی میں ملتا ہے: ''یسبحن بالعشی والاشراق'' (سورہ ص آیت: ۱۸) شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے صلوٰۃ ضحیٰ کے مشروع ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ (معارف القرآن: ص ۴۹۷ ج ۷)

اور نماز اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے بعد بارہ پندرہ منٹ پر شروع ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ص ۲۸۶، ج ۴)

اور کچھ نوافل طلوع فجر کے دو تین گھنٹہ بعد پڑھے جانے کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے، جسے ہمارے عرف میں ''چاشت'' کہتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں اس نماز کے بے شمار فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ایک روایت میں ہے: ''جو شخص فجر کی نماز کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے تک اسی جگہ بیٹھا رہے اور سوائے نیکی کے کوئی اور بات نہ کرے تو اس کی تمام خطائیں معاف ہو جائیں گی، خواہ وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر کیوں نہ ہوں''۔(احمد وابوداؤد والبیہقی)

اور ایک حدیث میں ہے: ''جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے پھر وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اللہ کے لئے اشراق کی نماز پڑھے' تو اس کے لئے اس حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کے برابر اجر وثواب ہوگا جس کا حج وعمرہ مکمل ہو''۔(طبرانی)

ایک حدیث میں ہے: ''اے ابن آدم! تو دن کے شروع حصہ میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لے، میں دن بھر کے لئے تیرا کفیل اور ذمہ دار ہو جاؤں گا۔(رواہ احمد)

''مسلم شریف'' کی ایک روایت میں ہے: ''تم میں سے ہر شخص کے ذمہ اس کے جسم کے ایک ایک جوڑ کے بدلے روزانہ صبح کو ایک صدقہ ہے، پس ایک دفعہ ''سبحان اللہ'' کہنا بھی صدقہ ہے، اور ''الحمد للہ'' کہنا بھی صدقہ ہے، اور ''اللہ اکبر'' کہنا بھی صدقہ ہے اور ''لا الہ الا اللہ'' کہنا بھی صدقہ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے' اور اس شکر کی ادائیگی کے لئے دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی دن چڑھے پڑھے۔(ترغیب)

ان احادیث پر نظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ چند منٹ مذکورہ فضائل کے حصول پر صرف کرے۔

حضرت مفتی صاحب کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنے معمولات سے فارغ ہو کر نماز اشراق ادا فرماتے۔حق تعالیٰ راقم وناظرین کو ان معمولات کا اتباع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

پانچواں باب

متفرقات

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔قرآن کریم نے مختلف مواقع پر اس کا حکم فرمایا ہے، احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے، ترک پر سخت وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ہمارے اسلاف کی زندگی اس عظیم دینی خدمات کے لئے وقف تھی۔

بغیر کسی لومۃ لائم کے حق بات ہر جگہ' ہر وقت' ہر کسی سے کر دیتے تھے۔اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اندھا دھند تبلیغ کرتے پھرتے تھے، موقع شناسی اور مردم شناسی ان میں بدرجہ اتم تھی۔

حضرت مفتی صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے داعیانہ اور مبلغانہ صفت سے نوازا تھا، امت کی اصلاح کا درد وغم عطا فرمایا تھا۔

ضرورت پڑی تو ''افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر ''[۱] پر بھی عمل کیا، اس کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حکومت وقت کے سامنے حق کہنے کا ایک واقعہ

راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب ڈایالاجپوری نے بیان فرمایا کہ: رنگون میں میرے ماموں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔ایک مرتبہ

[۱]......بہترین جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہے۔(ترمذی)

حکومت نے تحریک چلائی کہ حج کی فلم بنائی جائے، اور تمام مسلمانوں کی شرکت اس میں لازمی قرار دی جائے۔ مولانا مرغوب احمد صاحب نے یہ اعلان سنا' تو اپنے چند معتمد تلامذہ کو لے کر پارلیمنٹ میں تشریف لے گئے، اور مختصر جامع و مانع احتجاجی تقریر فرمائی، دوران تقریر یہ جملہ فرمایا کہ: ''اگر ارباب حکومت نے ہمارے احتجاج کو نظر انداز کر دیا تو حکومت کو نقصان برداشت کرنا ہوگا' یا مرغوب احمد مع اپنے رفقاء کے دنیا سے ختم ہو جائے گا''۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

نانا جان کے فرمان کی تائید اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جو مفتی صاحب نے اپنے قیام رنگون کے وقت تحریر فرمایا تھا، وہ فتوی قابل دید ہے، اس لئے اسے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

حج فلم کی شرعی حیثیت

س:......رنگون میں ایک فلم کمپنی عنقریب' اسلامی حج کے مناظر' فلم حج کی صورت میں دکھانا چاہتی ہے' اور اخبارات میں یہ بھی شائع ہوا ہے کہ مختلف شہروں میں یہ حج کی فلم دکھائی گئی ہے، اور یہ فلم سلطان ابن سعود کے حکم سے کسی مصری فلم کمپنی نے تیار کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حج جیسے شعار اسلامی کو کھیل' تماشہ کی صورت میں متحرک تصاویر کے ساتھ فلم میں دکھلانا اور مسلمانوں کا اس کو شوق سے دیکھنا' اور ترغیب دیکھنے کی کرنا شرعا جائز ہے یا ممنوع ہے؟ اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا حکم ظاہر فرما کر ماجور ہوں۔

ج:......الجواب وهو الموفق للحق والصواب: علم وبصیرت اور ضابطۂ شریعت کی روشنی میں بلا خوف لومۃ لائم' پوری بصیرت کے ساتھ یہ حکم ظاہر کیا جاتا ہے کہ حج اور دیگر شعائر دین کو لہو لعب اور کھیل تماشے کی صورت میں پیش کرنا دین کے ساتھ کھلا ہوا تلعب ہے،

چونکہ فلم و بائیسکوپ میں تصویر متحرکہ دکھلائی جاتی ہیں، جو شرعاً ممنوع و ناجائز وحرام ہے۔لہذا اسلامی حج کو جو اسلام کا ایک شعار عظیم ہے، کھیل تماشے کی صورت میں دیکھنا و دکھانا ناجائز ومعصیت ہے۔قرآن حکیم نے واضح لفظوں میں حکم دیا ہے کہ: ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔

اور ظاہر ہے، اور ہر شخص اس کا اعتراف کرے گا کہ حج کی فلم کو بطور ایک کھیل وتماشہ ہی کے پیش کیا جاتا ہے۔فلموں کی غرض و غایت کھیل تماشہ کے سوا قطعاً اور کچھ نہیں۔اس فلم کے ارباب بست وکشاء کے پیش نظر بھی تماشہ ہی دکھانا ہے، ان کو تبلیغ دین سے کیا نسبت اور کیا واسطہ؟ غیر مسلم بھی اس کو ایک کھیل ہی سمجھ کر دیکھتے ہیں، اگر غیر مسلموں کے دل میں اس کا وہم بھی گذر جاتا کہ اس فلم سے اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے تو وہ ''ریالٹو'' میں رونق محفل نہ بنتے، بلکہ وہ اس قدر شور برپا کرتے کہ فلم بنانے والوں کے ہوش وحواس گم ہو جاتے اور لینے کے دینے پڑتے۔

پھر یہ کہنا کہ یہ تبلیغی فلم ہے اور اس سے غیر مسلموں میں ایک جاذب قلوب جذبہ پیدا ہوتا ہے، صرف خوش فہمی ہی نہیں، بلکہ جہل مرکب کے ساتھ اپنے نفس کو اور عوام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے مرادف ہے۔اور اگر بالفرض اس سے کچھ اثر پڑے بھی تو وہ اثر اسلامی نہیں، بلکہ درحقیقت یہ وہ تماشائی روح ہے، جس کو قرآن کریم مٹانے کا حکم دیتا ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا فلم، شرعاً جائز ذریعۂ تبلیغ ہے بھی یا نہیں؟ سو ظاہر ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویر بنانا بروئے شریعت اسلامیہ ممنوع وحرام ہے، جب سرے سے ہی یہ چیزیں ممنوع وحرام ہے تو یہ تبلیغ کا جائز ذریعہ ہی نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کی مذمت اور زیادہ سخت ہو جاتی ہے، جبکہ فلموں کی غرض وغایت وتماشہ بینی اور تھیٹروں کے اخلاق سوز ماحول کو

پیشِ نظر رکھا جائے۔

اب اس فلم کا ماحول دیکھئے! (جو واقف کاروں سے معلوم ہوا ہے) تو حد درجہ شرمناک ہے کہ اس فلم کو ایک دوسری فلم کے درمیانی وقت میں دکھایا جاتا ہے' تاکہ ان مسلمانوں کو بھی جن کو اللہ تعالی نے اب تک تھیٹروں اور سینماؤں کی صورت سے محفوظ رکھا ہے' مقامات مقدسہ واماکین متبرکہ کی زیارت کا چکمہ دے کر انہیں بائیسکوپوں میں بلوا کر حج فلم کے ساتھ ساتھ دوسرا کھیل تماشہ بھی دکھایا جاسکے' اور اس طرح ان کو تھیٹروں اور سینماؤں میں آنے جانے کا عادی وخوگر بنایا جاسکے۔

جس پلیٹ فارم پر ایک رقاصہ اپنے رقص وسرور ونغمات سے لوگوں کے متاع ایمان و اخلاق پر ابھی ابھی کامیاب ڈاکہ ڈال چکی ہے' وہیں تھوڑی دیر کے بعد کعبۃ اللہ اور روضۂ اقدس (ﷺ) اور حج کے نظارے دکھانا' اگر تبلیغ اسلام ہے تو اس دور فتن میں پیشہ ور طوائفوں سے زیادہ کوئی تبلیغ کے کام نہیں آسکتا' استغفر اللہ۔

رہا ناواقف مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے یہ پروپگنڈا کرنا کہ سلطان ابن سعود' یا مصر کے علماء نے اس فلم کی اجازت دی ہے۔ اولاتو یہ تحقیق وتصدیق طلب امر ہے، ثانیا اگر یہ صحیح بھی ہو تو جواز کے لئے یہ چیز شرعی دلیل نہیں ہوسکتی۔ اسلام کے روشن احکام کی موجودگی میں شخصیتوں کو درمیان میں لانا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ شرعی فیصلہ یہی ہے کہ شعائر اسلامی کو کھیل اور تماشہ کی صورت میں فلموں میں دکھانا اور دیکھنا شرعا ناجائز ومعصیت ہے۔ اس قسم کی فلم سے اسلام وشعائر اسلام کی صریح توہین ہوتی ہے۔ جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم وواضح ہیں تو با اثر مسلمانوں پر اور اسلامی جرائد پر لازم وضروری ہے کہ اپنی وسعت وقدرت اور ہمت کے مطابق مسلمانوں کو آگاہ وآمادہ کریں کہ ایسی باعث توہین

اسلامی فلموں پر با قاعدہ پرامن پکٹنگ کریں، اور پکٹنگ میں فساد کا اندیشہ ہو تو حکومت کی امداد سے اس کی نمائش کا انسداد کیا جائے۔

بعض اسلامی جرائد سے معلوم ہوتا ہے کہ لائل پور، پنجاب میں حج فلم کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کامیاب ثابت ہوئی ہے، اور مالکان سینما نے حج فلم کی نمائش موقوف کردی ہے۔

غرض مسلمانوں کو اس کے انسداد میں سعی کرنا اور تماشہ دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکنا لازم وضروری ہے۔ شہر کے با اثر معززین و با اثر مسلمانوں کو اس کی طرف فوری توجہ کرنی چاہئے، ورنہ وبال اور عذاب خداوندی میں تمام مسلمان گرفتار ہوں گے۔ ''مشکوۃ شریف'' و ''ابوداؤد شریف'' میں حدیث ہے کہ ایسی حالت میں ساکتین کے لئے وعید ہے، اور ترغیب دلانے والے شدید وعید کے مستحق ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

فقط، و اللہ تعالی اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ مرغوب احمد سورتی

پروفیسر مرتاض حسین قریشی نے صحیح لکھا ہے:

''مولانا مرغوب احمد صاحب بڑے صاف گو اور حق گو بزرگ تھے''۔

مگر ظاہر ہے کہ وعظ ونصیحت میں ہر وقت غیظ وغضب مفید نہیں ہوتا نرمی اور مہربانی بھی ضروری ہے، بلکہ یہ زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ کسی واعظ نے خلیفہ مامون کو نصیحت کی اور گفتگو میں سختی سے کام لیا، تو مامون نے کہا کہ اے شخص نرم لفظوں میں کہو، دیکھو حق تعالیٰ نے تم سے بہتر شخص کو مجھ سے بدتر شخص کی طرف بھیجا اور نرمی کا حکم فرمایا، چنانچہ قرآن کریم میں مذکور ہے: فقولا لہ قولا

لینا ، الخ ، اے موسیٰ ! (علیہ السلام) فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کی جیو کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جاوے ۔ (البصائر : ص ۳۰ ج : ۱)

مولانا کی عادت شریفہ تھی کہ حکمت اور نرمی سے نصیحت فرماتے ' سمجھاتے اور منکرات کے ازالے کی کوشش فرماتے ۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیں ۔

حکمت سے نصیحت کرنے کے چند واقعات

(۱)......ایک مرتبہ جامع مسجد میں آپ تشریف فرما تھے ' ایک صاحب کو کھانسی آئی اور تھوکنے کی ضرورت پڑی ، وہ صاحب قبلہ کی جانب دیوار کی طرف بڑھے ، مولانا نے حکمت و نرمی سے سمجھایا کہ بھئی قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے ۔

(۲)......ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں ایک دنیوی صاحبِ وجاہت آدمی حاضر ہوئے ، مزاج پرسی کی ، تھوڑی دیر بعد چائے آئی ، ان صاحب نے بائیں ہاتھ سے پینی شروع کی ، آپ نے بڑی شفقت سے چائے کا پیالہ ان سے لے کر داہنے ہاتھ میں دیا اور فرمایا : یہ سنت طریقہ ہے ۔ اس طرح بائیں ہاتھ سے چائے پینے کے اور بھی کئی واقعات دوسرے حضرات کے ساتھ پیش آئے ، مولانا سب کی اصلاح فرماتے رہے ۔

(۳)......ایک مرتبہ ٹھیک دوپہر کا وقت ' گرمی اپنی شباب پر تھی کہ جنازہ لایا گیا ' صفیں سیدھی کی جارہی تھی کہ اچانک کچھ حضرات نے شور غل شروع کر دیا جلدی صف بناؤ ! جلدی صف بناؤ گرمی ہے ' دھوپ بہت تیز ہے ۔ حضرت امامت کی جگہ کھڑے تھے ، حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :

میرے بھائیوں ! اس وقت ہمارا کیا حال ہوگا ؟ جب آفتاب ایک بالشت کی مقدار اونچا ہوگا اور ہر شخص بقدر اعمال پسینے میں غرق ہوگا ، یہ وقت ہمارے لئے درس عبرت ہے ۔

ایسے ہی ایک مرتبہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں لال ٹین بجھ گئی، اندھیری رات تھی، مسجد میں تاریکی چھا گئی، مولانا نے فوراً لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

’’میرے دوستو! غور کرو اس دنیا کے فانی و عارضی اندھیرے سے آدمی خوف وحشت محسوس کرتا ہے، قبر میں کیا حال ہوگا؟ جہاں کوئی روشنی کا انتظام نہ ہوگا بجز اعمال صالحہ کے، لہذا اعمال صالحہ کا اہتمام کرو کہ قبر میں روشنی دے۔

مولانا کی یہ محنت احباب و دوستوں و عام مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ حکمت سے موقع پا کر ارباب حکومت و نواب صاحبان تک کو بھی نصیحت فرمادیتے یا ایسی مجالس خیر و مجالس وعظ میں حاضری کی دعوت دے دیتے۔

۶؍ دسمبر ۵۳ء میں لاجپور میں ایک جلسہ تھا، جس میں اہل علم کی تشریف آوری متوقع تھی، مولانا نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر نواب صاحب کو بھی مدعو کیا، تاکہ ایسی مجالس کی شرکت ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ نواب صاحب کے نام درج ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا:

نواب صاحب کے نام مفتی صاحب کا ایک مکتوب

بخدمت محترم المقام نواب زادہ سرور خان صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معروض ایں کہ اہل لاجپور کی خوش قسمتی سے حضرات علمائے کرام اہل لاجپور کی دعوت پر: ۶؍ دسمبر کو لاجپور تشریف لائیں گے۔ لاجپور کے ایک باہمت شخص نے پورے مصارف اپنے ذمہ لئے ہیں، اور اصل داعی وہی شخص ہیں، لیکن برائے نام فقیر کے نام سے ان حضرات کو دعوت دی گئی ہے۔ داعی اور فقیر کی طرف سے آنجناب کو: ۶؍ تاریخ کی شام کی

دعوت طعام اور جلسہ میں شرکت کی دعوت ہے۔

ایسے متبرک مواقع کم نصیب ہوتے ہیں، آپ ایسے موقع پر خود تشریف لاویں اور ان مقدس و مشاہیر بزرگوں کی ملاقات اور جلسہ کی شرکت سے ظاہری باطنی اور روحانی فیوض حاصل کریں، یہ فقیر کی درخواست ہے، والسلام

دعا گو: مرغوب احمد عفی عنہ

مورخہ: ۲۸/نومبر ۵۳ء

حضرت مفتی سید عبدالرحیم دامت برکاتہم مولانا کے اس وصف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا رحمہ اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علمبردار تھے''۔

فرمان نبوی ﷺ: ''**من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان**۔(رواہ مسلم)

یعنی تم میں سے جو بھی کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا مانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔(مشکوٰۃ شریف: ص ۴۳۱)

پر شدت سے عمل تھا، کیسا ہی موقعہ ہو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے باز نہیں رہتے تھے۔ مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صوفی صاحب لاجپوری کو عوام کی اصلاح کی بڑی فکر لاحق تھی۔ جمعہ کے بعد لوگ ٹھہرتے نہیں تھے، اس لئے خطبہ جمعہ کے بعد نماز سے پہلے بیان فرماتے اور عصر کے وقت بھی موقع نکال ہی لیتے، چنانچہ ایک روز عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور

حضرت صوفی صاحب نے بیان شروع کیا، پھر مکبر سے اقامت کہنے کا حکم فرمایا، اقامت کے بعد پھر دوبارہ نمازیوں کے طرف متوجہ ہوئے اور نصیحت شروع کی، پھر تیسری بار اقامت کے لئے حکم دیا، تو حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب سے رہا نہ گیا، بصد احترام و تواضع عرض کیا کہ: تکرار اقامت مشروع نہیں ہے۔ حضرت صوفی صاحب کو غصہ آ گیا اور فرمایا کون ہے؟ عرض کیا مرغوب! فوراً یہ فرماتے ہوئے واپس لوٹے کہ وقفہ ہو گیا تھا اس لئے اعادہ کے لئے کہا۔ نماز کے بعد فرمانے لگے یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے؟ عرض کیا حضرت! کتب فقہ میں موجود ہے، اور ''بہشتی گوہر'' میں بھی یہ مسئلہ ہے، چنانچہ ''بہشتی گوہر'' لائی گئی اور حضرت کو پوری تفصیل سنائی، تو بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کیا اور بہت دعائیں دیں۔

قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت اور مفتی صاحب کا تنبیہ کرنا

قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔ ''ابوداؤد شریف'' کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قبلہ کی سمت بلغم دیکھا تو اس کو کھرچ ڈالا اور غصہ میں فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی اپنے منہ کی طرف تھوکنا پسند کرے گا'' الخ۔

ایک اور روایت میں تو یہاں تک آیا ہے ایک امام نے قبلہ کی جانب تھوک دیا تو آپ ﷺ نے ان مقتدیوں سے فرمایا کہ: آئندہ یہ تمہاری امامت نہ کرے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر امامت کا ارادہ کیا' تو لوگوں نے منع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی سے مطلع کیا، چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے منع کیا تھا، بلکہ راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''تم نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے''۔

(ابوداؤد شریف، باب فی کراھیة البزاق فی المسجد)

اسی لئے فقہاء کرام نے بھی مکروہ لکھا ہے کہ کوئی قبلہ کی جانب تھوکے۔ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے تو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ (امداد المفتین: ص: ۱۰۳۵، سوال نمبر: ۹۴۳)

اور مشائخ کا طرزِ عمل دیکھئے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے والے سے ملاقات کے بغیر واپس آ گئے۔ رسالہ قشیریہ: ص ۱۵ر میں حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ: آپ ایک بزرگ کی شہرت سن کر زیارت کے لئے گئے، وہ بزرگ اتفاق سے گھر سے مسجد آرہے تھے، ان کو قبلہ کی جانب تھوکتے ہوئے دیکھا' تو حضرت بایزید بسطامی ملاقات کئے بغیر ہی واپس چلے آئے، اور فرمایا کہ: ''جس کو رسول اللہ ﷺ کے آداب (قبلہ کی حرمت) کا پاس ولحاظ نہیں تو اس کی بزرگی کا کیا اعتبار''۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ص ۷ ج ۴)

یہاں ایک اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ حالت وضو میں جب کہ جانب قبلہ بیٹھا ہو' جیسا کہ مستحب ہے' تو قبلہ کی طرف تھوکنا بھی پڑے گا۔ تو اس کا حل یہ لکھا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ ہو' مگر نیچے زمین کی طرف تھوکے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ص ۱۷ ج ۲)

احادیث نبوی کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب کو اس بات کا پورا اہتمام تھا کہ کوئی قبلہ کی طرف نہ تھوکے، اور کبھی ایسا واقعہ آپ دیکھتے تو اصلاح فرماتے۔

مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نماز سے فراغت پر میں کچھ حضرات کے ساتھ جن میں حضرت مفتی صاحب بھی تھے، جامع مسجد میں تھا کہ یکا یک ایک صاحب کو کھانسی آئی اور بلغم آنے لگا وہ اٹھے اور قبلہ کی جانب کھڑکی کی طرف بڑھے، مفتی صاحب نے فوراً ان کو روکا اور نرمی سے سمجھایا کہ بھائی قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے اس واقعہ کے ضمن میں چند باتیں اس لئے لکھدیں کہ ہمارے معاشرہ میں اس بارے میں بہت کوتاہی ہورہی ہے، بلکہ شاید اس ممانعت کا علم ہی

نہیں۔اہل علم کو چاہیئے اس طرف خود توجہ دیں، اور عوام کی بھی رہبری فرمائیں۔

متفرق واقعات......رقت قلبی

(۱)......مفتی صاحب بڑے رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔تلاوت کلام پاک کے وقت آیات تعذیب پر اکثر گریہ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ نماز فجر کے وقت امام صاحب کی عدم موجودگی میں مولانا عبدالقدوس صاحب اوران کے والد محترم مولانا محمد ابن یوسف صاحب وغیرہ نے آپ سے درخواست کی حضرت آپ نماز پڑھائیے! چونکہ مفتی صاحب قرآن پاک ایک خاص لہجہ اور بڑے درد سے پڑھتے تھے، حضرت نے نماز فجر پڑھائی اور سورۂ نبا پڑھی۔جب آیت شریفہ ﴿انّ جهنّم كانت مرصادا﴾ (بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے) پر پہنچے تو گریہ وبکا کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مقتدی بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

(۲)......ایسا ہی ایک واقعہ مولانا حکیم عبدالحئی صاحب کی وفات پر پیش آیا۔موصوف کی وفات شب جمعہ میں ہوئی،اس دن فجر کی نماز حضرت نے پڑھائی،اوراس میں ﴿ يا ايها الذين آمنوا استعينوا بالصبر والصلوة ﴾ تلاوت فرماتے ہوئے جب "الذين اذا اصابتهم مصيبة ، الخ " پر پہنچے تو گریہ طاری ہو گیا،حتی کہ مرحوم کے والد محترم بھی اس وقت قابو سے باہر ہو کر اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکے۔

راوی کا بیان ہے کہ موصوف اکثر موقع ومحل کی رعایت سے آیات کا انتخاب فرماتے۔

ایک حکیمانہ فیصلہ

لاجپور نئی مسجد کے منصب امامت پر حضرت حافظ محمد صاحب (کاسوجی' پانکھاؤ) فائز تھے۔کبرسنی کی وجہ سے قرآن کریم بعجلت پڑھنا دشوار تھا،تاہم تلاوت بہت عمدہ لب ولہجہ

سے کرتے تھے، منصب امامت کے ساتھ تراویح ہمیشہ خود ہی پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ چند حضرات نے یہ نازیبا حرکت کی کہ بغیر آپ کی اجازت واطلاع کے ایک اور حافظ صاحب کوسورت سے بغرض تراویح مدعو کرلیا، رمضان المبارک کی پہلی شب میں نماز عشاء سے فراغت پر موصوف تراویح کے لئے آگے بڑھے، کچھ حضرات نے نو وارد حافظ صاحب کو آگے بڑھانا چاہا، مگر اکثریت اس پر آمادہ نہ ہوئی اس لئے تراویح تو حافظ صاحب ہی نے پڑھائی۔

مخالفین نے عین اسی وقت صحن مسجد میں دوسری جماعت کی۔ بعد تراویح کچھ چہ میگوئیاں ہوئیں، صبح والیٔ سچین نواب صاحب تک واقعہ کی اطلاع پہنچی، نواب صاحب نے ایک فوجی افسر مع دو رفقاء کے حالات کی تحقیق وتفتیش کے لئے لاجپور بھیجے، لاجپور کے چودھری (پٹیل) صاحب کے یہاں افسر نے دونوں فریق کو جمع کیا، گاؤں کے لوگ بھی کثیر تعداد میں جمع ہوگئے، افسر نے اتفاق واتحاد کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ صلح کی چند صورتیں ہیں' کسی پر دونوں فریق رضامند ہوجائیں، مثلاً دونوں حافظ صاحبان دس دس رکعت پڑھادیں یا ایک دن ایک صاحب' دوسرے دن دوسرے صاحب پڑھائیں، یا نصف رمضان ایک صاحب بقیہ رمضان دوسرے صاحب کی باری بنادی جائے۔ عجیب بات کہ فریقین کسی پر رضامند نہ ہوئے، تو افسر نے غصہ وغضب میں آکر کہا اگر تم کسی صورت پر رضامند نہ ہوتے ہو تو کل مسجد کو تالا لگاتا ہوں، خبردار کوئی اسے کھول کر دیکھے، قید کردیا جائے گا۔

جب یہ بات سنی تو مجمع میں سے دو صاحبِ فکر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آئے اور افسر کا فیصلہ سنایا۔ مفتی صاحب کو رات کے واقعہ کی اطلاع تھی، مگر افسر کی آمد کی اطلاع نہ تھی، چنانچہ حسب معمول عصا لیا اور تشریف لائے، مجمع کی نظر دور سے حضرت پر پڑی،

حضرت کو دیکھتے ہی مجمع پر عجیب کیفیت کے ساتھ فیصلہ کی آس وامید بندھی۔ مفتی صاحب قریب تشریف لائے سلام کیا، مجمع وافسر نے جواب دیا، اور افسر نے اپنے قریب بٹھا کر تفصیل سنائی۔

حضرت مفتی صاحب نے یہ تفصیل سنی تو جذبات اور پوری قوت کے ساتھ قوم کو مخاطب ہوکر فرمایا: جس کا خلاصہ یہ ہے:

''حضرات! رمضان کا مبارک مہینہ جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہے، نفس کشی کے لئے روزہ مقرر کیا گیا، شیطان بند کردیئے گئے، تو کیا آج ہم خود شیطان بن جائیں گے، اگر ہمارے اس کرتوت سے مسجد کو تالا لگ گیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ کہیں سنا کہ مسجد کو مسلمانوں نے آپس میں لڑکر تالا لگایا ہو؟ رمضان کے اس مبارک مہینہ میں بجائے رحمت کے غضب الٰہی کے نزول کا ذریعہ بنوگے۔

پھر فرمایا مذکورہ صورتوں میں سے کسی پر اتفاق کرتے ہو یا نہیں؟ پورے مجمع پر سکتہ طاری تھا، کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی، پھر فرمایا اگر آپ حضرات راضی ہو تو میں ایک صلح کی صورت بتلاؤں، اس پر افسر صاحب نے فوراً کہا حضرت! جو فیصلہ آپ فرمائیں گے وہ نافذ قرار دیا جائے، نواب صاحب کے سامنے میں اسے پیش کردوں گا۔ مفتی صاحب نے چند لمحہ کے لئے سر جھکایا، پھر فرمایا: حضرات غور سے سنیں! نہ حضرت حافظ محمد صاحب تراویح پڑھائیں گے، گرچہ یہ ہمارے بزرگ ہیں، پیش امام ہیں، متقی ومخلص ہیں، میں حضرت سے بہت مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مجھے معاف فرمائیں۔ اور نہ یہ نووارد حافظ صاحب تراویح پڑھائیں گے، اور آواز دی کہ کہاں ہے مولوی محمد سعید صوفی صاحب؟ تشریف لائیے! وہ قریب تشریف لائے تو فرمایا: آج سے آپ ''الم تر'' سے تراویح

پڑھائیں گے۔

پھر فرمایا: حاضرین میں جانتا ہوں کہ مولانا حافظ نہیں ہے مگر تراویح میں ختم قرآن سنت ہے اور اختلاف وفتنہ کا دفعیہ واجب ہے، اور واجب کا درجہ سنت سے بڑھا ہوا ہے۔ اس فیصلہ پر سب متفق ہوگئے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اختلاف ختم کردیا۔

راویٔ واقعہ مولانا عبدالقدوس صاحب فرماتے ہیں کہ: پورے گاؤں میں یہ چرچا ہوگیا کہ اگر مفتی صاحب نہ ہوتے تو مسجد کو تالا لگ جاتا۔

مولانا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ مفتی صاحب کا یہ فیصلہ آپ کی اعلیٰ فراست کا شاہد ہے کہ اگر آپ امام صاحب کے حق میں فیصلہ فرماتے جیسا کہ ان کا حق تھا' تو لوگ کہتے کہ اپنے خسر کی طرف داری کر گئے۔

مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ

لاجپور جامع مسجد کے قریب ایک ضعیفہ عورت رہتی تھی جو نابینا تھی۔ اس کے پاس ایک رہائشی مکان اور ایک بڑی رقم تھی۔ موصوفہ نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرا یہ مکان مسجد کے لئے وقف ہے، میرے مرنے کے بعد آپ اسے مسجد کی ملکیت میں کردیں، اور یہ رقم ہے، یہ آپ کے پاس بطور امانت رکھئے، اور اس کی تحریر بھی لکھوادی۔

کچھ حاسدین نے ایک دوسری عورت کو بھڑکا کر یہ مقدمہ دائر کردیا کہ مولانا نے ضعیفہ کی رقم پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے، چنانچہ دوسرے روز سورت سے چند سرکاری افسران مولانا کے پاس آئے۔ میرے والد صاحب مدظلہ کا بیان ہے کہ میں ان کو دیکھ کر ڈر گیا، جلدی سے حضرت کو اطلاع دی، حضرت غسل فرمارہے تھے، مولانا نے فرمایا: ان کو بلاؤ' گھر میں بٹھاؤ، مولانا غسل سے فراغت پر ململ کا کرتہ زیب تن فرماکر ایک خاص شان سے تشریف

لائے، افسران سے بات چیت کی، ان کے سوال پر وہ تحریر دکھلائی، اور ضعیفہ کی ملاقات بھی کرادی۔ ضعیفہ نے مفتی صاحب کی زبانی واقعہ سنا تو ایک چیخ ماری اور کہا افسوس حاسدین پر کہ ایسے فرشتہ صفت انسان کو بھی نہ چھوڑا، پھر افسران کو بیان دیا کہ: یہ میرے بزرگ ہیں' امانت دار اور نیک ومتقی ہیں' اور میں نے اپنی رقم ان کے پاس امانت رکھوائی ہے، اور مقدمہ کرنے والے نے یہ الزام لگایا ہے۔ افسران ضعیفہ کی بات سے اور مولانا کی ملاقات سے سمجھ گئے کہ واقعی یہ کسی خائن کی صورت نہیں ہوسکتی ''لیس هذا وجه کذاب''۔

بہر حال کچھ عرصہ مقدمہ کے بعد مولانا فتح یاب ہوئے۔ فیصلہ کے دن جج نے مخالفین سے کہا کہ: میں ان کی صورت دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ آدمی بے قصور ہیں، اور ان مخالفین کو ڈانٹ پلائی کہ آج کے بعد ایسی حرکت نہ کرنا، برباد ہو جاؤ گے۔

اس واقعہ کا کچھ ذکر حضرت نے' مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی کے نام ایک گرامی نامی میں اس طرح کیا ہے: ''مار آستین بن کر دوستی کے لباس میں مجھ فقیر کو مارا ہے' دل زخمی ہے۔ پرسوں دوشنبہ (۱۵/محرم ۲۷ھ مطابق ۶/اکتوبر ۵۲ء) کو مقدمہ ہے، دعا کیجئے اس ناگہانی آفت سے اپنے حبیب ومقبولان بارگاہ کے طفیل اس ضعیف کمزور کو چھڑائے اور جس کی امانت میرے پاس تھی اسے واپس مل جائے، آمین''۔

(ماخوذ از ''مکتوبات مرغوب'' دیکھئے! ص۴۵۴)

اسی طرح حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نام ایک گرامی نامہ میں بھی اس کی قدرے تفصیل لکھی ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

'' ایک مسماۃ شریفہ بی بی کا انتقال ہوا، یہ مسماۃ: ۳۵/سال سے بیوہ تھی' کچھ مال نہیں چھوڑا، لیکن مرحومہ کی بہن یاسین بی بی جو حیات ہے' وہ مالدار ہے، یاسین بی بی نے بہت

بڑی رقم میرے پاس امانت رکھ چھوڑی ہے، اس امانت کی رقم کا جب حال صاحب غرض لوگوں کو معلوم ہوا تو مجھ سے جماعت کے لوگوں نے یہ رقم اپنے قبضہ میں لینی چاہی، میں نے دینے سے انکار کیا، تو فوجدار کو لے آئے، فوجدار سمجھ دار شخص ہے، وہ اصل معاملہ سمجھ گیا' تو ایسا کرنے والوں پر ناراض ہوا، جب یہاں بھی مخالفین نے منہ کی کھائی تو شریفہ مرحومہ کی سوتیلی لڑکی خدیجہ کو بطور وارث کے کھڑا کیا اور اس کی درخواست پر سرکار نے وہ بڑی امانت میرے پاس سے لے کر اپنی حفاظت میں رکھی، اب مقدمہ چل رہا ہے، ۱۶/ اکتوبر کو پیشی ہے''۔ (ماخوذ از ''مکتوبات مرغوب'' دیکھئے! ص ۱۵۱)

امام المیت

حضرت مفتی صاحب کو اپنے علم وعمل' تقویٰ وطہارت' اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مقبولیت بھی اعلی درجہ کی عطا فرمائی تھی، یہی وجہ ہے کہ قرب وجوار میں کہیں نماز جنازہ میں آپ حاضر ہوتے تو ورثاء آپ ہی سے نماز پڑھواتے، حتی کہ اہل علم میں آپ ''امام المیت'' کے لقب ہی سے مشہور ہو گئے تھے۔ لاجپور جامع مسجد کے امام حضرت مولانا سید عبدالحئی صاحب لاجپوری کی تمنا تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری پڑھائیں، جب موصوف انتقال فرما گئے' اور نماز جنازہ کا وقت ہوا تو حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے مفتی مرغوب احمد صاحب سے درخواست کی کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں، آپ نے فرمایا: آپ حقدار ہیں' آپ داماد بھی ہیں' اور موصوف کی تمنا بھی تھی، اس پر مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے فرمایا: حضرت آپ میرے بڑے ہیں، میں اپنا حق آپ کو دیتا ہوں، لہذا آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ الغرض اکابر علماء کی موجودگی میں بھی لوگوں کی نظر آپ ہی کی طرف اٹھتی تھی۔

بدعت کو مٹانے کا ایک واقعہ

چونکہ آپ اکثر نماز جنازہ پڑھاتے تو ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک جنازہ اس حال میں لایا گیا کہ پورا پھولوں سے بھرا ہوا' سجایا ہوا، پھولوں کے ہار لگے ہوئے تھے، حضرت سے نماز جنازہ کی درخواست کی گئی، آپ آگے بڑھے اور ہاروں کو جنازہ پر سے لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: پھول کا ہار تو زندوں کے لئے ہے نہ کہ مردوں کے لئے، اور آپ مجھ زندہ کو چھوڑ کر مردہ کو پہنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپ کے اس عمل اور اس حکمت سے علاقہ کی وہ بدعت ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔

مولانا بشیر احمد صاحب لاجپوری مدظلہ العالی رقمطراز ہیں:

''ہمارے گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہوتا اور جب جنازہ گاہ میں جنازہ لایا جاتا تو حضرت مفتی صاحب کی تلاش ہوتی۔ علم وتقویٰ اور بزرگیت کی وجہ سے لوگ آپ ہی سے نماز جنازہ پڑھواتے تھے، اکثر وبیشتر آپ ہی نماز جنازہ پڑھاتے، اس لئے اہل علم حضرات آپ کو'' امام المیت ''(مردوں کا امام) کہتے اور جامع مسجد کے امام کو امام الحیّ (زندوں کا امام) کہتے۔ مورخہ: ۲۳/ذی الحجہ: ۱۳۷۵ھ یکم اگست: ۱۹۵۶ء کو بندہ کی والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) نماز جنازہ میں حضرت مفتی صاحب بھی تشریف لائے۔ بندہ نے گذارش کی کہ حضرت آپ جنازہ پڑھادیں، آپ نے بڑی محبت وشفقت سے فرمایا: آپ عالم دین ہیں' اور مرحومہ آپ کی والدہ ہیں، اس لئے آپ ہی کا زیادہ حق ہے، آپ ہی نماز پڑھائیں۔ نماز تو احقر نے ہی پڑھائی، لیکن آج سوچتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اللہ رب العزت نے کتنے بلند اخلاق عطا فرمائے تھے، ''حق بحق دار رسید'' کا کتنا بڑا خیال فرماتے تھے۔

چھٹا باب

دینی خدمات

صدقۂ جاریہ

حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة : الامن صدقة جارية ، أوعلم ينتفع به ، أو ولد صالح يدعو له۔ (مسلم شریف، کتاب الوصیة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہوجاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے: ایک صدقۂ جاریہ کا، دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائے، تیسرے نیک وصالح بچے کا جو اس کے لئے دعا کرے۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ''مطلب اس کا یہ ہے جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہوجاتا ہے اور اب نیا ثواب اس کو حاصل نہیں ہوتا، مگر ان تین چیزوں سے کیونکہ میت ان کا سبب بنا ہے۔

حسن اتفاق سے اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں نعمتیں مفتی صاحب کو عطا فرمائی تھیں' جو حدیث بالا میں مذکور ہیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے لاجپور کی شاندار اور وسیع جامع مسجد' اور مفید تصنیفات وفتاوے، اور ولد صالح میں راقم کے والد ماجد مدظلہ جو الحمد للہ'' الولد سر لابیہ''

کے صحیح مصداق ہیں، صدقہ جاریہ چھوڑے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کا وصال ہوگیا ہے، مگر حضرت مرحوم کی دینی اور علمی خدمات اور مبارک تالیفات مولانا کی یادگار اور آثار حیات ہیں۔

موت التقی حیاۃ لا نفاد لھا　　قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

جو متقی اور پرہیزگار ہے، اس کی موت کے بعد اسے ایسی زندگی میسر ہوتی ہے جس کے لئے فنا نہیں ہے، ہاں ایک قوم ظاہر کے اعتبار سے مرچکی ہے، حالانکہ وہ لوگوں میں زندہ ہے۔

شہیدان محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا　　حیات جاوداں ملتی ہے ان کو تو فنا ہو کر

اگلے صفحات میں مولانا کی دینی خدمات اور تصنیفات وتالیفات وغیرہ کے متعلق کچھ باتیں درج ہیں۔

مولانا عبدالحئی صاحب مدظلہ العالی نے حضرت کے متعلق صحیح فرمایا۔

بے مثل تھے حضرت مرغوب تو اطراف میں
تھے نمونہ سلف کا اخلاق میں اوصاف میں
کام کر کے سینکڑوں نادر رفاہ عام کے
نام پیدا کر گئے گجرات کے اسلاف میں

جامع مسجد لاجپور

مسجد کی ضرورت مسلمانوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ یہی وجہ ہے

کہ حدیث پاک میں محلّہ محلّہ مسجد بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

''مشکوٰۃ شریف'' میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے محلّہ محلّہ مسجدیں بنانے اور ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا۔ (مشکوٰۃ ۶۹، باب المساجد)

اور نبی پاک ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے بھی اس کی تعلیم دی۔ ہجرت مدینہ منورہ کے موقع پر جب قباء میں چند روز قیام فرمایا' تو سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر کا تھا۔ اسی مسجد کی شان میں ''لمسجد اسس علی التقوی'' آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ جو شاعر تھے، مسجد کی مرمت میں مصروف تھے، اور زبان سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

افلح من یعالج المساجدا ویقرأ القرآن قائما وقاعدا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے، اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بھی ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

پھر مدینہ منورہ تشریف لائے، یہاں بھی سب سے پہلے ایک خانۂ خدا کی تعمیر فرمائی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ نے بنفس نفیس تعمیر مسجد میں حصہ لیا، یہاں بھی کچھ اشعار آپ کی زبان مبارک پر تھے' کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر۔

الغرض اپنے عمل سے مسجد کی ضرورت کی تعلیم امت کو دی، اور فعل کے ساتھ قول سے بھی ترغیب سنائی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی مسجد بنائے جس سے مقصود خدا تعالیٰ کی رضا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی کے مثل اس کا گھر جنت میں بنادے گا۔

ایک روایت میں ہے: جو شخص حلال مال سے عبادت کے لئے کوئی عمارت (یعنی مسجد) بنائے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا گھر بنائے گا۔ (طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا کہ آپ کی ہمت ومحنت' اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور لاجپور کے عارف کامل حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کی دعاء وتوجہ سے ایک شاندار مسجد وجود میں آئی۔

لاجپور کی پرانی مسجد چونکہ زیادہ بڑی نہیں تھی' اور خستہ حال اور بہت زیادہ مرمت کی محتاج تھی، چنانچہ ۱۹۲۴ء میں کچھ اصحاب فکر وزعمائے لاجپور میں یہ مشورہ ہوا کہ مسجد کی مرمت کی جائے یا از سرِ نو تعمیر کی جائے؟ غور وفکر' وقیل وقال کے بعد متفقہ طور پر سب اس بات پر جمع ہوئے کہ اس قدیم بوسیدہ عمارت کی مرمت پر بار بار پیسہ خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ اسے شہید کر کے از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ اہل مجلس کے اتفاق کے بعد حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کی خدمت میں اس تجویز کو رکھا گیا۔ حضرت نے اسے پسند فرمایا اور کامیابی کی دعاء کی۔

اب دو وجہ سے ضرورت تھی کہ نئی مسجد کی تعمیر بڑے پیمانہ پر ہو، ایک اس لئے کہ لاجپور قرب وجوار کے علاقوں اور بستیوں میں مسلمان آبادی کا بڑا قریہ ہے، اگر چھوٹی مسجد بنائی جائے تو آبادی کے اعتبار سے ناکافی۔

شریعت کا منشاء یہ ہے کہ نماز جمعہ ایک جگہ ہو

اور دوسری وجہ منشاء شریعت کا اہتمام کہ نماز جمعہ ایک جگہ پر ہو کہ علماء نے لکھا ہے کہ: شریعت مطہرہ نے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھا ہے کہ جس میں پورے شہر کے اور مختلف محلوں کے مسلمان شہر کی بڑی مسجد میں جمع ہو جایا کریں۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ

نے صحیح لکھا ہے:

''شریعت میں جمعہ کی جو خاص نوعیت رکھی گئی ہے اور عہد نبوی ﷺ اور صحابہ وتابعین بلکہ اس کے بھی کافی بعد تک امت کا جو طرز عمل جمعہ کے بارے میں تھا، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہر اور بستی میں جمعہ حتی الوسع ایک ہی جگہ ہونا چاہئے........ یہ طریقہ کہ محلّہ کی تمام مسجدوں میں الگ الگ جمعہ ہو، یقیناً شریعت کے مقصد ومنشاء کے خلاف ہے''۔

(معارف الحدیث: ص۳۷۶ ج۳)

اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی رحمہ اللہ نماز جمعہ کی حکمت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جمعہ کا مزاج اور اس کے مصالح وفوائد کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ شہر کی صرف ایک مسجد میں یا کم سے کم مساجد میں ہو، اور تمام مسلمان ہفتہ میں ایک بار ایک جگہ جمع ہوں، اس سے ایک طرف اتحاد واخوت کے رشتہ کو مضبوط کرنے میں مدد ملے گی، دوسری طرف اس جماعت کی بدولت مسلمانوں کے عقائد واعمال' تحریف وفساد سے محفوظ رہیں گے، لیکن مسلمانوں نے اس مسئلہ میں بہت سہل انگاری اور سستی وغفلت سے کام لیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں جمعہ کی تاثیر وقوت، اہمیت وافادیت اور عظمت وشوکت خاصی حد تک کم ہوگئی ہے''۔

(ارکان اربعہ: ص۹۱)

فتویٰ کی رو سے گرچہ شہر کی مختلف مساجد میں جمع صحیح ہے۔ صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر چہ بستی کی کل آبادی برما و مسلم کی دو ہزار سے زائد ہو، اور اس گاؤں میں انسانی ضرورت کی سب چیزیں مل جاتی ہوں' تو اس گاؤں میں جمعہ مختلف مساجد میں درست وصحیح

ہوگا، ایسی حالت میں بھی افضل یہی ہے کہ ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کیا جائے‘‘۔

ایک دوسرے جواب میں رقمطراز ہیں:

’’اگر سب مسلمان متفق ہوکر کسی ایک مسجد میں جمعہ ادا کریں، تو یہ فعل یقیناً افضل و بہتر ہے بوجہ تعداد مصلیوں کی وہاں ہونے کے...........حنفیہ کے نزدیک ایک ہی شہر میں متعدد جگہ جمعہ بلا کراہت درست ہے، لیکن جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے‘‘۔

(مرغوب الفتاویٰ ص ۷۱ و۲۷/ جلد۳، باب الجمعۃ والعیدین)

الحمدللہ لاجپور کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہاں غالباً حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے زمانے سے ایک ہی جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔اس لئے راقم کو یوم جمعہ کی جو رونق لاجپور میں نظر آئی وہ کہیں دیکھنے کو نہ ملی۔[1]

یقیناً حضرت مفتی صاحب کے دل میں شریعت کی اس منشاء کے بقاء کا دوام ضرور ہوگا، اس وجہ سے بھی ضرورت تھی کہ نئی مسجد اتنی وسعت اپنے اندر لئے ہوئے ہو کہ بستی کے ہر مسلمان، بلکہ قرب وجوار کے وہ چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں نماز جمعہ کی شرعاً گنجائش نہیں، وہاں کے مسلمان بھی یکجا جمع ہوکر نماز جمعہ ادا کریں۔ظاہر ہے اس بڑے کام کے لئے معقول سرمایہ کی ضرورت تھی، مفتی صاحب اس کے لئے فکرمند تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام اس طرح فرمایا کہ رنگون مدرسہ معلمیہ۔جس کی ابتداء حضرت کی نگرانی میں ہوئی تھی، اور آپ ہی اس کے مدرس عربی وصدر مفتی تھے۔میں کچھ انحطاط پیدا ہوجانے سے ناظم مدرسہ نے حضرت مفتی صاحب کو مدعو کیا کہ آپ تشریف لاکر مدرسہ کا انتظام سنبھالیں،

---

[1]......افسوس کہ لاجپور جامع مسجد کی شہادت سے اور کچھ حضرات کی بیجا ضد وہٹ دھرمی سے ایک جگہ جمعہ کی رونق ختم ہوگئی اور اب دو جگہ جمعہ ہونے لگا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ رنگون میں صوبہ گجرات کے ارباب تمول وتجار کثیر تعداد میں تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کوسخاوت کی صفت سے بھی نوازا تھا، مساجد ومدارس کی مالی امداد اپنا فریضہ سمجھتے تھے، مفتی صاحب نے اس دعوت کونصرت غیبی محسوس فرما کر رنگون کا ارادہ فرمالیا۔ الحمدللہ آپ کا یہ سفر مفید رہا، مدرسہ کی ڈوبتی کشتی کو بھی کنارہ لگادیا، اور مسجد کے لئے ایک معتد بہ رقم کا بھی انتظام ہوگیا۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

’’رنگون کے مدرسہ معلمیہ میں بوجہ انحطاط پیدا ہوجانے کے مدرسہ کے ناظم صاحب نے پھر مجھے مجبور کیا کہ میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لوں۔ فقیر بھی لاجپور کی جامع مسجد کی تعمیر کی فکر ہی میں تھا کہ رنگون سے تار وخطوط طلبی کے پہنچے۔ فقیر نے مسجد کی تعمیر کے باب میں اس طلبی کو غیبی مدد سمجھ کر رنگون کا ارادہ کرلیا، اور اپریل: ۱۹۲۵ء میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی نظامت کا عہدہ سنبھالا اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کے لئے بھی سرمایہ فراہم کرتا رہا‘‘۔

ڈیڑھ سالہ قیام کے بعد آپ لاجپور تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب کا اخلاص حضرت صوفی صاحب کی دعاء وتوجہ اور اہل قریہ کی ایک خاص جماعت کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے کام کے عجیب اسباب پیدا فرمادیئے، چند حضرات کی طرف سے بڑی بڑی رقمیں موصول ہوئیں۔ سچین (بروزن: امین) کے نواب صاحب جناب ابراہیم محمد یاقوت خان صاحب نے پانچ ہزار روپیہ (جو اس زمانہ کے پانچ لاکھ سے کم نہیں) کی رقم عنایت فرمائی۔ الحمدللہ ایک سال کی مدت میں خوبصورت عالی شان مسجد: ۱۹۲۷ء میں تیار ہوگئی۔ اس پہلے مرحلہ میں جماعت خانہ اور برآمدہ مکمل ہوا، جس پر: ۳۲/ ہزار روپئے خرچ ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:

’’ڈیڑھ سالہ (رنگون) قیام کے بعد لاجپور پہنچ کر جامع مسجد کی جدید تعمیر کا کام اللہ کے بھروسہ پر اہل قریہ کی ایک خاص جماعت کے تعاون کے ساتھ شروع کر دیا، مختلف اور متعدد جگہوں سے مالی امداد ملنے پر اور نواب ابراہیم خان صاحب والی سچین کی خاص امداد اور حوصلہ افزائی سے: ۱۹۲۷ء میں (غالبًا ۱۳۴۵ھ) ۳۲ ر ہزار کی لاگت سے ایک شاندار عمارت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تیار ہوگئی، جو جماعت خانہ اور برآمدہ پر مشتمل تھی‘‘۔

ابھی صحن مسجد، حوض، بیت الخلا، وَمنارہ اور کچھ کمرے کا کام باقی تھا، اس لئے مفتی صاحب نے دوبارہ سفر فرمایا اور رنگون تشریف لے گئے اور سعی فرماتے رہے، افریقہ کا سفر بھی کیا۔

دوسرے مرحلہ میں حوض، صحن مسجد اور صدر دروازہ کے متصل کچھ کمرے تیار کروائے۔ اس دوران حضرت کی غیر موجودگی میں لاجپور کے ایک شخص جناب ہاشم محمد ڈوکرات صاحب نے حوض کے اوپر تخت اور ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ حضرت مفتی صاحب جب واپس تشریف لائے تو اس عمارت کو دیکھ کر فرمایا کہ غیر مناسب طرز کی بنائی گئی ہے، میرا ارادہ دوسری طرح بنانے کا تھا، مگر چونکہ وہ عمارت مکمل ہو چکی تھی، اس لئے اسے باقی رکھا گیا۔

پھر تیسرے مرحلہ میں مسجد کا آخری کام مینارہ تعمیر کروایا۔ ان تمام مراحل میں گیارہ سال کا عرصہ لگا اور: ۱۹۳۷ء میں یہ کام تکمیل کو پہنچا۔

مسجد کا افتتاح بروز جمعہ ہوا۔ عارف باللہ حضرت صوفی صاحب کے ایک مرید جناب غوث محمد صاحب نے جمعہ کی اذان دی، اور مفتی صاحب کے رفیق درس حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو دولت اخلاص سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اس عظیم تعمیری کام سے فراغت پر فخر تو کیا کرتے اور اپنی طرف تو کیا منسوب کرتے لکھتے ہیں:

''ہم خدام مسجد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم کمترین و گنہگاروں سے یہ کام لیا۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں، جو کچھ ہوا اس کی عنایت، فضل و مہربانی سے ہوا ہے ۔

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

ابھی تعمیر مسجد کا سلسلہ جاری تھا، کچھ مراحل طے ہو چکے تھے کچھ باقی تھے کہ دل میں یہ فکر سوار ہوا کہ پتہ نہیں یہ کام عند اللہ مقبول بھی ہے یا نہیں؟ مخلصین چندروزہ دنیاوی نام و نمود کے لئے اپنی محنت کو رائگاں نہیں کرتے۔ ان کے مطمح نظر تو اللہ کی رضا ہوتی ہے، چنانچہ آپ بھی اس شش و پنج میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی زیارت منامی نصیب فرمائی کہ آپ ﷺ مسجد کے برآمدے میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد دل کو اطمینان ہوا، مولانا اس خواب کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ایک خواب اور قبولیت مسجد کی بشارت

الشکر للہ والمنۃ للہ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس عاصی کو لازوال نعمت سے نوازا۔ فالحمد للہ حمداً کثیرا۔

۲۱؍ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۵؍ستمبر ۱۹۳۱ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق آقائے نامدار محبوب رب العالمین حضرت سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد ﷺ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کو لاجپور کی جامع مسجد کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلی پر داہنی جانب دوگانہ ادا فرماتے ہوئے اس عاصی نے دیکھا، فالحمد للہ علی ذلک۔

اس واقعہ سے دل کوطمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ عند اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ﴿ لا تَقُمْ فِيهِ اَبَداً ﴾ وارد ہے اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ﴿ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ﴾ کا ارشاد ہے۔

اس واقعہ سے دل کوطمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ''لا تقم فيه ابداً'' وارد ہے، اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ''احق ان تقوم فيه'' کا ارشاد ہے۔

اس خواب کے تذکرہ کے ساتھ دو شعر بھی لکھے ہیں، جو آپ کے جذبۂ صادق کی ترجمانی کر رہے ہیں ؎

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ   الی من قر فی صدری هواه

فجسمی ظاهرا منه بعید   بعین باطن قلبی یراه

اے نسیم صبح میرا اسلام اس ذات اقدس کو پہنچا دے، جن کی محبت سینہ میں جمی ہوئی ہے۔
جسم اگر چہ بظاہر ان سے دور ہے، لیکن دل کی آنکھ ان کے دیدار سے شرف یاب ہے۔

علماء حق کے ہر زمانہ میں کچھ دشمن بھی رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب کو اس سے بھی سابقہ پڑا، کچھ لوگ ہر وقت آپ کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے، مگر آپ کا معاملہ دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک ہی کا ہوتا۔ جامع مسجد کی تعمیر کے وقت بھی دشمنوں نے آپ کو ایذا پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی، بہتان تراشیاں کیں، غلط باتیں منسوب کیں، کچھ واقعات راقم نے عمر رسیدہ حضرات سے سنے بھی، مگر ان کا تحریر میں لانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

حالانکہ حضرت مفتی صاحب اور آپ کے ساتھیوں نے مسجد کا پورا حساب وکتاب پوری احتیاط وامانت داری سے کیا، اور بعد میں اسے رپورٹ کی شکل میں شائع بھی کیا، اس میں

حضرت نے اس کی طرف کچھ اشارہ فرمایا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

’’مسجد کی آمدنی وخرچ کے حساب میں ہم نے کوئی لا پرواہی اور غفلت سے کام نہیں لیا،اسی طرح مسجد کے مال کو بدنیتی و بے احتیاطی سے نہ تو ضائع کیا گیا نہ اس میں خیانت کی گئی تاہم اس رپورٹ میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع کریں تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

البتہ جن حضرات کی آنکھوں میں کسی کی خوبی و بھلائی بھی عیب ہی نظر آتی ہو،ایسی آنکھوں کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، ہاں حضرت شیخ سعدی اپنی گلستان میں ایسی آنکھوں کا عمدہ علاج فرما گئے ہیں ۔

چشم بداندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش درنظر

اللہ تعالیٰ سے اس دعا کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ ایسی آنکھوں اور کینہ وردلوں کو صاف فرمائے ہمارے پاس کوئی علاج نہیں،اور نہ کوئی تسلی بخش جواب ہے۔

جامع مسجد کی مرمت اور مولانا عبدالعزیز صاحب کا ایک خواب

جامع مسجد کی تعمیر ہوئے تقریباً: ۵۰؍سال کا عرصہ ہو چکا تھا،اب ضرورت تھی کہ اس کی مرمت کی جائے، چنانچہ اہل قریہ واحباب کے تعاون سے مولانا عبدالعزیز دیوان صاحب لاجپوری نے اس کی مرمت کا بیڑا اٹھایا،اور الحمد للہ مرمت کا کام پورا ہوا۔

جب مسجد کی تعمیر جدید کا کام ہو رہا تھا،تو بانی مسجد مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کو نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی،جس کا تذکرہ کیا جا چکا،اب مسجد کی مرمت کا کام ہوا تو مولانا عبدالعزیز صاحب کو بھی نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

مولانا نے دیکھا کہ ایک بڑا مجمع مسجد میں موجود ہے،جس میں مولانا سید عبدالحئی صاحب لاجپوری ومولانا مرغوب احمد صاحب بھی ہیں اور نبی پاک ﷺ مسجد میں تشریف

فرما ہیں، مجمع حوض پر وضو کے لئے بیٹھا ہے، نل لگے ہوئے ہیں، مگر حوض پانی سے خالی ہے، مولانا موصوف نے مجمع سے کہا: کوئی آپ ﷺ کی خدمت میں جا کر پانی کے لئے دعا کی درخواست کردے، چنانچہ مجمع سے ایک عالم نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ایک لوٹے میں پانی منگوایا اور اس میں انگشت مبارک رکھی کہ تمام نلوں سے پانی جاری ہوگیا، انتہیٰ۔

جناب یوسف علی قاضی صاحب کی نظم

لاجپور کے ایک شاعر جناب یوسف علی قاضی صاحب نے حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب و مولانا عبدالعزیز صاحب کے خوابوں کو اس طرح منظوم کیا ہے ؎

ہوگیا صوفی سلیماں کی دعاؤں کا ظہور
تعمیر مسجد سے با برکت ہوا پھر لاجپور
تعمیر مسجد کے خادم مولوی مرغوب ہیں
جن کی نیکی کے نظارے خواب میں کیا خوب ہیں
مسجد جامع سے وابستہ مبارک خواب ہے
مفتی مرغوب احمد کا مبارک خواب ہے
یہ سنایا خواب لوگوں کو بصد عز و نیاز
کہ پڑھ رہے ہیں مصطفیٰ اس جامع مسجد میں نماز
دوسرا یہ خواب بھی وابستہ اس مسجد سے ہے
فیض انوار نبی وابستہ اس مسجد سے ہے
ہے یہ خواب مولوی عبدالعزیز نیک بیں

کہ جلوہ گر ہیں مسجد جامع میں ختم المرسلیں
زائرین مصطفیٰ کا اجتماع بھی خوب ہے
کہ شیخ عبدالحیؒ وہاں اور مفتی مرغوب ہے
حوض پر موجود نل اور سب کی تھی ایک جستجو
حوض پورا خالی ہے کیسے کریں اب ہم وضو
صاحب رؤیا نے تب خواب میں سب کو کہا
کوئی جا کر آپ سے پانی کی کردو التجا
تب کسی عالم نے جاکر التجا کی آپ سے
سن کے منگوایا وہاں لوٹے میں پانی آپ نے
رکھتے ہی انگشت اس میں حکم باری ہوگیا
حوض کے ان سب نلوں سے آب جاری ہوگیا
شاہ صوفی سلیمان کی عبادت کی قسم
مولوی لیاقت علی کی اس شجاعت کی قسم
سرورعالم کی ہم پر یہ عنایت کی قسم
روز محشر آپ کی واجب شفاعت کی قسم
معجزہ آپ کا کوئی مٹا سکتا نہیں
فیض کا دریا رواں کوئی ہٹا سکتا نہیں
خواب کا یہ معجزہ بھی آج ہم پر ہے عیاں
ان نلوں سے ہورہاہے آج یہ پانی رواں

عیدگاہ کی تعمیر

عیدین کی حقیقت امت مسلمہ کے لئے ایک جشن اور تہوار کی سی ہے، اس لئے بمقتضاء جشن ہمارا یہ اجتماع جس میں عیدین کی نماز مشروع ہے وہ بھی بجائے مسجد کے باہر میدان میں ہو، اسی لئے نبی پاک ﷺ نے قیام مدینہ منورہ کے دوران صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے نماز عید مسجد نبوی میں پڑھی، ورنہ آپ کا دائمی معمول عیدگاہ میں نماز عید ادا فرمانے کا تھا' یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عیدگاہ میں نماز عید کی ادائیگی کو سنت مؤکدہ فرمایا۔ صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

عید کی نماز عیدگاہ میں سنت مؤکدہ ہے۔ مفتی صاحب کا ایک فتوی

''عیدین کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ بلا عذر شہر کی مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنا اور عیدگاہ میں نہ جانا خلاف سنت متوارثہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں ہمیشہ عیدین کی نماز باوجود مسجد نبوی کی فضیلت مشہورہ کے عیدگاہ میں ادا فرمائی، بجز ایک وقت کے کہ بارش کی وجہ سے مسجد نبوی میں ادا فرمائی ہے، لہذا بلا عذر شرعی مسجدوں میں پڑھنا اور عیدگاہ نہ جانا خلاف طریقہ سنت ہے۔ ہاں ضعفاء و کمزوروں کے لئے شہر میں ادا کرنا بلا خلاف جائز ہے، لیکن جوان وقوی لوگوں کا مسجد میں پڑھنے پر اصرار کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت سنیہ وطریقۂ ماثورہ نبویہ وخلفاء راشدین کے تعامل کا مقابلہ کرنا ہے' جو ایک مسلم کی شان نہیں، یہ اصرار شرعاً معیوب ہے، اور سنت مؤکدہ کے ترک سے گنہگار ہوتا ہے، اور بلا عذر طبعی وشرعی عیدگاہ سے روکنے والا خاطی وعاصی ہے۔ (مرغوب الفتاوی: ص۱۳۰ ج۳، باب الجمعۃ والعیدین)

اس سنت مؤکدہ کی ادائیگی کے لئے لاجپور میں پہلے سے عیدگاہ کا انتظام تھا، مگر وہ

ناکافی تھا، جگہ بھی تنگ تھی اور بہت بوسیدہ ہوچکی تھی۔ حضرت مفتی صاحب کی ملکیت میں ایک زمین پرانی عیدگاہ کے بالکل متصل تھی، حضرت نے اس کا اکثر حصہ جو عیدگاہ کی ضرورت کے لئے کافی تھا وقف کردیا اور بنفس نفیس ایک معقول رقم کا انتظام فرمایا۔ اس وقت آپ کا قیام رنگون میں تھا، اس لئے متولیٔ مسجد و ذمہ دار حضرات کی نگرانی میں ایک بڑی عیدگاہ تعمیر کروائی۔

جب حضرت رنگون سے تشریف لائے اور عیدگاہ کا معاینہ کیا، تو اول نظر ہی میں محسوس فرمایا کہ قبلہ کی جانب کی دیوار صحیح رخ پر نہیں، اپنے احباب سے اس کا اظہار فرمایا اور معماران جامع مسجد کو لاجپور بلایا۔ علاقہ کے تجربہ کار لوگوں نے اس کو دیکھا تو اقرار کیا کہ سمت قبلہ صحیح نہیں، اس کا حل یہ نکالا کہ ممبر کے قریب صحیح سمت قبلہ پر ایک چھوٹی سی لمبی دیوار بنادی گئی تاکہ اس کے موافق صفیں بچھائی جائیں۔

مولانا عبدالقدوس صاحب اس واقعہ کے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں مولانا نے لاجپور کے علماء سے یہ بات فرمائی، چنانچہ مولانا سید عبدالحئی صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا سلیمان صاحب اور میں بھی ان معائنہ کرنے والوں میں شریک تھا۔

الحمدللہ اس عیدگاہ میں برسوں سے نماز عید پڑھی جاتی ہے، اور لاجپور واطراف کے دیہات کے مسلمانوں کی بڑی تعداد اس میں شرکت کرتی ہے۔ یہ عظیم صدقۂ جاریہ بھی مولانا کے رفع درجات کا سبب ہوگا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی تجدید

عین اس سال جس میں دارالعلوم دیوبند کی بناء رکھی گئی، یعنی ۱۲۸۳ھ (۱۵؍محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰؍مئی ۱۸۶۶ء) میں لاجپور میں حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نے

حضرت مولانا لیاقت علی صاحب رحمہ اللہ کی معیت میں ایک ادارہ بنام ''مدرسہ اسلامیہ لاجپور'' قائم فرمایا۔ چندسال کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

پھر ۱۲۹۵ھ میں حضرت صوفی صاحبؒ نے دوبارہ اس کا اجراء فرمایا، کئی سال تک یہ مدرسہ جاری رہا، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کہ پھر اس میں انقطاع پیدا ہوگیا۔

۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے خلف الصدق مولانا احمد میاں صاحب نے ازسرنو اس کا افتتاح کیا۔ چارسال اس کا فیض جاری رہا۔ ۱۳۱۸ھ میں کچھ تعطل پیدا ہوگیا۔

حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب نے فراغت کے چندسال بعد: ۱۳۲۷ھ میں باقاعدہ درس وتدریس کا انتظام فرمایا، اور مدرسہ کو ازسرنو جاری کیا، مولانا رقمطراز ہیں:

''۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں کچھ عرصہ کے تعطل کے بعد پھر درس وتدریس کا سلسلہ باقاعدہ جاری کیا، جس میں عربی' فارسی' اردو کے ساتھ باقاعدہ قراءت وتجوید کا خاص اہتمام کیا، ساتھ ہی گجراتی تعلیم کا بھی انتظام کیا کہ طلبہ کو مدرسہ چھوڑکر اردو سرکاری اسکول میں جانے کی ضرورت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے: ۳۳ھ تک مدرسہ اچھی طرح چلتا رہا، اس کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر پھر تعطل پیدا ہوگیا''۔

مدرسہ کے متعلق قدرے تفصیل' اساتذہ کے اسماء' فیض یافتگان کی فہرست وغیرہ ''تاریخ لاجپور'' میں راقم نے لکھ دی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے دوراہتمام کی دوسالہ روداد بھی گجراتی زبان میں شائع کی تھی، وہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس میں طلبہ کی تعداد' اساتذہ کے اسماء' سالانہ خرچ کی تفصیل وغیرہ درج ہے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات کی عظیم دینی درس گاہ ہے۔ مدارس گجرات میں اس ادارہ کو گونا گوں خصوصیات حاصل ہیں۔ الحمدللہ اس کا روحانی وعلمی فیض گجرات وہندوستان ہی نہیں، ممالک اسلامیہ اور یورپ وامریکہ تک پہنچا۔

جامعہ کی ترقی کے وجوہ متعددہ میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس عظیم ادارہ کے منصب اہتمام پر ہمیشہ ہی (عرصۂ قلیل کے استثناء کے ساتھ) ارباب علم کی ایسی جماعت فائز رہی جن کی علمی قابلیت، عملی قوت، انتظامی صلاحیت مسلم تھی، مثلاً:

بانیٔ جامعہ حضرت مولانا احمد حسن بھام، حضرت مولانا احمد بزرگ، فقیہ وقت مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب، حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بسم اللہ اور مولانا محمد سعید بزرگ، یہ وہ نفوس تھے جن پر گجرات بجا طور پر فخر کرسکتا ہے۔

اللہ تعالی کی شان کہ اہتمام کی یہ سعادت مختصر وقت کے لئے حضرت مفتی صاحب کے حصہ میں بھی آئی، اور ایسے وقت مفتی صاحب کو یہ ذمہ داری سنبھالنی پڑی جب جامعہ کو ایک دردمند اور مخلص عالم دین اور منصب اہتمام کے لائق ذی قابلیت وصاحب وجاہت فرد کی تلاش وجستجو تھی۔

ہوا یہ کہ گجرات کی اس خالص دینی تربیت گاہ کو دنیوی تعلیم گاہ بنانے کا منصوبہ ہونے لگا، اس منصوبہ نے علم دوست مسلمانوں اور علماء کے دلوں پر زخم کاری لگایا، اور اس منصوبۂ بد نے اہل گجرات کو آزمائش میں ڈال دیا۔ ارباب فکر نے اس پریشان کن وقت میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ کو مدعو کیا اور جامعہ کے حالات سے باخبر کیا، چنانچہ حضرت نے وقت کی نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے طویل مشقت سفر

برداشت کر کے جامعہ کو شرف حاضری بخشا۔

حضرت کی توجہ ومحنت اور وعظ ونصیحت نفع بخش ثابت ہوئی، اور کارکنان جامعہ نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا۔ اس موقع پر بہت شدت سے یہ بات محسوس کی گئی کہ فوری طور پر ایک قابل شخصیت کا تقرر منصب اہتمام کے لئے کر دیا جائے، چنانچہ سب کی نظر انتخاب حضرت مفتی صاحب پر پڑی اور آپ سے درخواست کی گئی، حضرت مفتی صاحب نے باوجود ضعف ونقاہت کے عارضی طور پر اس خدمت کو قبول فرمالیا۔ اس واقعہ کی تفصیل مولانا بشیر احمد صاحب لاجپوری مدظلہ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

"گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے دینی، علمی اور روحانی مقام کے اعتبار سے عالم اسلام میں مشہور ومعروف ہے۔ جامعہ اسلامیہ کی یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی مایۂ ناز ہستیاں: علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور دیگر علماء کرام کی ایک خاص جماعت دیوبند سے جامعہ ڈابھیل میں تشریف لائی، اس سے جامعہ کو چار چاند لگ گئے، اور پورے عالم اسلام میں اس کی شہرت ہوگئی، جامعہ کا مقام بہت بلند ہوگیا۔

پھر جامعہ پر ایک نازک وقت بھی آیا جس سے عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً پورے گجرات میں ہل چل مچ گئی۔ ارباب جامعہ نے جامعہ اسلامیہ کو دنیوی درسگاہ بنانے کا ارادہ کیا، یہ فیصلہ ایک عظیم الشان دینی درسگاہ کی زندگی وموت کا فیصلہ تھا، دنیا کو کھلم کھلا دین پر ترجیح دینا تھا۔ علماء کرام اور بزرگان ملت اور دین سے محبت رکھنے والے مسلمانوں پر امتحان وآزمائش کی نازک گھڑی آ گئی تھی۔ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے دل پر بھی اس کا بہت بڑا اثر تھا، بے چین تھے، پریشان تھے، دعائیں کرتے تھے۔

دینی وعلمی بصیرت وبصارت رکھنے والے حضرات نے اس نازک موقع پر مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو خاص دعوت دے کر بلایا، حضرت مجاہد ملت اپنی بے حد مصروفیتوں و مشغولیتوں کے باوجود تشریف لائے۔

اس موقع پر ارباب جامعہ وفکر مند علمائے کرام نے مجاہد ملت سے کھل کر گفتگو کی۔ اس موقع پر جامعہ کے احاطہ میں ایک عام جلسہ بھی رکھا گیا تھا، اس عظیم الشان جلسہ میں حضرت مجاہد ملت نے بڑی پر جوش تقریر کی، دوران تقریر بڑے پر جوش جذبہ میں آپ نے موجودہ دور میں دینی مدارس کی سخت ضرورت واہمیت کو بے نظیر دلائل وبراہین کے ذریعہ ثابت کیا۔ دینی مدارس کو اسلامی قلع بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''امت اسلامیہ کے دین وایمان کی بقاوحفاظت کا ذریعہ یہی مدارس ہیں'' آپ نے تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ: ''کوئلے کی کان سے کوئلے ہی نکلتے ہیں، اور علم کے معدن سے علماء ہی نکلتے ہیں، دارالعلوم دیوبند نہ ہوتا تو علامہ انورشاہ کشمیری کہاں پیدا ہوتے؟ علامہ انورشاہ صاحب اپنے رفقائے کرام کے ساتھ آپ کے جامعہ میں تشریف لائے، جامعہ کو چار چاند لگ گئے، جامعہ کی شہرت وعزت پورے ملک میں پھیل گئی''۔

حضرت مجاہد ملت کی تقریر کے بعد ارباب جامعہ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ایسے نازک وقت میں جامعہ اسلامیہ کو ایک اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والے مہتمم کی سخت ضرورت تھی، سب کی نظر حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب ہی پر آکر ٹھہری، حضرت نے عارضی طور پر اہتمام کی ذمہ داری قبول فرمالی، اس طرح جامعہ کی گرتی ہوئی دیوار کو آپ نے تھوڑا سا سہارا دیدیا۔ آج جامعہ اسلامیہ اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ چل رہا ہے، یہ آپ اور آپ جیسے اہل دل کی خاص دعا وتوجہ ہی کا اثر ہے۔ اللہ رب العزت قبول فرمائے، آمین۔

حضرت مفتی صاحب نے جامعہ کے صدر مہتمم کی حیثیت سے صرف چار مہینہ خدمت انجام دی۔ڈابھیل جامعہ کی تاریخ میں ہے۔

''۱۳۷۴ھ :اس سال صدر مہتمم کی حیثیت سے مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے ماہ جمادی الاولیٰ سے شعبان تک کام کیا''۔

مولانا نے اپنے اس دور اہتمام کے سالانہ جلسہ میں جو: ۹ رشعبان کو ہوا، گجرات کے مشہور ومعروف عالم دین، فکرمند داعی ومبلغ، عارف باللہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری کو مدعو کیا۔ حضرت مولانا نے اولاً تو ضعف کی بنا پر مجبوری کا اظہار فرمایا، لیکن موصوف مفتی صاحب کے ہم درس و بے تکلف دوستوں میں تھے، لہذا دوست کے اصرار پر ڈابھیل تشریف لائے۔ یہ جلسہ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کی صدارت میں ہوا تھا۔اولاً مولانا مرغوب احمد صاحب نے طلبہ کو نصیحت فرمائی، پھر مولانا نذیر احمد صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا۔(سوانح نذیری:ص۲۵۳۔وتاریخ جامعہ:ص۱۲۴)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق

حضرت مفتی صاحب کو تمام ہی مدارس سے لگاؤ وتعلق تھا، مگر راقم کے سامنے جو حالات آسکے یا جو تحریرات راقم کی نظر سے گذریں، اس میں جامعہ سے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ کے لکھنے کے مطابق ناظرین کو اندازہ ہوا ہوگا کہ جامعہ سے کیسا تعلق تھا۔

۱۳۴۸ھ میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ صاحب نے سرمایہ کی فراہمی کے لئے رنگون کا سفر فرمایا۔اس وقت مفتی صاحب رنگون میں قیام فرماتھے۔حضرت نے جامعہ کی ہمدردی کے خاطر دیگر علمائے گجرات کے ساتھ غیر معمولی جدوجہد سے چندہ کی فراہمی میں مولانا

بزرگ صاحب کا تعاون فرمایا، اور ایک معقول رقم کا انتظام ہو گیا، اس سے جامعہ کے ساتھ مولانا کے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی وفات پر جامعہ کی روداد میں اظہار افسوس کرتے ہوئے اس بات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ:

’’جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا، آپ نے جامعہ کے صدر مہتمم کی حیثیت سے خدمت بھی کی، نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے‘‘۔

(تاریخ جامعہ: ص ۱۴۵)

حضرت مفتی صاحب کو اپنی کتابوں کا فکر خوب تھا، بہت حفاظت فرماتے، گو مطالعہ کے لئے عنایت فرماتے مگر واپسی تک فکر مند رہتے اور گاہے گاہے یاد دہانی فرماتے، مگر جامعہ کی محبت میں عمدہ، کارآمد کتابیں جامعہ میں وقف فرمائیں۔

۱۳۵۲ھ کی روداد میں ارباب جامعہ اس کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اسی سال جناب مولانا الحاج مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے جامعہ کے لئے تینتیس (۳۳) مفید و کارآمد درسی کتابیں وقف فرمائیں، اس طرح ایک بہترین سنت کی بنیاد ڈال کر ہمیشہ کے لئے مستحق ثواب ہوئے‘‘۔ (تاریخ جامعہ: ص ۷۲)

جامعہ ڈابھیل نے آپ کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ بھی رکھا، اس وقت اساتذہ کی خدمت میں ارباب اہتمام کی طرف سے اعلان کا جو خط بھیجا گیا وہ ص ۲۵۰/ پر درج ہے۔

قیام رنگون اور وہاں دینی خدمات

حضرت مفتی صاحب نے کچھ عرصہ شہر کلکتہ میں تجارت کی، اس کی صحیح تفصیل معلوم نہ ہو سکی کہ تجارت کس طرح کی تھی؟ کلکتہ میں کہاں کی تھی؟ کتنے عرصہ یہ مشغلہ رہا؟ ہاں اتنا

یقینی ہے کہ بہت مختصر زمانہ تک تجارت کا شغل رہا۔

اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دادا کی یہ وراثت والد صاحب مدظلہ اور راقم کو بھی ملی۔ میرے والد صاحب کا لاجپور میں چند سالوں تک تجارتی مشغلہ رہا۔ راقم الحروف نے برطانیہ میں تین مہینہ ایک دکان کی مصروفیت میں گذارا، مگر یہاں کے ایمان سوز ماحول نے اس سے تنفر پیدا کردیا، ساتھ ہی میرے مخلص و ہمدرد استاذ مولانا ثمیر الدین صاحب کی مؤثر ترغیب سے بھی تجارت بند کرنی پڑی۔

رنگون میں مقیم حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحب راندیری کی طلبی پر مولانا کا سفر رنگون ہوا، وہاں آپ نے تدریسی، انتظامی اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔ وعظ وتقریر کے ذریعہ بھی آپ نے وہاں کے معاشرہ کی اصلاح میں خوب کام کیا۔ آپ کے قیام رنگون کا حال خود آپ کی تحریر سے نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''۱۹۱۵ء میں مولانا ابراہیم صاحب راندیری نے رنگون پہنچنے پر مجبور کیا، فقیر: ۱۹۱۵ء کے اخیر میں رنگون پہنچا۔ مولانا مرحوم نے جناب مرحوم عارف معلم صاحب کے بزرگوں کے اوقاف سے ''مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ'' کا افتتاح کرایا اور فقیر کو مدرس عربی بنا کر مدرسہ کا کام شروع کرایا۔ علاوہ عربی وفارسی تعلیم کے، دارالافتاء کا ایک شعبہ قائم کیا، اور یہ خدمت بھی فقیر کے ذمہ رہی''۔

اس پہلی مرتبہ کے سفر رنگون کے موقع پر مولانا نے اکتوبر: ۱۹۱۹ء تک رنگون میں قیام فرمایا۔ ادھر مولانا کے بڑے بھائی :۱۹ء میں افریقہ چلے گئے، اور گھر پر کوئی مرد نہ رہا، اس لئے وطن تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر: ۱۹۲۵ء میں ہوا جیسا کہ جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں گذرا۔ اس سفر

کا خاص مقصد مدرسہ معلمیہ کی نظامت کا بھی تھا اور تعمیر مسجد کے سلسلہ میں سرمایہ کی فراہمی کا بھی۔ الحمدللہ آپ کے اس سفر سے دونوں مقصد بخوبی پورے ہوئے۔ اس مرتبہ آپ کا قیام رنگون میں ڈیڑھ سال رہا۔

ان دوسفروں کے علاوہ پھر رنگون آمد ورفت کی تاریخ کا علم نہ ہوسکا۔

آپ کی آخری آمد رنگون سے: ۱۹۴۱ء میں ہوئی، اس کے بعد غالباً آپ دوبارہ رنگون تشریف نہیں لے گئے۔

سفر افریقہ

مولانا کے اسفار میں رنگون، اور سفر حج کے علاوہ ایک مرتبہ افریقہ کا سفر ہے۔ افریقہ کے سفر کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ آپ جامع مسجد لاجپور کی تعمیر کے وقت: ۱۹۳۵ء میں افریقہ تشریف لے گئے۔

ہمارے یہاں یہ قصہ مشہور ہے کہ مولانا جامع مسجد کے سرمایہ کی فراہمی کے لئے افریقہ جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور اسی دوران آپ نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری سے پوچھی۔ موصوف نے تعبیر یہ دی کہ آپ کا سفر افریقہ بالکل ناکام رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ افریقہ تشریف لے گئے، مگر وہاں باوجود محنت وکوشش کے ایک پیسہ بھی جمع نہ کر سکے۔ یہ قصہ لوگوں میں مشہور بھی ہے اور رفیق محترم مولانا عبدالحئی سیدات صاحب نے ''باغ عارف'' گجراتی میں مولانا اسماعیل صاحب (حاجی واڑی) لاجپوری کی روایت سے اس قصہ کو نقل بھی فرمایا ہے۔

مگر یہ قصہ اس لئے صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ مفتی صاحب نے جامع مسجد کی روداد میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ میں نے افریقہ میں سرمایہ کی فراہمی کے لئے محنت کی اور رقم

وصول ہوئی آپ لکھتے ہیں:

''سلیمان احمد صاحب لاجپوری اور مرغوب احمد نے: ۱۹۳۵ء میں ٹرانسوال سے چندہ کر کے اتنی رقم ارسال کی جس کی تفصیل درجہ ذیل ہے''۔ (جامع مسجد لاجپور: ص۱۲)

پھر مولانا نے رقم کی تفصیل' چندہ دہنگان کے اسماء وغیرہ تحریر فرمائے ہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ کا سفر ناکام نہیں ہوا، ممکن ہے زیادہ تعاون وہاں سے نہ ہوا ہو، لیکن یہ کہنا کہ ایک پیسہ بھی وہاں سے نہ مل سکا' صحیح نہیں ہے۔

اور یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک ملک میں کوئی آدمی چلا جائے اور محنت کے بعد ایک پیسہ بھی نہ ملے، پھر حضرت کی شخصیت اور لاجپور کے مقیمین کی ایک اچھی خاصی تعداد اور ایک پیسہ بھی اللہ کے گھر کے لئے کوئی نہ دے، یہ بات قطعاً قابل تسلیم نہیں ہوسکتی، واللہ اعلم۔

اخبار ''مسلم گجرات'' کے تراشے سے اسی بات کی مزید تائید مل گئی کہ مفتی صاحب کو افریقہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا نصیب نہ ہوا، تراشے کا مضمون یہ ہے:

''مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری: ۱۶؍فروری ۱۹۳۵ء کو ٹرانسوال تشریف لے آئے ہیں، مولانا کے ساتھ جوہانسبرگ کے مولانا محمد میاں صاحب (جو افریقہ کے بڑے تاجروں میں ہیں) بھی تشریف لائے ہیں۔ مولانا مرغوب احمد صاحب کا تعاون مسلمانوں کی طرف سے قابل تعریف رہا ہے''۔ (مسلم گجرات: ص۱۶-۱۵، مارچ ۱۹۳۵ء)

ساتواں باب

تصنیفات وتالیفات

''سفینة النجات فی ذکر مناقب السادات''

حضرت مفتی صاحب کی تصنیفات میں سب سے معرکۃ الآرا کتاب ''سفینة النجات فی ذکر مناقب السادات'' ہے، جس میں حضرت نے بڑی عمدگی سے اہل بیت کے فضائل ومناقب کو بیان فرمایا ہے۔

اہل بیت کی محبت کا حکم خود قرآن کریم نے دیا، فرمایا:

﴿ قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ﴾۔(سورہ شوریٰ)

اے محمد ﷺ! کہہ دو میں تم سے تبلیغ احکام پر اجرت نہیں مانگتا ہوں بجز اس کے کہ تم میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

اس حکم الٰہی کی ترجمانی دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس شعر میں خوب فرمائی ہے ؎

یااهل بیت رسول الله حبکم　　فرض من الله فی القرآن انزله

اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے کہ اس کو قرآن میں نازل فرمایا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کو اہل بیت سے محبت اس درجہ تھی کہ بعض مخالفین نے آپ پر شیعہ ہونے کی تہمت لگادی، اس پر امام شافعی نے درج ذیل اشعار ارشاد فرمائے ؎

یـا راکبا قف بالمحصب من منی　　واھتف بساکن خیفھاوالناھض
سحر ااذا فاض الحجیج الی منی　　فیضا کما تلطم الفرات النائض
ان کـان رفـضـا حـب آل محمد　　فـلیشھـد الثـقـلان انـی رافض

اے سوار! محصب میں (کہ حدودمنی میں ہے) ٹھرجااوراس وادی میں بسنے والوں اور وہاں سے اٹھ کر جانے والوں سے پکارکر کہہ دے۔

اوران حاجیوں سے بھی کہہ دے جوعلی الصباح دریائے فرات کی طرح موج درموج منی میں وارد ہوتے ہیں کہ۔

اگرآل محمد ﷺ کی محبت کا نام رفض ہے،تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں یقیناً رافضی ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کرآج تک امت کے اکابر کاعمل اس معاملہ میں قابل رشک رہاہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہل بیت کی بہت عظمت کیا کرتے تھے،اوران کی مالی خدمت بھی فرماتے۔حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کے متعلق تو یہاں تک لکھا ہے کہ سید چاہے شیعہ ہی ہواس کی بھی تعظیم فرماتے۔

حضرت مفتی صاحب بھی سادات کے قدردان تھے،ان کا بے حداحترام فرماتے۔مالی تعاون بھی فرماتے۔مولانا ابراہیم ڈایا صاحب نے صحیح فرمایا: ؎

سفینہ سے ہے ظاہر حبِّ آل سرورعالم　　فدائے سرورعالم نثارآل نوری تھے

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری تحریرفرماتے ہیں:

''مولانا کوعشق رسول کے ساتھ اہل بیت اورآل رسول سے والہانہ محبت تھی۔سادات

کی بڑی تکریم وتعظیم فرماتے''۔

اسی جذبۂ محبت نے حضرت کے قلم سے اس موضوع پر ایک عمدہ تصنیف لکھوادی۔اس کتاب کے مطالعہ سے یقیناً اہل بیت کی محبت دل میں پیدا ہوگی۔

یہ کتاب دراصل رنگون کے ایک بزرگ مولانا سید عبدالحئ یمنی (م ۱۳۴۹ھ) کے حکم کی تعمیل میں وجود میں آئی۔موصوف نے مفتی صاحب سے یہ درخواست کی کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا رسالہ ''احیاء المیت بفضائل اهل البیت '' کا اردو میں ترجمہ فرمادیں، اس رسالہ میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فضائل اہل بیت پر ساٹھ احادیث جمع فرمائی ہیں، چنانچہ مفتی صاحب نے اس کا ترجمہ مکمل فرمایا،مگر ساتھ ہی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ اس موضوع پر کچھ تفصیل لکھ دوں۔

اللہ کی شان مفتی صاحب کی اس تمنا کے مطابق مولانا عبدالحئ صاحب یمنی اور دوسرے کچھ احباب کا اصرار بھی ہونے لگا، اس اصرار کی تکمیل پر مفتی صاحب نے ایک مقدمہ اور دس فصلیں اور ایک خاتمہ کے عنوان سے یہ کتاب مکمل فرمائی۔

مقدمہ میں ''اہل بیت'' کی لفظی ومعنوی تحقیق اور ''قربیٰ'' کا مصداق اور لفظ ''سید'' کا ماخذ اور ''ال'' و ''ذریت'' و ''عترت'' وغیرہ الفاظ کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

فصل اول میں اہل بیت کے فضائل قرآن کریم سے بیان فرما کر کچھ بزرگان دین کے مجربات اور درود شریف کے وہ صیغے نقل کئے گئے ہیں، جن کے پڑھنے سے نبی پاک ﷺ کی زیارت منامی نصیب ہوتی ہے۔

فصل ثانی میں ''احیاء المیت بفضائل اهل البیت '' کا ترجمہ مع متن عربی کے جو در حقیقت اس تالیف کا واسطہ وذریعہ ہے۔

فصل ثالث میں چھ مضامین: (۱) خصوصیات بنی فاطمہ، (۲): شرافت نسبی، (۳): حرمت صدقۂ واجبہ، (۴): شکایاتِ اہل زمانہ و چند کلماتِ خیر خواہانہ، (۵): وجوب محبت اہل بیت، (۶): محبت صحابہؓ قابل دید ہے۔

فصل رابع میں اہل بیت کے احترام کے متعلق حضرات صحابہ و صلحائے امت کے: ۱۳۱/ نظائر قابل مطالعہ ہیں۔

فصل خامس میں اہل بیت و محبین اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک پر نبی کریم ﷺ کی زیارت و مبشرات منامیہ کی: ۱۷/ عجیب حکایات مرقوم ہیں۔

فصل سادس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل قابل رشک انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

فصل ہفتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمی و عملی کمالات، آپ کے عجیب حالات، دلچسپ ذہانت کے فیصلے اور کرامات و ملفوظات وغیرہ بڑے ہی پر لطف طریقے سے لکھے گئے ہیں۔

فصل ہشتم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات، اور عجیب و غریب کمالات و فضائل پر ہے۔

فصل نہم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب و حالات اور کربلا کے واقعہ شہادت کا پر درد اور رلا دینے والا منظر بیان کیا گیا ہے۔

فصل دہم میں دیگر حضرات اہل بیت کا مختصر و جامع تذکرہ اور ان کے علمی و عملی کمالات و واقعات بڑے احسن طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔

خاتمہ میں خاتمۃ الائمہ حضرت سیدنا مہدی رضی اللہ عنہ کا ذکر قابل دید ہے۔

مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں ''صحاح ستہ' مشکوٰۃ المصابیح' کنز العمال' تاریخ الخلفاء' صواعق محرقہ' نورالابصار' البصائر فی تذکیر العشائر' اسعاف الراغبین' شرف المؤبد' اخبارالاخیار' سعادت الکونین' الفرع النامی' تکریم المومنین' تشریف البشر' اسوۂ صحابہ' تاریخ الامت' رحمۃ للعالمین' تفریح الاذکیا' مناقب فاطمہ اور الصالحات'' وغیرہ کتب سے استفادہ فرمایا ہے۔

مولف دیباچہ میں ان تفصیلات کے بعد رقم طراز ہیں:

''خداوند جل وعلی سے عاجزانہ دعا ہے کہ اس مختصر دینی خدمت کو محض اپنے فضل وکرم و نکتہ نوازی سے قبول فرماوے، اور اس کشتیٔ نجات کو میرے اور میرے والدین کے لئے سرمایۂ سعادت اخروی وذخیرۂ نجات دائمی ووسیلۂ عفو وعافیت وذریعہ مغفرتِ ذنوبِ ظاہری وباطنی بنائے۔

مفتی صاحب کی اس بے مثال تالیف کے چند مفید اقتباسات وواقعات ناظرین کے لئے نقل کرتا ہوں تاکہ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

چند اقتباسات

چند احادیث فضائل اہل بیت کے متعلق:

(۱)......قسم خدا پاک کی کسی مرد مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا' جب تک کہ وہ اے اہل بیت! تم کو اللہ کے لئے اور میری رشتہ داری کے خیال سے دوست نہ رکھے۔

(تالیفاتِ مرغوب ص ۲۸۵)

(۲)......اے عبدالمطلب کی اولاد! میں نے خداوند کریم سے تمہارے لئے تین باتوں کی دعاء کی کہ: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو مصیبتوں اور تکلیفوں میں ثابت قدم اور مضبوط اور مستقیم

رکھے، اور تمہارے ان پڑھوں کو خدا علم نصیب کرے، اور تم میں سے بے راہوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اور تم کو سخی بہادر اور رحم دل بنائے، تو اگر کوئی شخص اتنا بڑا عبادت گذار ہو جائے کہ ہر وقت حرم کعبہ میں چمٹا ہوا رکن یمانی اور مقام ابراہیم میں روزہ رکھے اور نماز پڑھا کرے، پھر ایسی حالت میں وہ مرجائے کہ اہل بیت سے بغض وعناد رکھتا ہو وہ دوزخی ہوگا۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۲۸۸)

(۳)...... جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۲۸۹)

(۴)...... میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے، جو اس میں سوار ہو گیا اس نے تو نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ ڈوب رہا۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۲۹۵)

(۵)...... ہر چیز کے لئے پایہ اور جڑ ہوتی ہے اور اسلام کی جڑ بنیاد اصحاب رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت کی محبت ہے۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۲۹۶)

(۶)...... میری شفاعت میری امت کے لئے ہے اور خاص کر اس شخص کے لئے جو میرے اہل بیت کو دوست رکھتا ہو۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۳۰۱)

(۷)...... اللہ تعالیٰ کا غضب اس ظالم پر بہت سخت ہوا اور ہوگا جس نے میری اولاد اور اہل بیت کے بارے میں مجھے ستایا اور ایذا دی یا جو ستاوے گا اور ایذا دے گا۔

(تالیفاتِ مرغوب ص ۳۰۴)

(۸)...... جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ احسان اور سلوک کرے تو میں اس کو قیامت کے دن پورا بدلہ دوں گا۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۳۰۶)

تیسری فصل میں خصوصیات فاطمہ کا ذکر فرمایا، اور نسبی شرافت پر کلام کے دوران شاید یہ خیال بھی آیا ہو کہ کچھ لوگ محض دعویٰ کر کے خاندان سادات سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہیں

اور خود کو سید شمار کرنے لگیں، اس پر یہ احادیث ثلاثہ:

(۱)……جو شخص اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بنائے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

(۲)……اپنے اصل باپ دادوں سے انحراف نہ کرو اور دوسروں کو اپنا باپ نہ بناؤ، جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسروں کو باپ بنائے تو اس نے کفر کیا۔

(۳)……جو اپنے نسب کو چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے اس نے کفر کیا۔

نقل فرما کر یہ فقہی مسئلہ لکھا:

''حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص سیادت وشرافت کا جھوٹا دعویٰ کرے اسے سخت سزا دینی چاہئے، اور موت تک قید رکھنا چاہئے، یہاں تک کہ توبہ کرے'' الخ۔ (تالیفاتِ مرغوب ص۳۱۳)

وجوب محبت اہل بیت پر ایک قابل غور تحریر

اہل بیت کی محبت کے وجوب پر احادیث' غدیر خم پر رخصتی خطبہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی مشہور رباعی نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں: (تالیفاتِ مرغوب ص۳۲۱)

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب موئے مبارک کی تعظیم وشرف ہر سچے اور فدائی مسلمان کے دل میں جذبات محبت پیدا کر دیتی ہے کہ ہمارے آقا ﷺ کی یہ نشانی اور مبارک بال ہے، تو پھر اہل بیت رسول (ﷺ) اور اولاد بتول تو آپ کی محترم کھال ہیں' ان کو اور قرآن کو دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا ہے، دونوں حوض کوثر پر ساتھ ساتھ آئیں گے، لہٰذا آپ کی اولاد سے محبت کرنا ایمان کا جزو اعظم ہے۔ ہر سید صحیح النسب کو غیر سید پر شرف عظیم حاصل ہے۔ قیامت میں ہر نسب وسبب منقطع ہو جائے گا، بجز رشتہ ونسب محمد ﷺ کے

اور یہ شرف وبزرگی وخصوصیت خاص اہل بیت کے لئے ہے،کوئی غیر اس فضیلت میں ان کا شریک نہیں ۔

جو ہر جام جم از طینت کان دگر است   تو توقع زگل کوزہ گراں میداری

سادات کو بھی اعمال خیر کا اہتمام کرنا چاہئے

سادات کے فضائل ومناقب کو پڑھ کر کسی سید کے دل میں یہ خیال آجائے میری شرافت نسبی کے بعد مجھے اعمال خیر کا زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں،اس پر تنبیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:(تالیفاتِ مرغوب ص۳۲۳)

’’ہاں اس سعادت عظمیٰ وفضیلت کبریٰ کے حصول کے لئے حسن عقیدہ‘ اتباع سنت سنیہ اور اجتناب بدعات سیئہ نامرضیہ ضروری ہے، ورنہ نوح (علیہ السلام) کا بیٹا عمل غیر صالح کی وجہ سے ان کی فرزندی سے علیحدہ کردیا گیا۔خلعت ابراہیمی آذر کے کچھ کام نہ آئی۔آنحضرت ﷺ نے خود اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمادیا: پیاری بیٹی فاطمہ! میرے پاس جو کچھ بھی مال ہو تم مانگو (میں دے دوں گا) لیکن خدا (کے عذاب سے بدوں اجازت خداوندی) میں تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا۔بہرحال بزرگی سادات کی اسی میں ہے کہ یہ حضرات مصداق ’’عادات السادات سادات العادات‘‘ ہوں‘‘۔

امت محمدیہ سے ایک شکایت اور قابل توجہ ہدایت

مفتی صاحب نے اپنی تصنیف میں آیات کریمہ‘ احادیث شریفہ اور بزرگان دین کے اقوال مبارکہ سے سادات کی عظمت کو خوب اجاگر فرمایا، پھر اس بات پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ آج تک ان مبارکہ نفوس کی اعانت کے لئے تعجب ہے کہ کوئی جماعت کوئی انجمن کوئی

سوسائٹی وجود میں نہیں۔مولانا کی یہ درد بھری دلی آواز مولانا کے ہی قلم سے پڑھیئے:

شکایاتِ اہل زمانہ وچند کلماتِ خیر خواہانہ

افسوس! مسلمانوں نے ان جگر پارۂ رسول اللہ ﷺ یعنی سادات اہل بیت کی دینی و دنیوی ترقی و بہودی کی طرف سے حد درجہ سرد مہری اور بے حد تغافل برتا ہے۔

اس قدر طویل وعریض براعظم ہندوستان میں جہاں سیکڑوں انجمنیں واسلامی سوسائٹیاں موجود ہیں،اور آئے دن درجنوں قائم ہوتی رہتی ہیں، لیکن میری نظر قاصر میں کوئی ایک انجمن بھی خالص ایسی وجود میں نہ آئی جوان مفلوک الحال' تبہ روزگار' بے علم سادات اہل رسول کی دینی ودنیوی ضرورتوں کی متکفل ہوتی۔

آج ان شریف النسب سیدزادوں کی نونہال' پیاری اولاد بڑی تعداد میں بوجہ غربت وتنگدستی دینی ودنیوی علوم وفنون سے یک لخت محروم ہورہی ہے۔اے کاش نام لیوایان محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے آقا ومحسن اعظم ﷺ کے حقوق اوراحسان کا کچھ پاس ہو،اور بصیرت کی آنکھوں سے آپ کے فرمان واجب الاذعان کو دیکھیں' اورغور کریں کہ آل رسول (ﷺ) کے باب میں امت کو آپ کی کیا وصیت ہے،اورامت اس وصیت کو کس طرح پورا کررہی ہے۔

آج ہزاروں مسلمان عاشورہ' بارہویں اور گیارہویں کی رسمی مجالس میں صرف نام ونمود وشہرت کے لئے حضرت سید عالم ﷺ کی ولادت کی تقریب میں' شہید ملت حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کربلا کے ماتم میں' حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مجالس وفات میں ہرسال لاکھوں روپیہ غیرمحتاج، بلکہ زیادہ ترمالدار مسلمانوں کے کھلانے اورشیرینی تقسیم کرنے' اورمنڈپ کی فضول آرائش وزیب وزینت میں صرف

کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے حقوق مصطفوی ایک مجلس پڑھا کرادا کردیئے۔ عاشورہ میں پانی کی پرتکلف سبیل لگا کراور گیارہویں کا کھانا کھلا کراہل بیت کی محبت کا پورا حق ادا کردیا۔

مسلمانو! اپنے اس من مانے فیصلے پرنظر ثانی کرواور غور کرو کہ یہ کونسا انصاف ہے؟ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ آل رسول ﷺ بھوکی مررہی ہوں' اولاد بتول فاقہ مست ہوں' ذریات حضرت حسین جہالت اور آوارگی کی حالت میں زمانہ کے ہاتھوں پامال ہو رہی ہوں' حضرت غوث پاک کے جگر پارے غربت اورناداری کی بدولت اپنے جدامجد کے علوم وفیوض سے بے گانہ ہورہے ہوں، لیکن تمہیں ان کی فاقہ مستی' ان کی تباہ حالی' ان کی جہالت' ان کی پریشان حالی اورآوارہ گردی پر مطلق ترس نہیں آتا، ان کی فاقہ مستی دور کرنے کی تمہیں فکر نہیں، تعاون واحسان کا ہاتھ بڑھا کران کوزیور علم وعمل سے مزین کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اگر توفیق ہوئی تو یہی ہوئی کہ رسمی اور غیر شرعی مجالس کرو۔ ہزاروں روپیہ نہایت بے دردی سے تقسیم شیرینی میں صرف کردو، بہت بڑی رقم پیاسے اور مظلوم شہید کے نام کی سبیلوں میں لگادو، بارہویں اور گیارہویں کے لِلّٰہی کھانوں میں مالداروں کی خوب خوب آؤ بھگت کرو، اور غرباء وفقراء کودھکے دے کرنکال باہر کرو، کیا عاشقان محمد ومحبین آل رسول کا یہی شیوہ ہونا چاہئے کہ رسم ادا کرنے کی خاطر ان ہی بزرگوں کے نام پر لاکھوں روپیہ صرف کریں، اوران حضرات کے جگر گوشوں کی دینی ودنیوی ضرورتوں کونظر انداز کردیں، یہ کہاں کی محبت ہے؟ اوراہل بیت کی خبر گیری میں حضور کے حقوق ادا کرنے کا یہ کونسا صحیح طریقہ ہے؟ کیا صرف مجالس رسمیہ ادا کرنے میں آپ کی رضامندی کے خواہاں ہو، حاشاو کلا! یہ رضامندی کے حصول کا طریق نہیں۔ آپ کی رضامندی کے خواہاں ہوتو آپ کا اتباع

واسوۂ حسنہ اختیار کرو، آپ کی اولاد وذریات کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان کو پامالی اور بربادی سے بچاؤ، ان کی خستہ حالی دور کرو، ان کی ہونہار اولاد کو اپنی نگرانی میں لو، ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرو اوران کو لکھا پڑھا کر ان کے جدامجد ﷺ کی میراث یعنی علوم نبویہ کا سچا وارث بنادو، بے شک ان باتوں سے حضور اکرم ﷺ کی روح پرفتوح ضرور شاد ماں ہوگی۔

مالدار اور صاحب اوقاف مسلمان! اپنی نیک کمائی اور اپنے مرحوم بزرگوں کے اوقاف سے صحیح النسب غریب ساداتوں کی خبر گیری کرو، شریف زادوں کے لئے اسکالرشپ اور وظائف مقرر کرو کہ آل رسول ﷺ کے نونہال اپنے جدامجد محمد رسول اللہ ﷺ کی علمی میراث بے فکری سے حاصل کرسکیں۔ اورتم قیامت کے رست خیز اور ہولناک داروگیر میں جہاں بجز لطف وکرم احمدی کے نجات کا کوئی ذریعہ ووسیلہ نہیں، منہ دکھلانے کے قابل ہوسکو،

(تالیفاتِ مرغوب ص ۳۱۸)

سادات کو زکوٰۃ

سادات کو زکوٰۃ دینا ہر حال میں ہر زمانہ میں ائمہ اربعہ اور جمہور امت کے نزدیک ناجائز ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت جواز کی منقول ہے۔ اسی بناء پر امام طحاوی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں جمہور سے منفرد رائے رکھتے ہیں اور وہ جواز کے قائل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ اور رجحان عدم جواز ہی کا ہے۔ موصوف اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سادات بنی ہاشم پر زکوۃ حرام ہونے کی علت یہ نہیں کہ خمس الخمس مقرر تھا، بلکہ حرمت کی علت حسب تصریحات احادیث صحیحہ اوساخ الناس اور غسالۃ الایدی ہے، اور یہ علت

ہر زمانہ میں باقی رہی اور رہے گی، لہذا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ سادات کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

(مرغوب الفتاوی ص۳۱۴ ج ۳، کتاب الزکوۃ)

مولانا نے ''سفینہ'' میں بھی اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور ''حرمت صدقہ واجبہ'' کے عنوان سے علماء کا مسلک اور اوساخ الناس والی روایت وغیرہ کو نقل فرمایا، اور مفتیٰ بہ قول عدم جواز ہی کا لکھا۔ مگر سخت مجبوری کی صورت میں آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جواز کا رجحان رکھتے ہیں۔ موصوف اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن بعض علماء متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے''

اور کتاب ''سفینہ'' میں اس مسئلہ پر بحث کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

''علامہ شعرانی نے میزان کبری میں لکھا ہے کہ: سادات پر حرمت زکوۃ بوجہ نجابت ذاتی اور شرافت نسبی کے ہے، لیکن اگر ان حضرات کو فقر و فاقہ و تنگدستی سے زکوۃ لینے کی شدید احتیاج ہو تو زکوۃ ان کو دی جائے، چنانچہ علامہ سبکی اور ایک جماعت علماء شوافع نے اس کا فتویٰ دیا ہے، حدیث ''ان لکم فی خمس الخمس ما یکفیکم '' کے مفہوم سے امام سبکی کے فتوے کی تائید ہوتی ہے کہ جب سادات کو ہدایا' عطایا' آمدنی اوقاف وغیرہ سے نہ ملتا ہو یا اتنا قلیل ملتا ہو کہ کافی نہ ہوتا ہو تو زکوۃ لینا جائز ہے۔

میرے شیخ قطب الوقت حضرت علی خواص بھی احتیاج شدیدہ کی صورت میں سادات کو زکوۃ لینا دینا جائز فرماتے تھے'' انتہی۔

(مرتب عرض کرتا ہے کہ) ہمارے علماء دیوبند میں حضرت کشمیری کا رجحان یہ ہے کہ: سید کو زکوۃ کا مال لینا سوال کرنے سے بہتر ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ: امام رازی وطحاوی بروایت امام ابوحنیفہ قائل جواز ہوئے ہیں، اور امام رازی کو فقہ فی النفس حاصل ہے، اس

لئے میں جواز کا فتوی دیتا ہوں۔(ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۶۶)

افسوس آج مسلمانوں کے اموال کی کثیر مقدار، مواضع ریاء وشہرت میں، مکانات ومحلات کی زائد از ضرورت تعمیرات میں، نکاح وشادی کی بیجا دعوت میں، اوران سے بڑھ کر کھلم کھلا خدا کی معصیت میں صرف ہورہی ہے۔کاش ہماری یہ رقوم نبی کریم ﷺ کی اولاد کی اعانت ومدد میں صرف ہوتی، اللھم وفقنا لما یحب و یرضی۔

''جمع الاربعین فی تعلیم الدین''

حدیث پاک میں ہے:''من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً فی امر دینها بعثه الله فقیها، وکتب له یوم القیامة شافعا و شهیدا''۔(مشکوۃ ،کتاب العلم ، الفصل الثالث)

یعنی جو شخص میری امت کے فائدہ کی خاطر امر دین کی چالیس حدیثیں یاد کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

علقمی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: حفظ سے مراد کسی چیز کا ضبط کرنا اور ضیاع سے بچانا ہے، اور کبھی حفظ بغیر کتابت کے قلب سے ہوتا ہے اور کبھی بغیر قلب کے کتاب سے ہوتا ہے، تو اگر کوئی شخص لکھ کر نقل کردے وہ بھی اس وعدے میں شامل ہے۔

اس حدیث کی وجہ سے محدثین وعلماء کی ایک بڑی جماعت نے اربعین لکھی۔حضرت مفتی صاحب کو دینی علوم میں دستگاہ کامل حاصل تھی، مگر فقہ اور حدیث میں خاص مہارت تھی۔مولانا ازہر شاہ قیصر نے حضرت مفتی صاحب کی وفات پر ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند اگست:۱۹۶۲ء میں جو تأثر لکھا تھا اس میں ہے:

ل.....وفی روایة : فی زمرة الفقهاء والعلماء ، وفی روایة : کتب فی زمرة العلماء وحشر فی زمرة الشهداء۔(فیض القدیر ، رقم الحدیث:۸۶۳۹)

’’خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی‘‘۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ سے فقہ کی عظیم خدمت لی، وہاں حدیث شریف کی خدمت سے بھی محروم نہیں رکھا۔ حدیث شریف کے درس وتدریس کے ساتھ ’’جمع الاربعین فی تعلیم الدین‘‘ کے نام سے حدیث کا بھی کام لے لیا۔

ویسے تو یہ اربعین ہیں کہ اس میں چالیس احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے، مگر اس کی تشریح میں مفتی صاحب نے تقریباً نوے احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

احادیث کے انتخاب سے مفتی صاحب کے ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔ ہر حدیث کا با محاورہ ترجمہ، پھر اس کی تشریح اور آخر میں اکثر مواقع پر اردو، فارسی یا عربی شعر سے اس کی دلچسپی میں اضافہ فرما دیا۔ بعض احادیث کی تشریح میں علم کا ایک مشکل باب حل کر کے رکھ دیا ہے، مثلاً ایک حدیث کی تشریح میں تقدیر جیسے لاینحل مسئلہ کو عجیب انداز میں سمجھایا ہے ’’مشتے نمونہ از خروارے‘‘ تین احادیث مع تشریحات کے نقل کی جاتی ہیں۔

مسئلہ تقدیر پر عام فہم تحریر

تقدیر کا بیان

(۱)......عن علی قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما منکم من احد اِلّا وقد کتب مقعدہ من النّار و مقعدہ من الجنّۃ ، قالوا : یا رسول اللّٰہ ! افلا نتکل علیٰ کتابنا و ندع العمل ؟ قال : اعملوا فکلّ میسر لما خلق لہ ‘ اما من کان من اھل السَّعادۃ فَیُیَسِّرُہُ لعمل السّعادۃ ‘ وامّا من کان من اھل الشَّقاوۃ فیُیَسّرُہ لعمل الشَّقاوۃ ‘ ثمَّ قرأ ﴿ فامّا من اعطٰی و اتقٰی و صدّق بالحسنٰی ﴾ الآیۃ۔(متفق علیہ)

ترجمہ:...... بخاری اور مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول

مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا مکان جنت اور دوزخ سے لکھ دیا گیا ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب یہی بات ہے تو ہم عمل کرنا چھوڑ دیں اور تقدیر پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھیں رہیں؟ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: عمل کئے جاؤ، اس لئے کہ ہر شخص کو وہی کام آسان معلوم ہوگا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، جو سعادت منداور نیک بخت لوگ ہیں انہیں نیک کام کرنے آسان ہیں، اور جو بدنصیب لوگ ہیں ان کے لئے برے کام میں آسانی رکھی گئی ہے، پھر حضور ﷺ نے قرآن شریف کی آیت پڑھی کہ: جس نے خیرات کی اور تقوی اختیار کیا اور دین اسلام کو سچا جانا اس پر ہم نیکی کی راہ آسان کر دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی کی اور دین اسلام کو اس نے جھوٹا سمجھا تو اس پر ہم کفر کی سخت راہ آسان کر دیں گے۔

ف:......صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مقابلہ میں عمل کرنا بیکار ہے، جو کچھ نوشتہ تقدیر ہے وہی ہو کر رہے گا۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: یہ تمہاری غلط فہمی ہے، عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں، اس واسطے کہ خدا نے عالم اور عالم کی ساری چیزوں کو پیدا کیا اور اپنے علم کے موافق ہر چیز کا ایک اندازہ اور وقت مقرر کر دیا اور موافق اپنی حکمت کے بعضے چیز کو بعضے چیز کا سبب ٹھہرایا، جیسے آنکھ بینائی کا سبب ہے اور کان شنوائی کا سبب ہے اور زہر موت کا سبب ہے، ایسے ہی رزق علم الٰہی میں مقدر اور مقرر ہے، لیکن محنت کرنا اور کمانا اس کا سبب ہے، ایسے ہی نیک عمل بہشت میں جانے کا سبب ہے اور بدعمل دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔ غرض عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں۔

تقدیر پر چند سوالات اور ان کے جوابات

آج کل عموماً لوگ تقدیر کے مسئلہ میں ناسمجھی سے کج بحثی کرتے رہتے ہیں، اور

بالخصوص جدت پسند اور سائنس پرست نو خیز جنٹلمینوں اور نئی روشنی کے دلداہ اور عقل کی آنکھوں پر یورپ کی عینک لگا کر دیکھنے والے حضرت کا گروہ اس مسئلہ میں نہایت بے باکانہ گفتگو کرتا رہتا ہے،اس لئے مختصر طور پر عام لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے دو تین سوال جواب عام فہم لکھے جاتے ہیں، بشرط انصاف اس میں غور کرنے سے تر ددو خلجان دور ہو کر اطمینان پیدا ہونے کی امید ہے، ورنہ اس پرآشوب زمانہ میں کسی کا اسکات محض ممکن نہیں۔

و الله یهدی السبیل۔

سوال اوّل:......صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: کوئی شخص عمل کے زور سے جنت میں نہ جائے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا کوئی دخل دخولِ جنت اور نعمائے اخروی میں نہیں ہے۔

جواب:......حضور ﷺ کے فرمانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمل کو جنت میں جانے کے لئے کوئی دخل ہی نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعمال پر مغرور ہو کر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے، بلکہ فضل خداوندی پر بھروسہ رکھے، گویا دخول کی علتِ تامہ جزوِ اخیر فضل خدا ہے۔﴿ انَّ رحمة اللّٰه قریب مِّن المحسنین ﴾ کی بنا پر یہ فضل بھی اعمال نیک ہی سے نصیب ہوتا ہے، تو عمل کو بھی فی الجملہ دخول جنت میں دخل ہوا۔

سوال دوم:......صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی جنت ایک بالشت رہ جاتی ہے اور تقدیر غالب آجاتی ہے اور یہ شخص دوزخی ہو جاتا ہے، ایسے ہی کبھی دوزخ ایک بالشت رہ جاتی ہے اور تقدیر غالب آجاتی ہے تو آدمی جنتی ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کو کچھ دخل نہیں۔

جواب:...... یہ غلبہ تقدیر کا تمام امورِ اختیاریہ میں واقع ہوا کرتا ہے، بعض وقت مرض کے

لئے خوب علاج کرتے ہیں لیکن غلبۂ تقدیر سے مریض مرجاتا ہے، مگر پھر بھی صحت کو علاج پر مرتب سمجھ کر اس میں خوب اہتمام اور دوڑ دھوپ کرتے ہیں، بڑے بڑے ماہر طبیبوں اور ڈاکٹروں کو ایسے وقت ایک ذرا سی امید پر بلاتے ہیں کہ مریض کی طرف سے قریب قریب مایوسی ہو جاتی ہے، تاہم خفیف سی امید کے سہارے پر بھی مجبوری سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے، تو اصل وجہ یہ ہے کہ اعتبار اکثری واقعات کا ہوتا ہے، اتفاقِ شاذہ پر حکم نہیں لگایا جاتا، لہٰذا سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ اتفاقی ہے، ورنہ اکثر جنتی سے جنت کے اعمال اور دوزخی سے دوزخ کے اعمال سرزد ہوتے رہتے ہیں، پس نعمائے اخروی اور دخول جنت کا اکثری سبب اعمال صالحہ ہیں، جَو بو کر کبھی یہ امید نہیں ہوتی کہ گیہوں پیدا ہوگا، ایسے ہی ؎

گندم از گندم بروید جوز جو　　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

گیہوں سے گیہوں اُگتا ہے اور جَو سے جَو (اس لئے) عمل کے بدلہ سے غافل مت رہو۔

سوال سوم:...... بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر قسمت میں جنت لکھی ہے تو جنت میں جائیں گے، اور اگر دوزخ لکھی ہے تو دوزخ میں جائیں گے، محنت ومشقت، طاعات وعبادات سب بیکار ہیں۔

جواب:...... اگر یہی بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں اور کوششیں کی جاتی ہیں؟ کھانے کے لئے اس قدر اہتمام کرنا کہ بونا، جوتنا، کاٹنا، پیسنا، چھاننا، گوندھنا، پکانا، لقمہ بنا کر منہ میں لے جانا، چبانا، نگلنا وغیرہ سب فضول تکلیفیں ہیں، کچھ بھی نہ کرو، قسمت میں ہے تو آپ ہی آپ بن بنا کر پیٹ میں اتر جاوے گا، نوکری کیوں کرتے ہو؟ تجارت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کھیتی کی مصیبتیں کیوں جھیلتے ہو؟ سفر کی تکالیف کیوں برداشت کرتے ہو؟ یہ شعر کیوں پڑھ دیا کرتے ہو؟ ؎

رزق ہرچند بے گمان برسد　　لیک شرط است جستن از درہا

رزق اگرچہ بغیر گمان کے (من حیث لا یحتسب) پہنچتی ہے، لیکن دروازوں سے اس کو تلاش کرنا ضروری ہے۔

اگراولاد کی تمنا ہوتی ہے تو نکاح کرتے ہیں، پس جس طرح باوجود ثبوت تقدیر کے ان مسببات کے لئے تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، اسباب خاصہ جمع کئے جاتے ہیں، اسی طرح حصول درجات ودخول جنت کے لئے بھی اسباب یعنی اعمال صالحہ جمع کرنا ضرور ہے، ہاں اسباب کواختیارکر کے مسبب (حصول جنت) کے مرتب ہونے کا اللہ تعالی کے فضل سے منتظر رہے، اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے مغرور نہ بیٹھے، اور بغیر اسباب (اعمال صالحہ) اختیار کئے ہوئے فضل خدا کا منتظر رہنا غرور اور شیطانی دھوکہ ہے، جیسے زمین میں تخم پاشی کر کے اگر انتظار ہو کہ اب خدا کے فضل سے غلہ پیدا ہوگا تو یہ امید ہے، اور اگر تخم پاشی ہی نہ کرے اور اس ہوس میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے کہ اب غلہ پیدا ہوگا تو دیوانگی اور مسخرہ پن ہے، جس کا انجام حسرت اور افسوس کے سوا اور کچھ نہیں۔

سوال چہارم:......اور یہ اعتراض بہت ہی ارزاں ہے کہ ہرکس وناکس اس سے منتفع ہوتا ہے کہ صاحب ہم کیا کریں؟ ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے، اگر نیکی تقدیر میں لکھی ہوتی تو ہم نیکی کرتے، ہم تقدیر کے لکھے ہوئے پر مجبور ہیں۔

جواب:......صاحبو! ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ ہم لوگ جس وقت گناہ کرتے ہیں کیا اسی ارادہ سے کرتے ہیں کہ چونکہ ہماری تقدیر میں لکھا ہوا ہے، لاؤ تقدیر کی موافقت کرلیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ خواہشات نفسانی سے مغلوب ہوکر گناہ کرتے ہیں، اس وقت تو گناہ کی مدہوشی میں اس مسئلہ تقدیر کا ہوش بھی نہیں رہتا، جب شہوات اور خواہاشت نفسانی کا نشہ سر

سے اتر جاتا ہے اور گناہ سے فراغت ہوتی ہے تو فرصت میں ایسی تاویلیں سوجھتی ہیں، پھر اگر تقدیر کے نوشتہ پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیوی معاملات میں اس مسئلہ پر کیوں اعتماد نہیں ہوتا ہے؟ جب کوئی شخص ہمارا جانی یا مالی نقصان کرتا ہے تو ہم کیوں مارنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں؟ یہی سمجھ لیا کریں کہ اس کا کیا قصور ہے، اس کی تقدیر میں مارنا لکھا تھا ہماری تقدیر میں مار کھانا لکھا تھا چلو چھٹی ہوگئی۔ نہیں کوئی ایسا نہیں کرتا، بلکہ جس طرح ہو سکے انتقام لیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ امور دنیوی اور مفاد ذاتی میں نوشتۂ تقدیر کا خیال بھی نہیں آنے دیتے، بلکہ منکر تقدیر بن جاتے ہیں اور دینی کاموں میں شامتِ نفس سے اعمال صالحہ چھوڑ کر سب سے بڑھ کر تقدیر پر ہمارا ہی ایمان ہوتا ہے، یہ صریح دھوکہ شیطانی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر حق ہے۔ خداوند کریم نے اپنے وسعت علم سے معلوم فرما کر ہر چیز کا وقت اور ہر کام کا ایک انداز مقرر فرما دیا ہے، نیکی اور بدی سب کچھ لکھ دی گئی ہے، لیکن انسان کو اس نوشتہ کا علم نہیں دیا۔ کیا اب انسان جو کچھ نیکی بدی کرتا ہے اپنے اختیار سے دیدہ و دانستہ کرتا ہے، تقدیر کے نوشتہ سے مجبور ہو کر نہیں کرتا؟ اسی بنا پر نیکی کر کے ثواب کا امیدوار رہتا ہے۔ ملازمت کے بعد تنخواہ پانے کا مستحق سمجھتا ہے۔ خون کرنے سے پھانسی دیا جاتا ہے۔ چوری ڈکیتی وغیرہ جرائم کا ارتکاب کرنے سے اس کے موافق حکام دنیا کی طرف سے اپنے کیفر کردار کو پہنچایا جاتا ہے، یہ سارے قوانین آسمانی یا عقول انسانی کے مقرر کردہ ہیں، مجرم بھی اسے ظلم حکام نہیں سمجھتا، بلکہ انصاف ٹھہراتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں عدالت میں کوئی مجرم نوشتہ تقدیر کو پیش نہیں کر سکتا، بلکہ جرم با اختیار خود کرنے کی وجہ سے سر تسلیم خم کرتا ہے، حالانکہ یہ ساری باتیں بھی اس کی تقدیر میں لکھی ہوتی ہیں، لیکن جرم کا ارتکاب اپنے ارادہ اور پورے اختیار سے کیا ہے، اس لئے قوانین شرعی اور آئین ملکی کی رُو

سے وہ سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ یہی حال تقدیر کا ہے۔ خوب غور کرو، اس سے زیادہ تقدیر کی باریکی سمجھنے کی فکر کرنا اور اس کی کنہ کی ٹوہ میں لگا رہنا اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت میں پھنسانا ہے، اس واسطے کہ تقدیر کی باریکی دریافت کرنا عقول انسانی سے خارج ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: اندھیری رات میں سمندر میں مت گھس، یعنی یہ مبحث ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، انسان کی عقل نا رسا اس کا بھید نہیں پا سکتی۔ ؎

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار   کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار

اس بھنور میں ہزاروں کشتیاں اس طرح غرق ہوئیں کہ کوئی تختہ باہر نہیں آیا۔

(تالیفات مرغوب ص ۱۷۰)

رحمت وعذاب یہ خدا کی دو صفتیں ہیں

(۲)......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم : لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمَعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَد ، وَ لَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَد۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:...... بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: اگر ایمان دار جان لیتا جتنا کہ خدا کے پاس عذاب ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید بھی نہ کرتا، اور اگر کافر جانتا جتنی خدا کے پاس رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔

ف:...... رحمت وعذاب یہ خدا کی دو صفتیں ہیں، اور خداوند کریم کی ذات جیسی کامل ہے، ویسے ہی اس کی صفت بھی کامل ہے، اس بنا پر اگر کافر کو خدا کی ساری رحمت کا حال معلوم ہو

جائے کہ وہ اس قدر وسیع اور بے انتہا رحمت کا مالک ہے تو باوجود کفر کے اس کی جنت سے نا امید نہ ہو، ایسے ہی اگر ایمان دار پر خداوند قہار کے قہر وغضب وعذاب کا حال کھل جائے تو جنت مانگنا بھی بھول جائے اور عذاب دوزخ سے بھی بے خوف نہ ہو۔ ؎

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم بمانند کر و بیاں صم و بکم
وگر در دہد یک صلائے کرم عزازیل گوید نصیبے برم

اللہ تعالی اگر وعید کا حکم دیتے ہیں، تو فرشتے بھی گونگے ہو جاتے ہیں۔
اور اگر بخشش کے لئے آواز دیں تو شیطان بھی کہے گا، مجھے بھی حصہ ملے۔

(تالیفات مرغوب ص۲۳۳)

یوم جمعہ کی ایک ساعت قبولیت

(۳)......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم : اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِم یَسْاَلُ اللّٰهَ فِیْهَا خَیْراً اِلَّا اَعْطَاه۔(متفق علیہ)

ترجمہ:...... بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: بے شک جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالی سے اپنی بہتری کے لئے دعا کرے تو ضرور اس کی دعا قبول ہو اور اسے بھلائی نصیب ہو۔

ف:...... جمعہ میں یہ ساعت کونسی ہے اور کس وقت ہے؟ اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں

جمعہ کے دن ساعت قبولیت کونسی ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''شرح سفر السعادہ'' میں چالیس قول نقل کئے ہیں، مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے: ایک یہ کہ وہ ساعت امام کے منبر بیٹھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ بہت سے علماء اس قول کے قائل ہیں۔ اور مسلم شریف

میں ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قبولیت کی ساعت دن کے اخیر حصہ میں ہے۔ اس قول کو ایک جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ اس کی موئید ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معمول

چنانچہ صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر دے تاکہ اس وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔

ساعت قبولیت کے مخفی رکھنے کا راز

اور قبولیت کی ساعت کو مخفی رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس دن کو قبولیت کی امید میں دعا اور عبادت میں گذاریں۔

خطبہ کے وقت سکوت کا حکم ہے، پھر اس وقت قبولیت دعا کے کیا معنی؟

امام بلقینی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ خطبہ کی حالت میں کیوں کر دعا کرے؟ کہ اس وقت تو چپ رہنے کا حکم ہے۔ امام ممدوح نے جواب دیا کہ دعا کرنے کے لئے یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ زبان سے الفاظ کہے جاویں، بلکہ اپنے مقصود اور مطلوب کو دل میں حاضر کرنا کافی ہے۔

اور دعا قبول ہو جانے کے بعد اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہونا ضروری نہیں، بعض وقت فوراً بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور بعض وقت کسی مصلحت سے اس کا نتیجہ دیر میں ظاہر ہوتا ہے، ورنہ ذخیرۂ اخروی بنالیا جاتا ہے، جو درحقیقت کارآمد ذخیرہ ہے۔ (تالیفاتِ مرغوب ص ۱۹۱)

توحید الاسلام

علم کلام: وہ علم ہے جس سے تفصیلی دلائل کے ساتھ دینی عقائد اور اسلامی نظریات کے اثبات اور شکوک وشبہات کے جواب دینے پر قدرت حاصل ہو۔

علم کلام کے متعلق علماء کے مذاہب

اس علم کے حصول اور اس میں صرف وقت کے متعلق علماء میں بہت اختلاف ہے۔ اہل علم میں سے بعض نے تو علم کلام کا درس وتدریس بدعت یا حرام قرار دیا ہے، اور بھی اہل علم کے عجیب اقوال مذکور ہیں۔

بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ علم کلام کا حصول واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ علماء کے اقوال کی تفصیل اور ان کے دلائل نقل کرنے کے بعد علامہ دمیری تحریر فرماتے ہیں:

''سب سے بہتر یہ ہے کہ علم کلام میں تشفی بخش تفصیل کریں اور یہ کہے کہ علم کلام میں نقصان بھی ہے اور فائدہ بھی، اس لئے علم کلام کے فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے استفادہ کے وقت اسے ضروریات کے پیش نظر حلال یا مندوب یا واجب قرار دیا جائے گا، اگر علم کلام سے نقصان یا مضرت کا خطرہ ہو تو پھر وہ اس وقت حرام ہو جاتا ہے''۔

(آگے علم کلام کا فائدہ بتلاتے ہیں) علم کلام کا فائدہ یہ ہے اس میں حقائق کا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، اور جن پر حقائق کی بنیاد ہوتی ہے ان کی معرفت ہو جاتی ہے، اور دیگر فوائد یہ ہیں کہ عوام کے عقائد کی حفاظت اور مبتدعین کے شکوک وشبہات اور انہیں ہر گمراہ موڑ سے بچانا مقصود ہوتا ہے''۔ (حیوۃ الحیوان ص ۸۷ ج ۱/اردو)

اس علم کی اولیت کا شرف امام اعظم ابو حنیفہ کو حاصل ہے، آپ کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' اس سلسلے میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس موضوع پر علمائے متقدمین ومتأخرین کی

تصنیفات کثیر مقدار میں موجود ہیں۔حضرت مفتی صاحب نے رنگون (برما) کے دوران قیام' اشاعت اسلام کی خاطر وجود میں آنے والی اسلامی انجمن کی فرمائش پر توحید کے موضوع پر چند مضامین لکھے، بعد میں وہی مضامین اس کتاب کی اشاعت کا محرک وباعث ثابت ہوئے اور ''توحید الاسلام'' کے نام سے ایک مفید رسالہ منصۂ شہود پر آ گیا۔

اس رسالہ میں موصوف نے اسلام کی حقیقت' مذہبِ فطرت اور صحیح مذہب کی معرفت' انسان کی پیدائش کی غرض وغایت' وجود باری تعالی پر پچیس دلائل عقلیہ' اور ایک مسلمان اور دہریہ کا فرضی' دلچسپ مناظرہ' توحید کے دس براہین اور قرآن سے واجب الوجود کی ہستی کے دس دلائل' اور خاتمہ میں دین وملت کی تحقیق وغیرہ مفید مضامین کو مرتب کیا ہے۔

ناظرین کی خدمت میں ''اسلام کی حقیقت'' اور ''دین وملت کی تحقیق'' اور وجود باری تعالی کے دلائل عقلیہ میں سے تین عقلی دلیلیں' جن کا تعلق ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ سے ہیں' کو نقل کرتا ہوں۔

فصل دوم

اسلام

دیکھنے کو یہ ایک مختصر سا لفظ ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے ہر ایک چھوٹی بڑی خوبی کا جامع ہے۔اسلام ایک نعمت غیر مترقبہ ہے' اور ایک ایسا سایہ دار پھلا پھولا درخت ہے کہ جس کے زیر سایہ عالم کا عالم' نہایت عافیت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔صفحہ ہستی پر اگر کوئی سچا دین ہے تو وہ صرف دین اسلام ہے۔اپنے مقصود حقیقی تک پہنچنے کی دنیا میں اگر کوئی صراط مستقیم ہے تو وہ دین اسلام ہے۔انسانی نجات اور فلاح وبہبودی کا اگر کوئی کفیل ہے تو وہ اسلام ہے۔

انسانی دنیا میں تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کے حقیقی برکات اگر کسی دین نے ظاہر کئے تو وہ صرف ایک دین اسلام ہی ہے۔ دنیا میں راست بازی اور اخلاق حسنہ کے لحاظ سے کامل مکمل اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ منزل مقصود اور مطلوب اصلی تک پہنچنے کا کوئی صحیح راستہ اگر ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اس عالم انسانی میں کوئی ملت کوئی مذہب سوائے دین اسلام کے ایسا نہیں کہ جس میں عقائد کی نا قابل معافی اور سنگین غلطیوں نے انسان کو صراط مستقیم سے کوسوں دور نہ پھینک دیا ہو۔ دین اسلام نے ایک عالم کے سامنے اپنے پاکیزہ اور لطیف اصول ایسے پیش کئے ہیں کہ جس کی لطافت اور پاکیزگی اور صداقت کا عشر عشیر بھی دنیا کے چھوٹے بڑے مذاہب میں سے کسی ایک میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اگر دنیا میں طبائع سلیمہ اور فطرت انسانی کے موافق کوئی دین ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔

خالق عالم نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اگر کوئی عام اور مفید قانون بھیجا ہے تو وہ آج سوا تیرہ سو برس سے موجودہ دنیا میں اسلام کے سوا کوئی قانون نہیں، اس قانون میں علاوہ پاکیزہ اصولوں کے، وہ علوم مفیدہ پائے جاتے ہیں کہ جن کی نظیر کوئی مذہب کوئی دین پیش نہیں کر سکتا۔

اسلام: وہ اسلام ہے کہ جس نے نوع انسان کو علمی اور عملی کمال کی حد تک پہنچا دیا۔ انسان کو اس جامع العلوم معلم نے وہ اسرار اور حواس ظاہری اور باطنی سے چھپے ہوئے ایسے ایسے مخفی امور بتلائے کہ وہاں تک نہ عقول انسانی کی رسائی ہو سکتی تھی، اور نہ کسی فیلسوف کا فلسفہ کام دے سکتا تھا، اور نہ کسی ماہر طبیعیات حکیم کا سائنس پہنچ سکتا تھا۔ احکام عملیہ بھی، طہارت سے لے کر تزکیہ روح تک وہ بیان فرمائے جن کے بغیر انسانی زندگی بالکل

نامہذب اور وحشیانہ بہائم کی زندگی سمجھی جاتی تھی۔ نہ صرف عالم محسوس یعنی عالم اجسام بلکہ اس نے عالم غیر محسوس یعنی عالم روحانی اور عالم جاودانی میں بھی روح' ملائکہ' جنت' دوزخ' اور وہاں کے نعمائے باقیہ اور عقوبات دائمہ وغیرہ وغیرہ باریک مقاصد میں وہ وہ موشگافیاں کی ہیں کہ جو عقل انسانی کی حد سے بالاتر ہیں۔ عالم جاودانی کے برکات موجودہ مذاہب عالم میں سے صحیح طور بجز مذہب اسلام کے کوئی بتلا نہیں سکتا۔ جب فیلسوف اور سائنسداں کا سمند ناز عالم اجسام کی چاردیواری سے ایک انچ بھی آگے نہیں جا سکتا' اس نے عالم ارواح کے وہ وہ مخفی اور سربستہ راز انبیاء کی پاک تعلیم سے ظاہر فرمائے کہ جس نے اہل سائنس کے دماغ کو حیرت میں ڈال دیا۔

موجودہ مذہب عالم میں سے بجز مذہب اسلام' کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جس نے حفاظت دین کے ساتھ حکومت کا بھی ہر طرح ساتھ دیا ہو۔ اطاعت حاکم حقیقی کے ساتھ اطاعت حاکم مجازی کے بھی قوانین سکھلائے ہوں۔

جہاں حاکم حقیقی کے متعلق اعلیٰ مقاصد تعلیم فرمائے' وہاں ساتھ ہی بادشاہ وقت کی فرمانبرداری کے لئے ضروری قوانین سکھلائے۔ غرض کوئی دین اپنی ذات میں اسلام کے سے محاسن اور خوبیاں نہیں بتلا سکتا۔

مذہب اسلام نے وجود میں قدم رکھتے ہی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ عالم میں اپنی صداقت کا سکہ بٹھلایا، اس کی نظیر دوسرا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

ہمارے سامنے صداقت اسلام کے دو قوی اور پائدار سلسلے موجود ہیں: ایک ملکی فتوحات کا' دوسرا مذہب کی اشاعت کا۔ دونوں پر ایک منصف اور حق شناس آدمی جب غائر نظر ڈالتا ہے تو حقانیت اسلام کے اعتراف کے سوا اسے کوئی چارہ معلوم نہیں ہوتا۔ فتوحات ملکی نے

چند ہی سالوں میں سیلاب عظیم کی طرح قدیم اور زبردست سلسلوں کو تہ و بالا کر کے تہذیب وتمدن کا نیا دور دنیا میں پھیلا دیا۔ اشاعت مذہب کو خیال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نور آفتاب کی طرح ایک دم اس نے تمام عالم کو منور کر دیا، حقانیت اسلام کا اثر بجلی کی رو کی طرح پتھر سے زیادہ سخت دلوں میں بھی سرایت کرتا چلا گیا۔

موجودہ دنیا میں بے شک وشبہ سائنس نے ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اس کی حیرت انگیز ایجادوں اور تعجب خیز صنعتوں اور متحیر العقول مادی ترقیوں نے ایک عالم کی نظروں میں چکا چوند پیدا کر دی' اور مذاہب عالم کے توازن قوت کو درہم و برہم کر دیا ہے، مع ہذا سائنس کی اس روز افزوں ترقی کے دنگل میں اگر کوئی دین ثبات قدمی کے ساتھ اس کی ناقابل برداشت زد میں ٹھہر سکا بلکہ خم ٹھوک کر اگر مقابل کھڑا ہو سکا ہے تو وہ صرف اکیلا اسلام ہے۔

سائنس کی موجودہ ترقی نے اگر ایک طرف اسلام کے سوا جملہ مذاہب عالم کو بالکل بیکار اور ردی ثابت کر دیا ہے' تو دوسری طرف اسلام کے خوبصورت چہرے نے سائنس اور علوم طبیعیہ کے صدہا ماہروں کو اپنے ظاہری اور باطنی حسن کی جھلک دکھا کر اپنا گرویدہ اور حلقہ بگوش بنا لیا ہے، جس کی صدہا مثالیں موجودہ یورپ کی ترقی یافتہ دنیا میں اس وقت موجود ہیں کہ جہاں نہ کوئی داعی اسلام پہنچا' اور نہ کوئی واعظ وہاں گیا' بلکہ صرف ایک ظاہری اور باطنی خوبیوں نے اپنا دلفریب اور قدرتی خداداد حسن دکھلا کر علوم طبعیہ کے ان ماہرین کو اپنا کشتہ ناز بنا لیا کہ جن کی عمر کا معتدبہ حصہ اور قیمتی زمانہ' سائنس کے دقائق حل کرنے میں گزرا تھا۔ یہ اسلام کے حق اور فطری دین ہونے کا بین ثبوت ہے۔

عالم کے موجودہ مذاہب میں سے کوئی مذہب ایسے صحیح اصول اور پاکیزہ قوانین کی

بنا پر اگر بجا فخر کر سکتا ہے تو وہ صرف اکیلا مذہب اسلام ہے' جو صرف اپنے اصول کی پاکیزگی اور نفاست کی وجہ سے تھوڑے عرصہ میں ایک عالم پر حاوی ہو گیا' اور جس نے دنیا کے سامنے انسانی فطرت کے حسب منشاء وہ روشن اصول پیش کئے کہ جن کی تیز شعاعوں سے اکناف عالم کے تمام ذرات چمک اٹھے۔

اسلام کے اصول مسلمہ سے ایک اصل توحید ہے' جو اسلام کی اصل اول اور رکن رکین اور اس کی جان ہے۔ اور دوسری اصل رسالت ہے۔ انہیں دو اصولوں پر دین کی بنا ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب ان کی تمہید اور تفریع ہے اور اس اجمال کی تفصیل ہے۔

اسلام جس بات میں موجودہ مذاہب عالم پر فخر کرتا ہے' اور درحقیقت اس کا یہ فخر بجا ہے' وہ توحید ہے۔ یہ توحید ہی اسلام اور خاص اہل اسلام کا طغرائے امتیازی ہے کہ جس نے اس کو جملہ مذاہب عالم سے ہر طرح ممتاز کر دیا' اور جس نے اس کے ماننے والوں کو مادی اور روحانی ترقی کرنے والوں کی صف اولی میں ممتاز جگہ کھڑا کر دیا۔

اسلام دنیا میں ایسے وقت آیا جب کہ جہالت کی گھنگھور گھٹا ہر چہار جانب عالم پر محیط ہو چکی تھی، اہل عالم نیک و بد' خیر و شر' کی تمیز کھو بیٹھے تھے، ایک متنفس بھی صفحہ عالم پر اس سچے معبود کا نام لینے والا باقی نہ تھا۔ خدا کے وجود اور اس کی ذات وصفات کے متعلق تمام عالم نہایت سنگین اور ناقابل معافی غلطیوں میں مبتلا ہو چکا تھا۔ عیسائی تین خدا مانتے تھے' اور تین کو ایک اور ایک کو تین کہتے تھے۔ مصری کئی کروڑ خداؤں کے قائل تھے۔ پارسیوں کو یہ حیرت تھی کہ نیکی اور بدی دونوں کا ایک خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی لئے انہوں نے خیر و شر کے لئے الگ الگ خدا قرار دے رکھے تھے۔ ہندوؤں کے ہاں کم سے کم تین خدا تھے۔ برہما' بشن' مہادیو' اور اوتاروں کی تو کوئی انتہا نہ تھی۔ یہود ایک خدا کے ضرور قائل تھے، لیکن

اس کے لئے انہوں نے اوصاف ایسے ایسے تراش رکھے تھے کہ وہ ایک معمولی انسان کی حیثیت سے بڑھ کر نہ تھا۔

دنیا اس عالمگیر تاریکی اور جہاں سوز جہالت میں ٹھکرا رہی تھی کہ دفعتاً آفتاب اسلام چمکا اور اس کی نورانی شعاعوں نے عالم کو منور کر دیا' اور ان تمام غلط خیالات اور ضلالت آمیز معتقدات کا پردہ چاک کر دیا' اور بتا دیا کہ خدائے قدوس واحد محض ہے۔ زمین و زمان' مکین و مکان' جہت و اشارہ' تحت و فوق' ہر قسم کی قیود و خصوصیات سے مبرا ہے۔ یہی وہ تقدیس و تنزیہ تھی جو اسلام نے خدا کے وجود کے متعلق عالم کے سامنے پیش کی' اور اسی تقدیس کے بل بوتہ پر اسلام نے ہر قسم کی بت پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔

یہ اسی تنزیہ کا نتیجہ ہے کہ تیرہ سو برس سے زائد ہو جانے پر' و نیز اسلام میں سینکڑوں فرقے پیدا ہو جانے کے باوجود کسی فرقے کو آج تک بت پرستی کا مذموم خیال کبھی بھی نہ آسکا۔ آج دنیا میں ہندو' عیسائی' پارسی وغیرہ وغیرہ جس قدر روشن ضمیر اور بلند حوصلہ اور عالی خیال لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں' توحید خالص کے قریب قریب آتے جاتے ہیں۔

آج کل زمانے کے مذاق کی وجہ سے تمام اہل مذاہب اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا مذہب عقل سے ثابت اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ خود ان کا دعوی ہے یا ان کے مذہب نے بھی ایسا دعوی کیا ہے۔ جہاں تک میرے ناقص خیال کی رسائی ہے، اس بنا پر میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ: اسلام کے سوا دنیا میں اور کسی مذہب اور دین نے یہ دعوی نہیں کیا کہ وہ عقل سے ثابت ہے اور فطرت سلیمہ کے موافق ہے' اور مذہب کو عقل کی بنا پر ماننا چاہئے۔ اور یہی وہ بین فرق ہے جو علانیہ اسلام کو دنیا کے تمام موجودہ مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ (تالیفات مرغوب از: ص ۳۶ تا ۴۰)

خاتمہ

مذکورۂ بالا مضامین عقلیہ ونقلیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اس کارخانۂ عالم کا کوئی موجد اور خالق ہے، اور ساتھ ہی ادلہ قویہ اور براہین واضحہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ خالق صرف ایک ہی ذات واجب الوجود سچا واحد معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

اب دیکھنا یہ باقی رہا کہ ایک خدا کو‘ ایک ہستی کو‘ ایک خالق کو‘ ایک معبود کو ماننے والا‘ ایک ہی معبود کی پرستش کرنے والا‘ موجودہ مذاہب عالم میں‘ موجودہ ادیان مروجہ میں‘ کونسا دین اور کونسی ملت ہے؟

اس کا جواب یقیناً یہی ہوگا کہ جس دین میں خالص توحید پرستی ہوگی وہی دین سب ادیان میں سچا ہوگا، لہذا ایسے دین کی تحقیق‘ ایسے مذہب کی جستجو‘ ایسی ملت کی تلاش ضروری ہوئی تاکہ پتہ لگ جاوے کہ فی الحقیقت کونسا دین ماننے کے قابل ہے‘ اور کونسا قانون دستور العمل بنانے کے لائق ہے‘ اور کونسی ملت قابل ترک ہے، اس واسطے کہ کروڑہا انسان اپنے باپ دادا خویش واقارب پاس پڑوس کے آدمیوں کا طور وطریق‘ رسم ورواج دیکھ کر بلادلیل وحجت اور بلاغور وتأمل‘ بدون سوچے سمجھے اس دین کو اختیار کر لیتے ہیں، جس میں پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں۔ جس سے انسانی پیدائش کی اصلی غرض اطاعت پروردگار کی شرافت اور بزرگی سے محروم رہ جاتے ہیں، جو کسی عاقل متلاشی حق کے لئے زیبا نہیں، بلکہ اپنی نجات کا سیدھا اور بہترین سچا راستہ تلاش کر کے نجات ابدی حاصل کرنا‘ مقصود اصلی اور عین سعادت انسانی ہے، لہذا بغور ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق دین وملت

اہل عقل پر مثل آفتاب نیم روز کے روشن ہے کہ روئے زمین پر جس قدر مذاہب متبائن‘

متغائر اس وقت موجود ہیں' سب سچے نہیں ہوسکتے، اس واسطے کہ اجتماع ضدین واجتماع نقیضین ممتنع ومحال ہے، مثلاً توحید یعنی خدائے تعالیٰ کو ایک جاننا' ایک ماننا' ایک ہی کی عبادت و پوجا کرنا اور عدم توحید یعنی خدائے تعالیٰ کو بالکل نہ ماننا (نعوذ باللہ منہا) یا اہرمن ویزدان دو خدا کو ماننا' یا تین خدا کے قائل ہونا' جیسے: باپ' بیٹا' روح القدس کے مجموعہ کو خدا ماننا، یا عناصر پرستوں کی طرح اربعہ عناصر کو چار خدا ماننا، یا ستارہ پرستوں کی طرح سبعہ سیارہ کو خدا ماننا، یا بت پرستوں کی طرح گرو کو خدا کا جز جاننا، یا اوتار پرستوں کے مانند جسم انسانی میں خدا کا حلول اور نزول سمجھنا، اور دیوتا پرستوں کی مانند تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو معبود جاننا' یہ تمام مختلف امور سچے اور حق نہیں ہوسکتے۔ علی ہذا القیاس یہ بھی بہت واضح اور ظاہر ہے کہ جس قدر مذاہب دنیا میں رائج موجود ہیں، وہ سب کے سب باطل بھی نہیں ہوسکتے، اس واسطے جس طرح اجتماع ضدین ونقیضین ممتنع ومحال ہے' اسی طرح ارتفاع ضدین ونقیضین بھی غیر ممکن ممتنع ومحال ہے، مثلاً جو عدد ہوگا وہ ہر حیثیت سے دو حال سے خالی نہ ہوگا، یا تو جوڑ ہوگا یا بے جوڑ ہوگا، ایک ہی عدد میں دونوں باتیں جمع ہونا محال ہے کہ جوڑ بھی ہو بے جوڑ بھی ہو، اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ عدد تو ہو اور وہ جوڑا ہونے سے بھی خالی ہو' اور بے جوڑ ہونے سے بھی خالی ہو، بہرحال دونوں میں سے ایک بات ہونی ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ توحید وعدم توحید دونوں حق ہوں، اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ توحید اور عدم توحید دونوں ناحق ہوں، بلکہ ضرور ان دونوں میں ایک حق ہوگا اور دوسرا ناحق اور باطل ہوگا۔

پس ہر عاقل کے نزدیک ضرور ہے کہ ایک مذہب' جملہ مذاہب سے حق اور سچا اور ماسوا اس کے جملہ مذاہب اور ملتیں باطل۔ عقلاً ہر انسان پر تین قسم کے حقوق ہیں:

اول حقوق خدا :...... کیونکہ انسان اپنے وجوداورعدم اورنشوونمااورخوردونوش اورتندرستی ومرض اوردیگر بیشمارا موراور بے انتہا نعمتوں میں خدائے تعالیٰ کامحتاج ہے۔

دوم حقوق نفس :...... جوانسان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، اورجن کی پہچان وقدرانسان کوہوش سنبھالنے کے بعدہوتی ہے۔

سوم حقوق عباد:...... کہ ایک انسان کا حق دوسرے انسان پرکیاہے، بنی نوع انسان کوآپس میں کس اخوت اورمساوات وہمدردی سے رہنااس کے لائق اورزیباہے۔

لہذاجس مذہب وملت میں حقوق مذکورہ بالاکی رعایت تمام وکمال طورپرکی گئی ہوگی، اورجودین ہرایک قسم کی دینی ودنیوی بہبودی کاانسان کے لئے حامی ومددگارہوگا، یقیناً وہی مذہب حق اورسچاہوگا، اورباقی جملہ مذاہب وادیان باطل اورقابل ترک ہوں گے۔

اول حقوق خداکے دیکھئے کہ جن مذاہب میں سرے سے خداکاوجودہی نہ ماناجاوئے یابجائے ایک خداکے دوٗ جیسے یزدان واہرمنٗ یاتین جیسے اقنوم باپٗ بیٹےٗ روح القدسٗ کے مجموعہ کانام خداہو، یاچاریاسات یاتینتیس کروڑدیوتابلکہ ہراعجوبہ چیزخداہوتوایسے مذاہب کےلوگوں سے حقوق خداوندی کااداہوناعقلمندوں پرروشن ہےٗ محتاج بیان نہیں۔

پھرحقوق نفس وجسم کوملاحظہ فرمائیں! جن مذاہب میں ہاتھ سکھانے اورکھڑے کے کھڑے ہی رہنے یاناخن اورپریشان بال بڑھاکرحیوانی بہائم شکل بنانے یارہبانیت (ترک نکاح وقطع تعلق کرنا) اختیارکرنے یانن (عورت کابے نکاح رہنا) بننے کی تعلیم ہو، ایسے مذہب ودین کے ماننے والوں نے اپنی جان کے کیاحقوق اداکئے اورکرسکیں گے، اسے ہرفہمیدہ شخص خوب سمجھ سکتاہے۔

پھرحقوق العبادکوخیال فرمائیے کہ جن مذاہب میں بعض قوم باوجودگناہ کرنے کے

پاک اور بعض بیچارے باوجود پر میشور بھگتی اور نیکی کرنے کے ناپاک یا اپنے کو پاک اور دوسرے ہم قوم اور ہم مذہب کو ناپاک جاننا' یا تمام قوم کے گناہوں کا ایک معصوم شخص کا کفارہ ہو جانا' یا اپنے آپ کو مقبول اور دوسروں کو مردود و جاہل سمجھ کر ان کے مال کو ہر طرح اپنے لئے مباح جاننا' مذہبی تعلیم ہو تو اس مذہب نے انسانی حقوق کی کہاں تک حفاظت کی یہ امر بہت واضح ہے۔

حاصل یہ کہ جو مذہب' جو ملت' جو دین' ان عیوب و دیگر ہر قسم کی آلائش سے پاک وصاف ہوگا وہ البتہ حق کہلانے کا مستحق ہے' اور ایسا مذہب روئے زمین پر صرف ایک اسلام ہے کہ جس کے شیریں ولذیذ چشمہ کا ایک ایک قطرہ آب حیات کا حکم رکھتا ہے، جس کے خزانہ سے علم ومعرفت کے بے بہا لعل وجواہر مفت تقسیم ہوتے ہیں' جس کی فیض رسانی ہر خاص وعام ہر عالم وجاہل ہر امیر وغریب ہر بادشاہ وفقیر کے لئے ہے' جس کے اسرار و فیوض عامہ کسی شخص واحد پر ختم ہونے والے نہیں' جس کی عالمگیر روشنی سے اقتضائے عالم کا ہر ذرہ چمک اٹھا ہے۔

صاحبو! اس زمانے کے جدید علوم وفنون اور تجربات اور مشاہدات کے مقابلے میں کوئی باطل یا ناقص مذہب قائم نہیں رہ سکتا، اور گو وہ مذہب بالکل معدوم نہیں ہوگا، مگر بنی نوع انسان پر اس کے تصرف کی قوت معطل وبیکار ہو جاتی ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ فقط مذہب اسلام ہی بنی نوع انسان کو ہدایت کے واسطے سچا اور کافی مذہب ہے۔ اس دعوے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جوں جوں علوم جدیدہ وفنون عدیدہ کی عام اشاعت وروز افزوں ترقی سے دیگر مذاہب کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں، دین اسلام روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔

اس روشنی کے زمانہ میں غیر مذاہب کے بڑے بڑے عالم وفاضل مذہب اسلام میں جوق جوق داخل ہورہے ہیں۔ یورپ وامریکہ کے صدہا پروفیسروں نے کھلم کھلا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا ہے۔ درجنوں پادریوں نے مجمع عام میں اسلام کے محاسن و خوبیوں پر پُرزور لکچر دیئے۔ بیسیوں جادونگاروں نے اسلام کے برکات پر بہترین مضامین اور رسالے لکھے‘ چنانچہ ہندوستان‘ چین‘ سیلون‘ انگلستان‘ امریکہ‘ افریقہ کے موجودہ واقعات اس دعوے کے عمدہ شاہد ہیں۔

ڈاکٹر لیوان وغیرہ محققین یورپ کو اس کے محاسن دیکھ کر بے ساختہ یہ کہنا پڑا کہ: ’’اسلام جس قدر طویل ہے اسی قدر مختصر بھی ہے، جتنا دشوار ہے اتنا ہی آسان بھی ہے، جیسا اس سے ایک دانشمند فیلسوف اور ارسطو جیسا حکیم وقت اور افلاطون جیسا طبیب زماں فائدہ اٹھا سکتا ہے ایسے ہی ایک عامی اور افریقہ کا ایک وحشی بھی اپنا کام نکال لیتا ہے‘‘۔

مسلمانوں کی مالی وملکی کمزوری تو مشہور رہی ہے، اس پر بے توجہی دیکھئے کہ باوجود اس کے کہ اشاعت اسلام کا کوئی خاص اہتمام نہیں‘ کوئی مشنری نہیں‘ حکومت کا ہاتھ نہیں‘ باوجود ان مخالف اسباب کے دنیا کی مردم شماری میں اہل اسلام کی تعداد میں لاکھوں کی بیشی اس مستحکم تصرف واقتدار کا پورا ثبوت دیتی ہے‘ جو مذہب اسلام دنیا پر حاصل کر رہا ہے، اور بھی اس کے سچے اور انسانی فطرت کے مطابق ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور انشاء اللہ امید ہے کہ ایک زمانہ عنقریب ایسا آتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہی ہو جائے گا۔ (خدا ہمچنیں کند)

بیشک اسلام نے بڑے زور سے اپنے من جانب اللہ ہونے کا دعوی کیا ہے کہ اس کے پاکیزہ اصول وقوانین واحکام ایک پُرجلال ہستی کے تجویز کردہ ہیں‘ کسی انسانی کمیٹی کے

خانہ ساز اور گھڑے ہوئے نہیں۔ ونیز اسلام نے اپنی صداقت پر استدلال کرنے والوں کے لئے ایک عظیم دروازہ کھول دیا ہے کہ جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اسلام نے اپنے پاکیزہ اصول اور فطری قوانین کو عیب کی طرح چھپایا نہیں، بلکہ ہر تحقیق کرنے والے کے لئے مجمع عام میں کھلم کھلا پیش کر دیا ہے، جو شخص اسلام اور پیغمبر اسلام کے بعد دنیا میں کتنا ہی زمانہ گزارنے کے بعد کیوں نہ آئے لیکن پھر بھی وہ صداقت اسلام پر انہیں لوگوں کی طرح استدلال کر سکتا ہے' جس طرح کہ اس کے ماننے والے کر سکتے ہیں، اس واسطے کہ جو شخص اسلام کے عمیق دریا میں غوطہ لگائے گا اور تعصب مذہبی سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو کر اس کے واضح اور روشن اصول کو دیکھے گا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رو و رعایت کام لے گا' ممکن نہیں کہ اس کی حقانیت کا اسے یقین واثق نہ ہو جائے۔

یہ اسلام باوجود اتنی مدت گزرنے کے بھی ہمیشہ تغیر وتبدل سے محفوظ رہا، اس کے قواعد ہمیشہ عام رہے، کسی قاعدے کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی، بلکہ اس کے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے۔ اس کے فوائد و برکات ہمیشہ ہر طالب خیر کو حاصل ہوتے رہے، اور جسے اس عاجز کی بات کا یقین نہ ہو وہ امتحان کر کے دیکھ لے، کیونکہ امتحان کرنا اور کسوٹی پر پرکھنا سب سے قوی دلیل ہے۔ پس بے شک وشبہ اگر اس کے قوانین انسانی کمیٹی کے تجویز کردہ ہوتے تو ضرور اس قدر طویل زمانہ گزرنے پر اس میں خلل عظیم پڑ جاتا اور اس کا نظام فاسد ہو جاتا، چنانچہ یورپ کی متمدن دنیا میں پالیمنٹری قوانین میں آئے دن زمانہ اور وقت کے بدلنے سے کمیٹی کے تجویز کردہ قوانین میں تغیر وتبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی رہتی' میرے مدعا پر کافی دلیل ہے کہ اسلام کے قوانین کسی انسانی دماغ کا نتیجہ نہیں، بلکہ خالق عالم کا مستحکم نظام عمل ہے جس میں اصلاً تغیر نہیں:

﴿ان الدین عند اللّٰہ الاسلام﴾ ،﴿ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاٰخرة من الخاسرین ﴾ ، والله ولی التوفیق وبیده ازمنة التحقیق ، واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین“

مرغوب احمد لاجپوری، سورتی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المسلمین
مدرس مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ (رنگون)

(تالیفاتِ مرغوب ص از ۱۴۱ تا ۱۴۷)

مدیر تحفہ کا تأثر

حضرت مفتی صاحب کی کتاب سے ”تحقیق دین ملت“ والا مضمون ماہنامہ ”تحفہ“ رنگون نے قسط وار شائع کیا۔ اس پر مدیر نے درج ذیل نوٹ لکھا:

”ذیل کا مضمون حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب مدظلہ لاجپوری کی جنبش قلم کا نتیجہ ہے، جنہیں دنیائے تصانیف کی اقلیم استدلال وحکمت میں نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ ہم جناب مولانائے ممدوح کے شکر گذار ہیں کہ ان کے اس نادر علمی مضمون سے ”تحفہ“ کو سرفرازی حاصل ہوئی، امید کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا“۔

وجود باری تعالی کے دلائل عقلیہ ......بغیر ملاح کے کشتی نہیں چلتی تو

اسلام کے محترم بزرگ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ قوم دہریہ کے لئے شمشیر برہنہ تھے، اس لئے یہ گروہ آپ سے سخت عداوت رکھتا تھا اور ہمیشہ امام صاحب ممدوح کے قتل کی تاک میں لگا رہتا تھا، اتفاق سے امام صاحب کو کسی دن مسجد میں تنہا پا کر دہریوں کی ایک جماعت ننگی تلواریں لئے ہوئے آپ کے قتل کے ارادہ سے مسجد میں گھس آئی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ: پہلے میری ایک بات کا جواب دیدو، پھر تمہارا جو جی چاہے

کرو، انہوں نے کہا کہ اچھا فرمائیے وہ کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا کہ: تم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو یہ کہے کہ میں نے وسط دریا میں مال واسباب سے بھری ہوئی ایک ایسی کشتی دیکھی ہے کہ جس پر دریا کی موجوں کے تھپیڑے اور مختلف ہواؤں کے صدمے پڑ رہے تھے، اور اس پر لطف یہ کہ وہ کشتی بغیر ملاح کے برابر سیدھی بے کھٹکے چلی جارہی تھی، کیا یہ بات عقل کے نزدیک ممکن ہے؟ انہوں نے جواب یا کہ نہیں، عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔

پھر امام صاحب نے فرمایا کہ: سبحان اللہ! جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح کے برابر سیدھی نہیں چل سکتی تو کیوں کر عقل اس بات کو قبول کر لیتی ہے، کہ اتنی بڑی دنیا جس کے احوال مختلف، اعمال متفرق، اطراف وسیع اور کنارے الگ الگ ہیں، بلا صانع، قادر، حافظ، مدبر کے کیسے قائم رہ سکتی ہے؟ آپ کی یہ عمدہ مثال اور پاکیزہ استدلال سن کر وہ لوگ دنگ رہ گئے، اور تلواریں نیام میں رکھ لیں، اور رو کر کہنے لگے کہ آپ نے بہت سچا مضمون بیان فرمایا۔ پھر سب کے سب صدق دل سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے　　　انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

(تالیفاتِ مرغوب ص۶۹)

ہر انسان کی شکل وصورت علیحدہ ہے

امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے صانع عالم کی دلیل پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ:

''دیکھو آدمی کا چہرہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں آنکھ، کان، ناک، منہ، رخسار، ہونٹ وغیرہ چیزیں موجود ہیں، لیکن ہر ایک کا مقام ومحل جدا جدا ہے، باوجود اس کے مشرق سے

مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جس شخص کو دیکھو، کسی ایک کی بھی شکل وصورت، اوضاع واطوار، رفتار وگفتار آپس میں یکساں نہیں، ایک کی آواز دوسرے سے نہیں ملتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور صانع اور خالق ان سب کا کوئی اور ہے، اور وہ بڑا ہی کاریگر ہے، جس نے ہر ایک کو ایک ایسی خاص چیز عنایت فرمائی کہ جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔

(تالیفاتِ مرغوب ص ۷۰)

توٹ کے پتے سے شہد، ریشم، کستوری بنانے والا کون ہیں؟

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی دہریئے نے ثبوت صانع کی دلیل چاہی، آپ نے فرمایا کہ: توت کے پتوں کو دیکھو کہ ان میں مزہ، رنگ، بو، طبیعت، ذات، سب کی ایک ہے، مگر اس کے پتے کو ریشم کا کیڑا کھاتا ہے، تو اس سے ریشم پیدا ہوتا ہے، اور اس کو شہد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد نکلتا ہے، اور بکری کھاتی ہے مینگنی نکلتی ہے، لیکن اگر اسی پتے کو آہوئے تاتار کھاتا ہے تو اس کے نافہ میں کستوری یعنی مشک خالص پیدا ہوتی ہے، پس کون ہے جو ان مختلف چیزوں کو پیدا کرتا ہے، باوجود اس کے کہ غذا ان سب کی ایک اور غذا کی طبیعت بھی ایک، کوئی نہیں پیدا کرسکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

امام ممدوح کی اس پاکیزہ تقریر کو سن کر اس وقت جتنے دہریئے اس جگہ موجود تھے، سب کے سب مسلمان ہوگئے، خدا کی وحدانیت پر ایمان لائے۔ (تالیفات مرغوب ص ۷۱)

ارکان اسلام

اسلام میں بچوں کی دینی تربیت‘ بڑی اہمیت رکھتی ہے،علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں۔تربیت کا رکن اعظم کہئے کہ اسے دینی تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور بچپن ہی سے اسے تعلیمی مشغلہ میں مشغول کردیا جائے۔ابتدائی عمر میں جبکہ بچہ خالی الذہن ہوتا ہے‘ جو چیز حاصل کرتا ہے‘ وہ نقش کالحجر ہوتی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ ہر بچہ مکمل درس نظامی پڑھ کر عالم نہیں بنتا،اس لئے ضروری ہے کہ تمام بچوں کو ایمان کے بڑے بڑے عقائد اور ارکان اربعہ اور (نماز‘روزہ‘زکوۃ‘حج) سے واقف کردیا جائے تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ وہ اسلام وایمان کے تقاضے کے مطابق زندگی گذار سکیں گے۔علمائے امت کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ کوئی شعبہ نہیں جس کی طرف ان کی توجہ نہ گئی ہو،بچوں کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر مختلف انداز میں رسائل تیار کئے، جو اس مقصد کو پورا کرسکیں۔

فقہ حنفی میں سوال وجواب کے طرز پر آسان انداز میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی ’’تعلیم الاسلام‘‘ مشہور ومعروف کتاب ہے۔

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب چونکہ برما میں قیام پذیر تھے‘ اور وہاں شافعی مسلک کے متبع بڑی تعداد میں آباد تھے،اس لئے ضرورت تھی کہ آسان پیرایہ میں ان بچوں کی تعلیم کے لئے شافعی مسلک کے پر مشتمل کوئی رسالہ تیار کیا جارے،اس ضرورت شدیدہ کا احساس شیخ العرب مولانا شیخ محمد بن عبداللہ العلوی المسقطی کو سب سے پہلے ہوا،موصوف نے علامہ یحیٰ البیرونی الشافعی کا ایک مختصر رسالہ فقہ شافعی پر ’’الاساس‘‘ کا انتخاب اسی غرض کے لئے کیا تھا۔ایک مرتبہ موصوف نے حضرت مفتی صاحب سے اس رسالہ کا اردو ترجمہ

کرنے کی فرمائش کی، حضرت نے ان کی درخواست قبول فرما کر بہت احسن طریقہ سے اس رسالہ کا ترجمہ مکمل کردیا۔

مفتی صاحب چونکہ حنفی المسلک تھے اور رسالہ مسلک شافعیہ کا تھا' اس لئے بہت احتیاط سے ترجمہ فرمایا، اور ترجمہ پر بس نہیں کیا، بلکہ کچھ ایسے مسائل ضروریہ جو اصل رسالہ میں نہ تھے' ان مسائل کا فقہ شافعی کی معتبر ومتداول کتابوں سے اضافہ کیا۔

رسالہ چونکہ بچوں کی تعلیم کے لئے لکھا گیا تھا، اس لئے چند مواقع میں یہ تغیر بھی کرنا پڑا کہ بچوں کے ذوق ومزاج کے مطابق کچھ اختلافی ابحاث جو اصل رسالہ میں چند سطروں میں تبعاً آ گئی تھیں، یکسر نظر انداز نہ کیا گیا، بلکہ ان کا خلاصہ حاشیہ میں لکھ دیا گیا۔

ایک اہم مضمون یہ بڑھایا گیا کہ اصل رسالہ میں عقائد کا بیان نہیں تھا، جو ایمان کا ایک اہم ستون ہے، اس لئے مفتی صاحب نے اپنی طرف سے کچھ نئی ترتیب پر عقائد کے بیان کو مرتب کرنے کے بجائے حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی ''تعلیم الاسلام'' سے عقائد کا ضروری حصہ معمولی تغیر واضافہ کے ساتھ شامل کردیا۔

اسی ترتیب ومحنت کی وجہ سے یہ نرا ترجمہ ہی نہ رہا' بلکہ فقہ شافعی پر بچوں کی دینی ضرورت کے لئے ایک مستقل کتاب تیار ہوگئی۔

''ارکان اسلام'' کے چند اقتباسات

س:...... قلتین (دو قلّے) کسے کہتے ہیں' اور قلتین کتنا پانی ہوتا ہے؟

ج:...... جو حوض یا گڑھا یا برتن پانی سے بھرا ہوا لمبائی' چوڑائی' گہرائی میں سوا سو ہاتھ ہو' وہ قلتین کہلاتا ہے۔

اور دو قلے پانی کا وزن پانچسو رطل یعنی ملک برہما کے وزن سے تقریباً ایک سو پچیس

بیسہ (انگریزی تولہ کے حساب سے ایک سو چالیس تولہ کا وزن ایک بیسہ ہوتا ہے) پانی ہوتا ہے، اس میں وضو غسل کرنا درست ہے۔

س:......وضو میں کتنے فرض ہیں؟

ج:......وضو میں چھ فرض ہیں: پہلا:......دل سے نیت کرنا۔

دوسرا:......پیشانی کے بال اگنے کی جگہ سے تھوڑی کے نیچے تک' اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک منہ دھونا۔

تیسرا:......دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

چوتھا:......کچھ حصہ سر کا مسح کرنا' خواہ چند بال ہی سہی۔

پانچواں:......دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

چھٹا:......ترتیب سے وضو کرنا، یعنی پہلے منہ دھویا جاوے، پھر ہاتھ، پھر سر کا مسح اور پھر پیر دھوئے جاویں۔

س:......نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج:......اٹھارہ چیزیں فرض ہیں: نیت کرنا۔ تکبیر تحریمہ کہنا۔ قیام کرنا۔ (کھڑا ہونا قیام کی قدرت رکھنے والے کے لئے) ہر رکعت میں سورۂ الحمد مع بسم اللہ پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ رکوع میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا۔ دو سجدے کرنا۔ دو سجدے میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا۔ دونوں سجدوں کے درمیان ''اَللّٰہُ اَکبَر'' کہتے ہوئے بیٹھنا۔ دونوں سجدوں کے بیچ میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا۔ قعدۂ اخیرہ یعنی نماز کے اخیر میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔ التحیات پڑھنا۔ قعدۂ اخیرہ میں بعد التحیات کے درود شریف پڑھنا۔ پہلا سلام کہنا۔ نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرنا۔ ترتیب یعنی سب فرضوں کو ترتیب وار ادا کرنا' آگے پیچھے نہ کر دینا۔

علمائے گجرات

اللہ تعالی نے سرزمین گجرات کوعلوم وفنون کا سرچشمہ اور علماء وفضلاء کا مسکن بنایا تھا۔ علامہ طاہر پٹنی صاحب مجمع بحار الانوار، علامہ شیخ علی متقی صاحب کنز العمال، جیسے یگانہ روزگار گجرات ہی کے باکمال افراد تھے۔

صرف احمد آباد کے مشائخ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حال ہی میں حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ نے ''مشائخ احمد آباد'' کے نام سے دو ضخیم جلدیں مرتب فرمائیں اور طبع ہوئیں، جزاکم اللہ عنا احسن الجزاء۔

متاخرین میں بھی الحمدللہ ایسے افراد کی ایک جماعت رہی جن کے اوصاف وکمالات قابل رشک وقابل اتباع ہیں۔ضرورت ہے کہ ان حضرات پر مفصل یا مختصر مقالات و مضامین لکھے جائیں۔

حضرت مفتی صاحب کو اس بات کا ہمیشہ خیال رہا کہ علمائے گجرات پر کچھ کام ہو اور ان کی سوانح حیات، ان کے اوصاف وکمالات کو جمع کیا جائے۔حضرت مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب ڈابھیلی سے ہمیشہ فرماتے رہے کہ وہ علمائے گجرات کی تاریخ لکھے، مگر موصوف اپنے مشاغل کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل نہ کرسکے۔کاش کوئی صاحبِ قلم اٹھتا اور مولانا کی تمنا پوری ہوتی۔

ابھی ماضی قریب میں مولانا عبدالحئ صاحب کفلیتوی نے اچھی محنت کر کے علمائے گجرات پر خوب مواد جمع فرمادیا، جن کی پانچ (۵) ضخیم جلدیں طبع ہوچکی ہیں۔اللہ کرے اس کا ترجمہ اردو میں بھی ہوجائے تاکہ اس کا فائدہ گجرات اور اہل گجرات تک محدود نہ رہے۔

حضرت مفتی صاحب کی تمنا تھی اور اہل قلم سے فرمائش بھی کی اور خود بھی اس کی طرف توجہ فرمائی کہ علمائے گجرات پر کچھ کام ہو، چنانچہ آپ نے ماہنامہ دارالعلوم وغیرہ میں اس سلسلہ کو جاری فرمایا، اس طرح نوا کابرین گجرات کے حالات جمع ہوگئے، جسے راقم الحروف نے نئی ترتیب اور عنوانات سے مزین کر کے اوران پر حواشی کے اضافہ کے ساتھ ''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس میں درجِ ذیل مشائخ کا تذکرہ ہے:

(۱)......شیخ فقیہ مخدوم علی مہائمی۔ ''البلاغ'' بمبئی بابت دسمبر ۱۹۵۷ء۔

(۲)......شیخ محمد طاہر پٹنی۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ۔

(۳)......مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاجپوری۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' ربیع الاول ۱۳۷۳۔

(۴)......مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب راندیری۔ ''دارالعلوم دیوبند'' رمضان ۱۳۷۳۔

(۵)......مولانا عبدالحی صاحب کفلتیوی۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ۔

(۶)......مولانا غلام صاحب راندیری۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ۔

(۷)......مولانا احمد حسن بھام صاحب سملکی۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' محرم ۱۳۷۳ھ۔

(۸)......مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ۔

(۹)......مولانا محمد ابراہیم صاحب راندیری۔ ماہنامہ ''دارالعلوم دیوبند'' جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ۔

کتب ورسائل پر حضرت مفتی صاحب کی تقاریظ

کتب ورسائل پر تقریظ لکھنے کا رواج کب سے شروع ہوا' اس کا علم نہیں، البتہ بزرگان دین کا یہ معمول ضرور رہا کہ شاگردوں یا اصاغر اور بعض اوقات ہم عصر کی کتابوں یا رسائل پر مختصر یا مفصل تقریظ مصنف کی درخواست پر تحریر فرما دیتے۔ کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی وہمت افزائی ہمارے بزرگوں کا شیوہ رہا ہے، ممکن ہے تقریظ کا ایک مقصود یہ بھی ہو۔

بعض مرتبہ بڑوں کی کوئی تحریر پڑھ کر قاری بے ساختہ چند جملے یا کچھ تعریفی وتوصیفی کلمات لکھنے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے، بعد میں یہی تحریر تقریظ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

تقریظ کا ایک مقصد یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ گمنام مصنف کی تصنیف پر کسی شہرت یافتہ شخصیت کا تأثر قارئین کے لئے کتاب پر اعتماد کا ذریعہ بنتا ہے۔

تقریظ کا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: تقریظ لکھنے والا مطالعہ کے بعد مصنف کی کسی غلطی پر توجہ دلائے اور اس کی اصلاح ہو سکے، اس طرح کتاب غلطی سے محفوظ رہے۔

حضرت مفتی صاحب ایک تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن قابل مؤلف کی حسن کارگذاری' وخالصاً مخلصاً خدمت دینی کی داد دینا درحقیقت کام کرنے والوں کا حوصلہ بڑھانا اور اپنے معاصر مصنف ونیز آئندہ خدمت دینی کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنا ہے''۔

بہرحال کوئی بھی غرض ہو' حضرت مفتی صاحب نے چند کتابوں پر تقریظیں تحریر فرمائیں اس جگہ اردو تقریظات نقل کرتا ہوں۔

عربی تقریظات ''عربی ادب میں مفتی صاحب کی مہارت'' کے ذیل میں ص:۶۰ / پر گذر چکی ہیں۔

تقریظ بر ”بستان العارفین“

رائے بیضائے ناظم وناثر، نکتہ سنج ماہر، عمدۂ ادبائے اولی الابصار، قدوۂ فصحاء جادونگار، عالم علوم عربیہ، واقف فنون فارسیہ، عالی جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

حامدا ومصلیا و مسلما

امابعد! الحمدللہ علی نوالہٖ واحسانہٖ کہ ایک مطبوعہ کتاب (کہ جس کا کاغذ نہایت نفیس ودیدہ زیب ہے) مسمیٰ بہ ”بستان العارفین“ مؤلفہ جناب مشیخیت مآب، فضلیت انتساب، واعظ عذب البیان، طوطی شکر مقام، مولوی صوفی محمد عابد میاں صاحب عثمانی ڈابھیلی، مقیم حال افریقہ (ٹرانسول) بغرض ریویو (تقریظ) میرے قدیمی عنایت فرما محترم مکرم جناب مولوی منشی محمد عبداللہ خان صاحب بڑودوی مدرس، مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے توسط سے میری نظر سے گذری، جس کو مختلف اوقات میں، میں نے مجملاً نصف کے قریب مطالعہ کیا۔ کتاب کا حسن ظاہری نہایت زیبا، اورحسن باطنی بغایت دلفریب، جابجا صوفیانہ حقائق، اور عارفانہ رموز نے حسن صوری ومعنوی میں اضافہ کردیا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ می دارد　　برنگ اصحاب صورت رابہ بوار باب معنی را

چونکہ مؤلِف ومؤلَّف ومصنِف ومصنَّف، ہردو مستغنی عن الاوصاف ہیں، اس اعتبار سے مولف کی تعریف وتعارف وتصنیف کی ثناوصفت بظاہر تحصیل حاصل ہے، لیکن قابل مولف کی حسن کارگذاری وخالصامخلصاً خدمت کی داد دینا درحقیقت کام کرنے والوں کا حوصلہ بڑھانااوراپنے معاصر مصنف ونیز آئندہ خدمت دینی کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنا

ہے، بایں وجہ سچا مضمون بیان کرنے سے باز رہنا بھی انصاف سے بعید سمجھ کر کتاب کے محاسن ومحامد کے متعلق اس قدر کہنا ضروری ہے کہ اس دینی اور خالص دینی کتاب میں مؤلف نے صدہا معتبر ومستند کتب سے چیدہ چیدہ مفید مضامین ناظرین کے تفنن طبع کے لئے مختلف عنوانات میں ایسے عمدہ عمدہ اور دلچسپ جمع کر دیئے ہیں کہ عنوان بجائے خود ایک مستقل کتاب اور مفید رسالہ ہے۔

کتاب نصیحت خیز اور کار آمد اور قابل دستور العمل مضامین کا مجموعہ ہے۔ مسلمانوں کی اصلاح ظاہری وباطنی کے باب میں ایک طویل اور زبردست ولولہ انگیز وہنگامہ خیز تقریر ہے۔ جس عنوان کو دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا بحر ذخار موجیں مار رہا ہے، جس کے جملہ جملہ سے حقائق ومعارف کی نہریں بہ رہی ہیں۔

کتاب کیا ہے؟ گویا طالبان مولی کے لئے کیمیائے سعادت اور سالکان طریقت کے لیے گنجینہ معرفت ہے۔ اولیائے دین اور بزگان ملت کے علوم حقہ کا ایسا نفیس انتخاب ہے جو اسرار شریعت ومعرفت وطریقت وحقیقت کے مضامین عالیہ سے پرٗ اور نکات صوفیانہ اور رموز محققانہ اہل سلوک سے مملو ہے۔ بزرگان دین واولیائے امت واساطین ملت کے عارفانہ اقوال اور جاذبانہ امثال نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے ایسے جمع کیئے گئے ہیں، جو دینی ودنیوی، اخلاقی فوائد اور حقیقی ومجازی بے خودی کی کیفیتوں سے لبریز ہیں۔ ہر ہر عنوان اہل دل کے نزدیک جان سے زیادہ محبوب ہے، اور ہر ہر ورق زہد اتقا، ترک دنیا، ورجوع الی اللہ کا مفید اور کافی سبق ہے کہ جس سے طالبان حقیقت کو عشق مجازی وعشق حقیقی وعقل ومعاد وترغیب اخلاق حمیدہ واوصاف پسندیدہ وتنبیہ صفات ذمیمہ وعبرت افعال قبیحہ کی سچی تعلیم ہوتی ہے۔ اور علم ایمان، احسان، عرفان، فنا، بقا، زہد وتقوی، اخلاص، تزکیہ ظاہری وباطنی،

تخلیہ، مشاہدہ، مکاشفہ، توحید، تجرید وعلم تجلی، ذات وصفات اور فہم قطع ماسوی اللہ ووصول الی اللہ وجمال وجلال وغیبت واتحاد وحضور وشہود وذوق وجدانی وروحانی، اس کے مطالعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن بھی ہے، حدیث بھی، قصص الانبیاء بھی ہے، تذکرہ الاولیاء بھی ہے، کیمیائے سعادت بھی ہے، تفسیر عزیزی بھی ہے، روض الریاحین بھی ہیں، قصیدۂ بردہ بھی ہے، مثنوی مولانا رومی اور اس کی شروحات بھی ہیں، حالاتِ سلف بھی ہیں، قصے بھی ہیں، امثال بھی ہیں، تواریخ بھی ہیں، اور روایات بھی ہیں، فلسفہ الٰہی بھی ہے، اور قانون الٰہی بھی ہے، اور قانون دینی بھی ہے، اخلاق بھی ہیں، معاملات بھی ہیں، عشق الٰہی میں نعرۂ مستانہ پیدا کرنے والے جذبات بھی ہیں، محبت نبوی ﷺ میں ہیجان وشورش افزا اشعار بھی ہیں، ان جملہ محامد ومحاسن مزید طرفہ عبارت کی رنگینی، اشعار کی دل آویزی، مقاصد کے تنوعات اور مضامین کے تفننات گونا گوں کا خیال کرتے ہوئے اور موقع بہ موقع مثنوی مولانا رومی کے دلچسپ اشعار کے بوقلموں مقالات کا لحاظ کرتے ہوئے گویا یہ کتاب بجائے خود ایک مختصر سا کتب خانہ ہے۔

اب حیرت میں ہوں کہ اس کتاب کے متعلق کیا القاب لکھوں؟ ''جام جہاں نما'' کہوں؟ یا ''آئینۂ سکندری'' کہوں؟۔ ''تصوف کا فتاوی'' کہوں؟ یا ''کشکول عابدی'' کا خطاب دوں؟ بہرحال کتاب نہایت عمدہ ہے۔

عام اہل اسلام کو ایسی دینی اور خالص دینی کتاب کی دل سے قدر کرنی چاہئے۔ آج جب کہ مسلمان کا مذاق بدلا ہوا ہے، جدت پسندیاں مطبوع طبائع ہیں، آزاد منشی اور خودرائی کا دور دورہ ہے، ہمارے حال وقال، طرز وانداز بود وباش سے ظاہر ہے کہ ہم یورپ کے

آزاد منشوں کے نقش قدم پر پڑ کر اپنے اصلی اور صحیح راستہ سے کوسوں دور پڑ گئے ہیں' اور بجائے اتباع سلف کے یورپ کے مطلق العنان بے دینوں اور دہریوں کے خلف کا ربقہ اُتباع ہماری گردن میں ہے۔ اپنا گھر برباد کر کے ہم دوسروں کی آغوش تربیت میں زندگی بسر کرنے پر نازاں ہیں، اور قیامت ہے کہ ہم کو اپنی بربادی اور جہالت اور اسلاف کے صحیح اور سیدھے راستہ سے دور پڑ جانے کا بھی علم نہیں۔

افسوس! مذاق بدلا' احساس بدلا' حال بدلا' قال بدلا۔ اب مسلمانوں کی صلاح وفلاح کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ علماء دین وسلف کے اقوال' اعمال' احوال' عقائد' احکام قرآنی ارشادات نبوی' مسائل فقہی اور اسلامی سچی تعلیم کے مضامین سیدھے سادے طرز سے مسلمانوں کو تحریرا وتقریرا پہنچادیا کریں۔

خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے مولوی صوفی عابد میاں صاحب کو، آپ سرزمین افریقہ میں کہ جہاں آفتاب علم کسی زمانہ میں بھی پرتوافگن نہ ہوا، کس قدر مقدس اور متبرک اور ضروری ومفید اور سراسر مفید اخروی کام میں مصروف ہیں۔ مولوی عابد میاں صاحب نے اس نظریہ کو ثابت کر دکھایا کہ کام کرنے والا چاہئے۔ میدان بہت وسیع ہے۔ اللہ کے نیک اور کام کرنے والے بندے جنگلوں اور پہاڑوں اور دریا پار' دور دوست ممالک سے جنوبی گوشوں میں بیٹھ کر بھی اپنے انفاس طیبہ واوقات عزیزہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے۔ آپ نے پاس انفاس سفر در وطن وخلوت درانجمن کے صوفیانہ لاینحل مسائل کو اپنے انفاس کی حفاظت اور دینی مشاغل اور اپنے طرز عمل سے حل کر دکھایا، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں قوت اور استقلال عطا فرمادے، اور آپ کی دینی خدمت

کومقبول فرما کرتوشۂ عاقبت گردانے، اور آپ کی سعی کو مشکور فرما کر کتاب کو مقبول انام کرے،اور مسلمانوں کو آپ کا شکر گذار رکھے۔

تشکر و امتنان

اس دورِ اخیر میں جبکہ عام طور پر علوم اسلامیہ اور کتب دینیہ اور اعمال اخرویہ کی طرف سے بے اعتنائی بے توجہی اور بے رخی برتی جارہی ہے،ایک عالم اپنے مال و دولت کو صرف خاہشات نفسانی اور عیش پرستی میں صرف کررہا ہو۔اہل ثروت اور مالدار طبقہ کا بڑا حصہ اپنی دولت سے دینوی جاہ ونمود ونمائشی عزت حاصل کرنے کے ساتھ لہو ولعب اور فضول خرچی پر تلا پڑا ہو۔

جناب ایم' ایم' آمود صاحب و جناب احمد قاسم ملا صاحب جیسے نیک دل خیال مخیّر حضرات قوم میں موجود ہیں کہ جو دینی کتابوں کی اشاعت میں زر کثیر صرف فرمارہے ہیں۔ ہر دو حضرات ممدوحین نے ایک بڑی رقم ''بستان العارفین'' کے وقف کرنے میں صرف فرما کو قوم میں عمدہ مثال قائم کردی۔اللہ تعالی ان کی دولت اور اعمال صالحہ میں ترقی نصیب فرمادے۔

جزاهم الله تعالى خير الجزاء ، و كثر الله فى القوم امثالهم۔

راقم: مرغوب احمد صاحب لاجپوری سورتی

غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاخیہ ولاساتذتہ الکرام

مؤرخہ: ۲۵ رشعبان المعظم ۱۳۴۱

یوم الجمعہ

تقریظ بر کتاب ''فردوس فاطمہ''

تقریظ ورائے سامی، صدر آرائے بزم خوش بیانی، علامہ علوم عربیہ وفہامئے فنون فارسیہ، جناب مولانا مولوی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلما۔ امابعد:

بندہ نے کتاب ''فردوس فاطمہ'' مولفہ واعظ خوش بیان جناب مشیخت مآب صوفی محمد عابد میاں صاحب عثمانی سلمہ ربہ کے چند اجزاء مطبوعہ بغور دیکھے۔ میرے محترم دوست جناب صوفی ممدوح نے افریقہ کے کفرستان میں بیٹھ کر جہاں عموماً یورپ کی عیش پرستی و مغربی بادہ نوشی کا نقشہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، عام اہل اسلام کی فائدہ رسانی کی غرض سے نہایت مفید کتاب تالیف فرمائی۔ ممدوح نے اس کتاب میں ذیل کے مضامین نہایت خوش اسلوبی وخوبی سے لکھے ہیں:

(۱)......دنیا کی مذمت اور بے ثباتی پر کئی ایک عمدہ عمدہ تمثیلات وخاص خاص احادیث و مخصوص بزرگان دین کے اقوال لطیفہ۔

(۲)......حضرت سید عالم محمد ﷺ کی تعظیم وتکریم وتوقیر کا مضمون نہایت دل آویز اور آپ کی محبت پیدا کرنے والا ہے۔

(۳)......درود شریف کے فضائل، احادیث اور بزرگان دین کے اقوال نہایت بسط وتفصیل وفصاحت ووضاحت سے لکھے ہیں۔

(۴)......عالم برزخ کے حالات، نہایت عمدہ پیرایہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔

(۵)......کتاب کو جا بجا عربی، فارسی اور اردو نصیحت آمیز اشعار سے مزین کیا ہے، اس پر موقع بہ موقع مثنوی مولوی روم علیہ الرحمہ نے کتاب کی زینت کو دوبالا کر دیا ہے۔

اثنائے مضامین میں حسب حال مفید مفید و عمدہ عمدہ حکایات وتمثیلات درج فرمائی ہیں۔

کتاب کیا ہے؟ گویا ذکر ابرار و اخبار کا بیش بہا خزانہ۔ عبرتوں کا آئینہ، نصیحتوں کا گنجینہ ہے۔ اس کے نادر مضامین حقیقت میں ہدایت وارشاد کے دُرّۃ التاج اور الفاظ ومعانی سراسر معرفت وحقیقت کے گراں بہا موتی ہیں۔

میں اپنی ان سطور میں یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ کتاب کس قدر مفید ہے اور ایسے کفر و زندقہ والحاد جیسے ملک میں ایسی کتاب کس قدر ضروری تھی، کیونکہ میرے ناقص خیال میں موجودہ زمانۂ الحاد و نیچر پرستی میں جس قدر بھی آخرت کا ولولہ اور شوق پیدا کرنے والی مذہبی کتابوں کی اشاعت ہو وہ فائدہ سے خالی نہیں۔ ایسی کتابیں عموماً اخلاق پر نیک اثر ڈالنے کا خاصا سامان اپنی ذات میں رکھتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ کتاب خوب بلکہ بہت خوب لکھی۔ مؤلف ممدوح کی محنت وکاوش دیدہ ریزی لائق ستائش وداد ہے۔ خدا پاک مؤلف کی سعی کو مشکوریت کا جامہ پہنائے۔

فجزی الله تعالی لمؤلفه خير الجزاء، ووفقنا وایاہ لما یحب ربنا تعالی ویرضٰی، وجمعنا وایاہ علی التقوی، بجاه ختم المرسلین صلی الله تعالی علیه وآلهٖ وصبحه اجمعين، وارجو من المؤلف لدعاء بحسن الخاتمة والتوفيق لما فيه النجاة فی الآخرة

حررہ الراجی عفو ربہ الصمد الفقیر
مرغوب احمد لاجپوری عفی عنہ

تقریظ بر ''تحذیر الناس''

بعد الحمد والصلوۃ!

آج میرے محترم مہربان جناب حافظ فضل الرحمان صاحب دہلوی، سوداگر کلکتہ نے رسالہ ''تحذیر الناس'' مجھے بغرض دیکھنے کے عنایت فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بعد دیکھنے کے اگر اس کے مضمون سے تمہیں موافقت ہو تو اس پر تصدیق لکھ دوں، چنانچہ میں نے یہ رسالہ طالب العلمانہ تحقیقی نظر سے بغور کامل دیکھا۔

الحمدللہ کہ مصنف ممدوح نے پاکیزہ لب لہجہ میں، بغایت خوش اسلوبی اور نہایت مہذبانہ پیرایہ میں ان ناعاقبت اندیش معترضین کے رکیک اعتراضوں کا مدلل اور واضح جواب دیا ہے، جنہوں نے عموماً علمائے حقائق پر لعن اور سب وشتم کرنا اپنا زبوں ترین شیوہ بنالیا ہے، اور خصوصاً سراج الامت افتخار الملت مولانا شہید دہلوی جیسے ان پاک نفس بزرگ کو خواہ مخواہ دائرہ اسلام سے خارج کرنا اپنا فرض ضروری اور جزو مذہب بنالیا ہے کہ جن کے انفاس طیبہ کی برکت سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لاکھوں بددین دائرہ کفر وشرک سے نکل کر اسلام کے وسیع دائرہ میں داخل ہو کر ابدی نجات کے مستحق ہو گئے۔

جن بزرگ نے اپنی ساری عمر تاریکی کفر مٹانے میں اور نور اسلام چمکانے میں گذاردی ہو، حتی کہ خدمت اسلام اعلاء کلمۃ اللہ ہی میں اپنی جان قربان کر کے حیات جاودانی کا خلعت بارگاہ ایزدی سے پالیا ہو۔ ہائے افسوس ایسے سرفروش اسلام کو اس تاریک زمانہ کے نفس پرور نام نہاد مولوی کافر بنا رہے ہیں۔

باللہ العظیم مولانا شہید جیسے حجۃ الاسلام مسلمان اگر کافر سمجھے جایا کریں تو دنیا میں بجز چند معاندین معترضین کے کوئی بھی مسلمان باقی نہ رہے گا۔

مصنف ممدوح نے شروع رسالہ میں چند احادیث صحیحہ مع حوالہ کتب نقل فرمائی ہیں' جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلم کو کافر کہنے سے کفر اسی کہنے والے کی طرف عود کرتا ہے، اس بنا پر ان معاندین' طاعنین کے جواب میں ایک بزرگ ملت کا وہ لطیف شعر لکھ دینا نہایت مناسب ہے' جو ایسے ہی خواہ مخواہ کافر بنانے والے معاند کے جواب میں آپ نے لکھ کر روانہ فرمایا تھا، وھو ھذا ؎

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست　　　چراغ کذب را نبود فروغے
اگر تو مومنی فبہا و الا　　　دروغے راجزا باشد دروغے

دعا ہے کہ خدائے پاک مصنف کی سعی کو مشکوریت کا جامہ پہنائے، اور مسلمانوں کو عاقبت اندیش دل اور چشم بصیرت نصیب فرمائے آمین۔

حررہ الراجی عفو ربہ الصمد المسکین
مرغوب احمد لاجپوری سورتی
مدرس عربی مدرسہ تعلیم الدین رنگون

روئداد مجلس خدام الدین

تقریظ: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ، سال گذشتہ نوجوان' جوشیلے مخلص علماء کی ایک جماعت نے دینی وملی خدمت کے جذبات کے ماتحت بنام ''مجلس خدام الدین'' ایک ادارہ قائم کیا۔ الحمد للہ کہ ادارہ نے سال بھر کی جدوجہد وپیہم سعی سے چند مفید کام انجام دیئے، جس کی تفصیل ناظرین کرام کو مجلس کی مطبوعہ سالانہ روئیداد سے معلوم ہوگی، جس کا مجمل بیان حسب ذیل

ہے:

(۱)......دس مکاتب کی نگرانی۔حسب ضرورت مالی اعانت۔

(۲)......پچاس دینی مدارس کے طلبہ کو ماہنامہ وظائف۔

(۳)......تقریباً پچیس، تیس تبلیغی جلسے۔

(۴)......متعدد دینی رسائل ومفید علمی اشتہارات کی مفت تقسیم۔

(۵)......حضرت یادگار سلف حجۃ الخلف شیخ الاسلام والمسلمین مولانا مدنی مدظلہ‘ کے زیر صدارت کڑود جیسے چھوٹے قصبہ میں ایک بے مثال مجلس کا سالانہ شاندار اجلاس کہ جس کی نظیر صوبہ بمبئی کے وسیع علاقہ میں گذشتہ زمانہ میں بھی تلاش کرنے سے ملنی متعذر ودشوار ہے‘ جس سے مجلس کی مقبولیت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ میں بہی خواہان اسلام وہمدردان ملت سے گذارش کروں گا کہ وہ اس پرفتن دور میں ’’مجلس خدام الدین‘‘ کی ہر طرح مالی امداد و اعانت فرمائیں، نیز مخلصین حضرات کو بھی اس طرف توجہ دلا کر مجلس کی مالی مشکلات کو دور فرمانے پر سعئی بلیغ کرتے ہوئے ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

آج کوئی ادارہ چھوٹا ہو یا بڑا‘ دینی ملی ہو یا قومی باہمی رواداری اور امداد واعانت کے بغیر چل نہیں سکتا، اس لئے دیندار مخیّرین کو ایسے ادارہ کے امداد کی طرف توجہ از حد ضروری ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مجلس کے مخلصین کارکنوں کی بے غرض خدمت کو قبول فرمائے، اور آپس میں اخلاص‘ اتحاد اور محبت سے کام جاری رکھنے کی مزید توفیق عنایت فرما کر ادارہ کو زیادہ سے زیادہ شرف قبولیت بخشے، آمین۔ راقم:

مرغوب احمد لاجپوری غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام

مؤرخہ ۲۶/ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ یکم فروری ۱۹۵۴ء

آٹھواں باب

مرض ووفات

مرض ووفات کے تفصیلی حالات وہ لکھ سکتا ہے جو بوقت وفات حاضر ہو، حضرت کی یہ سوانح آج ان کے وصال کے: ۳۴؍سال بعد لکھی جارہی ہے، جبکہ یہ راقم ابھی دنیا کے پیٹ میں آیا بھی نہ تھا، اس لئے جو کچھ مل سکا اختصار کے ساتھ درج ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی عمر تقریباً: ۷۷؍سال کی تھی کہ: ۲۹؍دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ کو فالج کا حملہ ہوا، اور یہی مرض بالآخر مرض وفات ثابت ہوا، علاج ومعالجہ کرایا مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، اس مرض نے مولانا کو صاحب فراش بنادیا، زبان میں بھی لکنت سی پیدا کردی، مگر اللہ کا یہ محبوب بندہ صبر واستقامت کا پہاڑ بنا رہا۔

مختلف حضرات سے علاج کرایا گیا، مگر مشیت الٰہی کہ کوئی خاص افاقہ نہ ہوا۔ ایک خط قاری محمد یامین صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

’’بوجہ ضعف ونقاہت وقلت خون میرے مرض میں کوئی بین افاقہ نہیں، دومہینہ مسلسل ڈاکٹری اور ویدک علاج رہا، کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہونے سے علاج موقوف ہے، اب انشاء اللہ کسی ماہر طبیب سے علاج کرانے کا ارادہ ہے خدا شفا دے‘‘۔

مفتئ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’مجھے بوجہ ضعف ونقاہت مرض میں افاقہ بہت آہستہ ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ کامل صحت

عطافرماوے۔ مسجد کی حاضری اور مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالی قوت دے آمین''۔

آپ کے معالج حضرت مولانا حکیم فخرالدین صاحب بھی رہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حکیم صاحب موصوف نے حضرت مفتی صاحب کو تبدیلی طبیب کی رائی دی، اس پر حکیم صاحب کو لکھتے ہیں:

''بعد سلام مسنون: واضح ہو کہ نیاز مند آپ کا اصولی با قاعدہ علاج چھوڑ کر کسی دوسری طرف دل کو مطمئن نہیں پاتا، اس لئے آپ ہی کا علاج جاری رہے گا۔ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دیگر ایک جدید تکلیف یہ ہوگئی ہے کہ ورم میں درد شدید ہونے لگا ہے، جس کے سبب چلنے میں لنگڑا پن اور تکلیف ہوتی ہے، اور اٹھنے بیٹھنے میں ٹیس لگتی ہے''۔

اس بیماری کے زمانہ میں اکابر علماء ہند حضرت کی عیادت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ روزنامچہ میں درج ذیل حضرات کے اسماء محفوظ ہیں:

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب، حضرت مولانا علی محمد تراجوی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی، حضرت مولانا شریف حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی، حضرت مولانا احمد رضا صاحب اجمیری، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری، حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری، حضرت مولانا محمد حسن دوحدی، حضرت مولانا احمد نور صاحب راندیری، مولانا عبدالحق میاں صاحب، مولانا سعید احمد بزرگ صاحب، حاجی ابراہیم میاں صاحب، مولانا حکیم سلیمان صاحب، مولانا غلام محمد کفلتیوی رحمہم اللہ۔

مدارس ومجالس وعظ وغیرہ میں حضرت کی صحت کے لئے دعائیں بھی کی گئیں۔ دار

العلوم اشرفیہ راندیر کے ختم بخاری شریف کے جلسہ میں خصوصی اہتمام سے حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری نے دعا فرمائی۔ مفتی صاحب ان کو شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’جناب مولانا عبدالقدوس صاحب سے معلوم ہوا کہ ’’بخاری شریف‘‘ کے ختم میں اور اس مبارک مجلس میں جناب محترم نے خصوصی توجہ سے اس عاصی کی صحت کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ آپ مخلصوں کی دعا قبول فرمائیں، جزاکم الله فی الدارین خیر الجزا‘‘۔

اخبارات میں دعائے صحت کی اپیل

اخبارات نے بھی دعائے صحت کی اپیل کی۔ اخبار ’’الجمیعۃ‘‘ دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۴ میں درج ذیل خبر شائع ہوئی:

’’مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ جو تقریباً اسی سالہ بزرگ ہیں، آج کل فالج میں مبتلا ہیں، گفتگو نہیں کر سکتے۔ ناظرین کرام مولانا مرغوب احمد صاحب کے لئے صمیم قلب سے دعاء خیر کریں‘‘۔ محمد میاں

گجراتی ماہنامہ رسالہ ’’الاصلاح‘‘ نے کئی شماروں میں دعائے صحت کی اپیل کی۔ میرے پاس تین شماروں کی نقلیں موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

’’ہمارے عالم اکمل جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ طویل عرصہ سے مرض میں مبتلا وصاحب فراش ہیں، ناظرین الاصلاح سے آپ کی صحت کے لئے دعا کی گذارش ہے‘‘۔

’’مجلس (خدام الدین) کے خیرخواہ‘ سرپرست‘ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ لمبے زمانے سے فالج کے مرض میں گرفتار ہیں‘ اور صاحب فراش ہو چکے ہیں‘

اللہ تعالی ہمارے اس عالم اکمل کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔تمام ناظرین سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے"۔

"مجلس (خدام الدین) کے مخلص اور مشفق سرپرست حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی مدظلہ اور حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ طویل عرصہ سے بیمار ہیں۔ ناظرین الاصلاح ملک وملت کے سرپرست علماء کے لئے خصوصی صحت کی دعاء فرمائیں"۔

حضرت والد صاحب کا خدمت کرنا

مولانا کے اس زمانۂ بیماری میں آپ کے صاحبزادے راقم الحروف کے والد محترم زید مجدہ نے اپنے والد صاحب کی خوب خوب خدمت کی حتی کہ سلسلۂ تعلیم بھی منقطع کرنا پڑا۔اکابر علماء نے اس کی گواہی دی۔حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ نے والد مرحوم کی خدمت نہایت خلوص اور انہماک سے انجام دینے کی پوری کوشش کی ہے۔ مجھے قوی امید ہے اللہ تعالی آپ کو اور آپ کے دوسرے معاونین کو اپنی عنایت اور فضل سے بہرہ اندوز فرمائے گا"۔

حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ کی سعادت مندی ہے کہ پدر بزرگوار کی خوب اچھی طرح خدمات انجام دیں، جس سے مرحوم ہمیشہ خوش تھے،اور دل سے دعا دیتے تھے، یہ آپ کی بڑی خوش نصیبی ہے، عظم الله اجرک"۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ ویتیم خانہ ہدایت الاسلام سانگلی

تحریر فرماتے ہیں:

’’آپ نے حضرت کی خدمت کا کما حقہ حق ادا فرمایا، اس کا اجر آپ کو ملے گا‘‘۔

زمانۂ مرض میں ایک عظیم امتحان

حدیث پاک میں ہے:’’اشد الناس بلاء الانبیاء ، ثم الامثل فالأ مثل ‘‘

سب سے زیادہ مصائب سے انبیاء علیہم السلام کو دوچار ہونا پڑتا ہے پھر جوان کے جتنا قریب ہوتا ہے۔

ہر زمانہ میں اسلاف پر ایسی آزمائش آتی ہے اور وہ ان کے لئے کفارۂ ذنوب و رفع درجات کا ذریعہ بنتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب بھی اس طرح آزمائش میں مبتلا ہوئے کہ ایک طرف فالج کا مرض، چلنے پھرنے سے معذوری اور اسی حالت مرض میں محبوب بیٹی کے بیوہ ہونے کا حادثہ پیش آیا، اور آپ کے داماد حضرت مولانا ابراہیم صاحب [1] کے حادثہ موت کا پیغام

---

[1]...... حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

آپ ضلع سورت کے صف اول کے علماء میں سے تھے۔ علمی استعداد بہت پختہ تھی۔ کتب بینی و کثرت مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا، خصوصاً فقہی کتب پر گہری نظر تھی۔ قوت حافظہ بھی اللہ تعالی نے عجیب بخشی تھی۔ آپ کی حاضر جوابی ضرب المثل تھی۔ تمثیلات سے باتوں کو سمجھانے کا خداداد ملکہ حاصل تھا۔

لاجپور میں ایک صاحب کا بیان ہوا، اس میں زکوۃ کی بحث بھی آ گئی، بیان کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوئے اور واعظ صاحب سے پوچھا کوئی مالدار کسی فقیر کو زکوۃ دے اور وہ اس پیسے کو گناہ کے کام میں صرف کرے تو ایسے آدمی کو زکوۃ دینا کیسا ہے، ہمیں گناہ تو نہیں ہوگا؟ (راویٔ واقعہ کا بیان ہے کہ سائل زکوۃ دینا نہیں چاہتا تھا، سوال کا مقصد یہی تھا کہ مولانا کہہ دیں کہ ہاں ایسے کو زکوۃ نہ دو تو چھٹی

سننا پڑا، اور عجیب بات کہ عید الفطر کا دن جو کہ مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن ہے حضرت پر

ہو جائے گی) واعظ صاحب نے مولانا ابراہیم صاحب سے عرض کیا کہ مولانا آپ ان کو جواب دیں، مولانا چونکہ سائل کے حال سے واقف تھے فوراً فرمایا کہ: دیکھو بھئی! کوئی صاحب دکان سے چھری خرید کر کسی کو مار دے تو دکاندار کو گناہ ہوگا یا مارنے والے کو؟ اس نے کہا مارنے والے کو، فرمایا ایسے ہی تجھے زکوۃ کا ثواب مل جائے گا' اب وہ چاہے تو گناہ میں صرف کرے چاہے کسی نیک کام میں۔

مولانا دارالعلوم دیوبند سے: ۱۹۲۱ء میں فارغ ہوئے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ لاجپور کے مدرسہ اسلامیہ میں اور رنگون میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ لاجپور کی جامع مسجد کے خطیب و امام بھی رہے۔ تنہائی پسند تھے۔ تقوی طہارت' سادگی' سنت اور شریعت کی پابندی جیسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ لمبا کرتہ' عمامہ' ہاتھ میں عصا گویا آپ کی پہچان تھی۔

مولانا بارعب تھے۔ استغنا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ مسجد و مدرسہ کے منتظمین بھی مولانا کے سامنے بے بس رہتے تھے۔ ایک مرتبہ منتظمین مدرسہ نے افریقہ مدرسہ کی کمیٹی کے ذمہ داروں کو شکایتی خطوط لکھے اور کوشش کی کہ مولانا کو مدرسہ سے خارج کر دیا جائے، مگر افریقہ کے ذمہ داروں کا خط منتظمین کے نام پہنچا کہ مولانا کوئی بھی کام نہ کرے تب بھی ان کی تنخواہ جاری رکھی جائے۔ اس جواب سے منتظمین کی جو حالت ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ زندگی کے ایام غربت میں گذارے، مگر کبھی مالداروں کے سامنے جھکنا اور دست سوال دراز کرنا گوارہ نہ فرمایا۔ یکم شوال: ۱۳۷۹ھ مطابق: ۱۹/ مارچ: ۱۹۶۰ء بروز منگل رحلت فرمائی۔ ''انا للہ و انا الیہ راجعون''۔

ماہنامہ الاصلاح نے ان الفاظ سے تعزیت شائع کی:

''لاجپور کے عالم باعمل' مجلس (خدام الدین) کے ہمدرد' جناب مولانا براہیم صاحب عید الفطر کے دن انتقال فرما گئے ہیں ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ مرحوم حق تعالی کے بہت ہی بہت صابر و شاکر بندے تھے۔ حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب مدظلہ کے داماد تھے۔ رنگون میں آپ نے جو خاموش دینی خدمت کی وہ ہم سے چھپی نہیں ہے۔ ہم مجلس کے سرپرست مولانا مرغوب احمد صاحب کے غم میں برابر کے شریک رہ کر' اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائیں' اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائیں' اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں آمین۔

غم کا پہاڑ لے کر آیا۔ اس عظیم حادثہ سے مولانا کے دل پر کیا گذری ہوگی؟ وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالی ان صدمات کو آپ کے رفع درجات کا ذریعہ بنادیں آمین۔

ایک اور عظیم حادثہ

اس حادثہ سے قبل بھی مفتی صاحب ایک جانکاہ آزمائش میں مبتلا کئے گئے تھے۔ وہ حادثہ تھا آپ کے معصوم چھ سالہ صاحبزادے رشید احمد کی اچانک وفات کا۔ معصوم نماز کا بے حد شوقین تھا، ایک مرتبہ نماز کے لئے جامع مسجد میں گیا کہ وضو کرتے ہوئے حوض میں گر گیا' اور غرق ہو کر شہادت کی موت پائی۔

گرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا، بہت تلاش وجستجو کے بعد کوئی پتہ نہ لگا، تو مجبوراً مولانا کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی کہ رشید احمد غائب ہے' تلاش جاری ہے، مگر کوئی پتہ نہیں چلتا، اللہ اکبر مولانا کی فراست یا کرامت کہ فوراً فرمایا: حوض میں دیکھا؟ چنانچہ دو آدمی حوض میں اترے تو معصوم کی نعش ملی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ اس آزمائش پر مولانا نے نہ جانے کیسے صبر کیا ہوگا' آپ پر کیا گذری ہوگی؟ اس کی ادنی سی جھلک میرے والد محترم مدظلہ کے اس خط سے لگائی جاسکتی ہے جو آپ نے مولانا عبدالحمید صاحب کو تحریر فرمایا تھا۔ وہ خط یہ ہے:

والد محترم کا ایک خط بنام مولانا عبدالحمید صاحب

محترم المقام مولانا عبدالحمید صاحب زیدت حسناتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ اللہ تعالی آپ حضرات کو خیر وعافیت سے تادیر قائم رکھے، آمین۔

دیگر غمناک خبر ایں کہ معصوم بھائی رشید احمد گذشتہ: ۲۲/رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

مطابق:۱۲/اپریل ۱۹۵۸ء بروز شنبہ بوقت درمیان عصر ومغرب جامع مسجد کے حوض میں وضو کرتے ہوئے ڈوب گیا' اور خدا کی رحمت میں پہنچ چکا ہے۔مرحوم برادر عزیز کی عمر چھ سال کی تھی' اور نماز کا بہت شوق تھا' جہاں پر کھیلتے ہوئے اذان کی آواز سنی کہ فوراً گھر آ کر اپنی ٹوپی لے کر مسجد کی طرف مجھ سے پہلے چل دیتا تھا۔دوسرے الفاظ میں اپنی موت ان کو کشاں کشاں مسجد کی طرف لے جارہی تھی۔اس ناگہانی حادثہ سے والد صاحب کی کمزوری اور صدمہ میں زیادتی ہوچکی ہے۔خیر قضاوقدر میں جو فیصلہ منظور ہو چکا تھا وہ ہو کر رہا،اور جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا،مگر ایک چلتا پھرتا تر وتازہ پھول اس طرح اچانک مرجھا کر بے حس وحرکت ہوگیا' اور ہم لوگوں کو داغ مفارقت دیکر جنت کی طرف خراماں خراماں چل دیا''انا للہ وانا الیہ راجعون ، ربنا افرغ علینا صبرا ، الخ ''سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

دور آخر بزم دنیا کا ہے جام خون دل　　کش اس محفل میں بن کر بادہ نوش آیا تو کیا

اس روز والدین ماجدین کے دل پر جو کچھ گذری ہوگی اسے تو ہم ہی محسوس کر سکتے ہیں اس لئے کہ ؎

وہی سہتا ہے جس پر پڑتی ہے　　درد کوئی کسی کا کیا جانے

آپ حضرات خصوصاً والدین ماجدین کے لئے اور عموماً جملہ رشتہ داروں کے لئے خاص دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صبر جمیل عطا فرماوے اور صحت اور برداشت کی توفیق بخشے،اور ایسے ناگہانی حادثہ اور امتحان میں کامیابی عطا فرماوے،آمین۔

دعا جو:اسماعیل

۲۵/اپریل ۱۹۵۸ھ،بروز جمعہ،

وفات

مرض کا یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے چھ سال رہا' اور دن بدن ضعف ونقاہت بڑھ رہا تھا۔ سفرآخرت سامنے تھا،حسن خاتمہ کا فکر ہر وقت دامن گیر تھا۔ بزرگوں کے نام خطوط میں دعائے حسن خاتمہ کی درخواست فرماتے۔شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کوایک خط میں تحریرفرماتے ہیں:

''فقیر پابہ رکاب ہے' وقت اخیر ہے،حسن خاتمہ اور مرتے دم تک اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے' یہ دعا فرمائیں''۔

زمانۂ مرض میں اکثر زبان پر''فاطر السمٰوت والارض'' کا ورد رہتا تھا۔یہ دعا بھی عجیب دعا ہے اور مانگ رہے ہیں اللہ تعالی کے مقرب ومقبول بندے حضرت یوسف علیہ السلام کہ اے آسمانوں وزمین کے خالق آپ ہی دنیاوآخرت میں میرے کارساز ہیں،مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالیجئے اور مجھ کوکامل نیک بندوں میں شامل رکھئے اورکامل اورنیک بندے انبیاء ہی ہوسکتے ہیں جو ہرگناہ سے معصوم ہیں۔(مظہری)

اس دعامیں حسن خاتمہ کی دعا خاص طور پرقابل نظر ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ دنیا وآخرت کے ان کونصیب ہوں' اور کتنے ہی جاہ ومنصب ان کوقدموں میں ہوں' وہ کسی وقت ان پرمغرورنہیں ہوتے۔(معارف القرآن ص ۱۳۷ ج ۵)

مولانا بشیراحمد صاحب لاجپوری مدظلہ فرماتے ہیں:

''آخری ایام میں جب کبھی اس عاجز کوحاضری نصیب ہوئی' تو تسبیح ہاتھ میں دیکھی اورزبان پرحضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی یہ مبارک دعائے یوسفی کاوردسنا:

''فاطر السموٰات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی

بالصالحین ''۔(سورہ یوسف آیت نمبر۱۰۱)

یہ مبارک دعا بڑے ذوق ولذت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

دعائے یوسفی کا ورد بکثرت تھا اور ذوق ولذت کہ عاشقان حق کا حال یہی ہوتا ہے کہ ملاقات محبوب جلد ہو اور اس کا وسیلہ موت ہے۔صاحب سوانح خود ''من احب لقاء الله احب الله لقائه '' کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤمن کو موت اور آخرت کا اشتیاق بالطبع مرغوب و مطلوب ہے، اور کافر کو طبعًا ناپسند ومکروہ ہے۔وجہ یہ ہے کہ موت واسطہ اور ذریعہ ہے محبوب کی ملاقت کا ''الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ''اور چونکہ مؤمن کا اصل گھر آخرت ہے جہاں پہنچے بغیر محبوب کی ملاقات اور اخروی نعمات حاصل نہیں ہوسکتیں ؎

بے فنائے خود میسر نیست دیدار شما می فروشد خویش را اول خریدار شما

اپنی فنائیت کے بغیر آپ کا دیدار نہیں ہوسکتا، آپ کا خریدار پہلے خود کو بیچتا ہے۔

اسی لئے خاصان خدا وعاشقان الٰہی موت کے مشتاق رہتے ہیں۔ان حضرات کو ولولۂ عشق میں کوئی چیز موت سے زیادہ مرغوب ومحبوب نہیں ہوتی ؎

کون کہتا ہے مؤمن مر گیا وہ تو دنیا چھوڑ کر اپنے گھر گیا

خداوند کریم نے اپنی ملاقات کے مشتاق بندوں کی قرآن پاک میں ''من کان یرجوا لقاء الله فان اجل الله لات '' [۱] کے الفاظ سے تعزیت اور تسلی فرمائی ہے کہ اے میرے مشتاقو! تمہیں میری ملاقات کا اشتیاق بے چین کر رہا ہے، لیکن صبر کرو ہم نے تمہارے لئے

---

[۱]......جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے۔ (سورۃ عنکبوت آیت:۵)

اپنی ملاقات کا ایک وقت (موت) مقرر کر دیا ہے جو عنقریب تمہیں ہم تک پہنچا دے گا۔

یا من شکا شوقه من طول فرقته　　اصبر لعلک تلفی من تحب غدا

واقعی اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے مولی اور مالک کو دیکھیں اور وہ ہمیں قسم قسم کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

یا اللہ! تو اپنے فضل و کرم سے مجھ خطا کار پر اپنی ملاقات آسان فرما دے اور سب خوشی سے اپنی ملاقات کی خوشی کو زیادہ کر دے، بس قبر میں تو ہو اور میں ہوں۔

جہانی مختصر خواہم کہ آنجا　　ہمیں جائی من و جائی تو باشد

مختصر سی دنیا چاہتا ہوں، اس لئے کہ وہاں (آخرت میں) میری اور تمہاری جگہ ہوگی۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم　　راحت جاں طلبم واز پئے جاناں بروم

نذر کردم کہ گر آید بسرایں غم روزے　　تا درمیکدہ شاداں وغزل خواں بروم

وہ دن خوشی کا ہوگا جب کہ اس ویران جگہ سے چلا جاوں گا، اپنی جان کی راحت تلاش کروں گا اور محبوب کے لئے جاوں گا۔

میں نے نذر مانی ہے کہ جس دن غم ختم ہوگا' میکدے کے دروازے تک خوش وخرم اور شعر پڑھتے ہوئے جاوں گا۔ (جمع الاربعین۔ تالیفاتِ مرغوب از ص ۲۲۹ تا ۲۳۲)

اب محبوب کی ملاقات کا وقت بالکل قریب آ گیا، طویل زمانے کا مرض' عظیم حوادث' اور عجیب بات کہ نئے سال کی ابتداء۔ ابھی پہلا ہی دن آیا اور محبوب کا پیغام آ گیا۔ یکم محرم الحرام: ۱۳۸۲ مطابق: ۵؍جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد ظہر اپنے مولی کی آغوش رحمت میں منتقل ہو گئے، اور اہل خانہ اور متعلقین کے لئے وہ گھڑی آ گئی جس کا خوف تھا۔

ایتها النفس أجملی جزعا　　ان الذی تحذرین قد وقعا

انا للہ وانا الیہ راجعون

آہ اہل گجرات ایک عالم ربانی سے محروم ہوگئے۔ غسل وکفن سے فراغت ہوئی، اس کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔ اطراف واکناف میں موت کی خبر پھیل گئی، بڑی تعداد میں لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ اہل قریہ کے علاوہ علماء کی اچھی خاصی تعداد مدارس کے طلبہ کی بھی بڑی جماعت نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

نماز جنازہ

عشاء کی نماز کے بعد حسب وصیت مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے نماز جنازہ پڑھائی، اور لاجپور کے پرانے قبرستان میں جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا موصوف (مفتی مرغوب احمد صاحب) کی وصیت تھی کہ نماز جنازہ احقر پڑھائے، میں اس وقت سفرِ حج میں تھا، حضرت کی وفات کے روز نوساری آگیا، اور لاجپور سے اطلاع آئی کہ حضرت کا وصال ہوگیا۔ خدا کی شان دیکھئے اور مرحوم کی کرامت کہئے کہ حضرت کی خواہش پوری ہوگئی''۔

حلیہ

راقم کو جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت کی وفات یکم محرم: ۱۳۸۲ھ مطابق: ۵/ جون ۱۹۶۲ء میں ہوئی، اور راقم کی پیدائش: ۴/ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۵/ ستمبر ۱۹۶۳ء میں (نہ جانے پاسپورٹ میں غلطی سے کس طرح: ۲۹/ مئی لکھدی گئی ہے) حضرت کی وفات کے تقریباً سوا سال بعد ہوئی، اس

لئے اپنے بزرگوں اور اہل خاندان سے جو سنا اس کا مختصر نقشہ یہ ہے:

مفتی صاحب بڑے حسین وجمیل تھے۔رنگ سرخ وسفید، چہرہ کی تشبیہ گلاب کے پھول سے دی جاسکتی ہے۔طویل قد۔حق تعالی نے آپ کی شخصیت میں خاص کشش رکھی تھی اور وجاہت عطا فرمائی تھی۔جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے ممتاز ونمایاں معلوم ہوتے۔

تعزیتی منظومات وقطعات‘ تاریخ وفات

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت اپنے علم وعمل‘ تقوی وطہارت‘ صلہ رحمی ومہمان نوازی وغیرہ اوصاف کی وجہ سے ہر دلعزیز تھی۔ حضرت کی وفات سے متأثر ہوکر کچھ شعرائے کرام نے زبان شعر میں تعزیت واظہار محبت وعقیدت پیش کیا ہے، اور اپنے کلام میں حضرت کے اوصاف وکمالات بیان فرمائے ہیں۔ سوانح کی ترتیب کے وقت جو کچھ دستیاب ہوسکا اس کو درج کیا جاتا ہے۔

قطعات تاریخ وفات از: حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب (والد ماجد حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ)

تخم اپنی نیک نامی کا جہاں میں بو گئے
زندگی میں مولوی مرغوب احمد ہوگئے
سال رحلت آپ کا کہہ دیجئے عبدالکریم
بعد رحلت آپ اب مغفور احمد ہوگئے

ایضا

جناب مولوی مرغوب احمد — جو اپنی قابلیت میں تھے مشہور
بصد افسوس رحلت پاگئے وہ — یہی تھی بات بس اب حق کو منظور
جو سال بکرمی کی اب غرض ہے — بحمد اللہ اس میں ہے وہ مشہور

تعزیتی نظم از:

مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری

امام اہل حق مرغوب احمد لاجپوری تھے
کمالات آپ کی ہستی میں سب سری وصوری تھے
فنا فی اللہ فانی فی رسول اللہ بھی تھے آپ
محدث اور مفسر فقہ میں ثانیٔ قدوری تھے
خوشا صل علی کیا موت تھی مرغوب والا کی
تبسم کلمۂ توحید برلب ہائے نوری تھے
کیا کرتے تھے خدمت آپ دل سے شاہ صوفی کی
قلم کش کاتب صوفی سلیماں لاجپوری تھے
سفینہ سے ہے ظاہر حبِّ آل سرور عالم
فدائے سرور عالم نثار آل نوری تھے

از: مولانا سید عبدالاحد کوثر قادری

میری آنکھیں بن گئی ہیں آج دریا سے فرات
ہوگئی ہے مولوی مرغوب احمد کی وفات
مولوی مرغوب احمد صاحب علم و عمل
باعث برکات تھی ان حضرت والا کی ذات
آپ ہی کی ذات تھی گنجینۂ علم و ہنر
آپ کی ہستی تھی ہم سب کے لئے آب حیات
آپ ہی کے دم سے تھا گجرات کا عز و وقار
آپ ہی کی ذات تھی گجرات کی اِک کائنات
اہل سنت والجماعت کے تھے اک محکم ستون
بدعتوں کے توڑ کر سب رکھ دیئے لات ومنات
عزم و استقلال کی اک جاگتی تصویر تھے
ڈگمگا سکتا نہ تھا جن کا کبھی پائے ثبات
اور بھی گجرات میں کوثر ہیں اہل علم پر
حضرت والا سی پیدا ہو نہیں سکتی ہے بات
میرا بس چلتا تو اپنی عمر بھی دیتا انہیں
پر خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے موت وحیات
ہے دعا اب رحمتیں نازل ہوں روح پاک پر
صبر کی توفیق پائیں باقیات الصالحات

از: حافظ محمود ڈایا صاحب لاجپوری

آج دنیا سے اٹھی وہ شخصیت مشہور عام
ہم عصر میں اپنے تھی جو مولوی مرغوب نام

کوچ دنیا سے ہوا کیا آپ کا ہے آہ آہ
ہوگیا روپوش عالم علم کا ماہ تمام

با حیا با آبرو تھے با شعور و با ادب
رحم پرور تھے سخی حق گوئی تھا شیوہ مدام

آپ کی ہستی پے نازاں اور تھی بیجا نہیں
صلہ رحمی صلہ جوئی اور خوش خلقی دوام

دین حق سے وافر آپ کی تھی آگہی
دین حق کے جز وکل پر آپ کی نگاہ تمام

واقف اسرار قرآن اور حدیث پاک ہے
دانا بینا دور بین تھے اور تھے شیریں کلام

ذی علم نباض تھے علم وادب کے تذکرے
آپ کی محفل میں رہتے تھے برابر صبح وشام

آپ کی ہستی سراپا نفع بخش قوم تھی
مستفیض تھے آپ سے اپنے بیگانے تمام

علم دین حق کا گویا چشمۂ جاری تھے آپ
تشنہ گان علم ہوتے آپ سے تھے شادکام

خوب سادہ وضع تھے اور تھے حلیم و بردبار
تھے بہت خوش مزاج اور تھے بہت نیک نام

آپ گویا تھے سلف کی ایک صحیح یادگار
اللہ کی مرضی ہوتی ہے اس صبح کی آج شام

قبر سے تا ابد سب منزلیں آسان ہوں
فضل ربانی میں طے ہو آپ کے درجے تمام

بس دوامی جنت اعلی میں بھی اعلی جگہ
مولوی مرغوب احمد کا الٰہی ہو قیام

ہے دعا محمودؔ کی یارب خلف کو آپ کے
عیش دے آرام دے صبر جمیل وضبط تام

اکابر و معاصرین کی نظر میں

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت مفتی صاحب نے ڈابھیل میں حضرت رائے پوری سے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیں، اس پر حضرت رائے پوری نے فرمایا: ''آپ کے پاس کسی چیز کی کمی ہے کہ میں نصیحت کروں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے کامل ہی نہیں اکمل بنایا ہے''۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب نے بیعت کی درخواست کی اس پر فرمایا کہ: ''آپ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیجئے، میں آپ کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں''۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

''حق تعالیٰ آپ کو صحت وقوت عطا فرمائے اور دارین میں فائز المرام اور خوش رکھے۔ آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کو اپنے لئے ذخیرہ سمجھتا ہوں۔ حق تعالیٰ آپ کی پر خلوص دعاؤں کو قبول فرمائے''۔

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں

''میں تو یوں حیران ہوں کہ جب میرے جیسے ناکارہ ناقابل التفات شخص کے ساتھ آپ نے یہ لطف اور حسن سلوک فرمایا' تو مستحقین التفات کو کس قدر مورد افضال بے پایاں فرماتے ہوں گے۔ بہر حال آپ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مکافات میں میری طرف سے کیا ہوسکتا ہے۔

از دست گدائے بے توانا یدہیچ　　جز آنکہ بصدق دل دعاء بکند

اللہ تعالیٰ آپ کو بایں لطف وکرم تادیر اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور دینی ودینوی نعمتوں اور برکتوں سے مالامال فرمائے، آمین ثم آمین''۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں

''موصوف اچھی شخصیت کے مالک تھے، مجھے قیام رنگون کے دوران ان سے ملاقاتوں کا شرف وموقع حاصل رہا ہے''۔

حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی رحمہ اللہ کی نظر میں

''مولانا مرحوم کا وجود اس زمانہ میں بہت ہی غنیمت تھا''۔

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی کی نظر میں

''حضرت مولانا ان میں سے ہیں: ''منهم من قضى نحبه الخ'' کے مصداق۔ زندگی اطاعت خدواندی اور خدمت علم میں گذاردی''۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی نظر میں

''حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ وسیع النظر عالم باعمل تھے، قرآن وحدیث اور فقہ پر بڑی گہری نظر تھی، آپ کے فتاویٰ ومدلل اور فقہی بصیرت کے حامل ہوتے تھے۔

مولانا میں بڑی خوبیاں تھیں۔ علم وعمل میں بڑے پختہ تھے۔ سنت کی اتباع اور عشق رسول کے ساتھ اہل بیت اور آل رسول سے والہانہ محبت تھی، سادات کی بڑی تکریم اور تعظیم فرماتے۔

مولانا موصوف کو عربی ادب پر کافی عبور تھا، اردو زبان بڑی فصیح بولتے تھے، اور اعلی درجہ کے خوش نویس تھے۔ تقریر وتحریر دونوں میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ آپ کا علمی ذوق اور سنت کی پیروی کا جذبہ تادم حیات رہا''۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی رحمہ اللہ کی نظر میں

’’مرحوم ایک عالم باعمل اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے‘‘۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیری رحمہ اللہ کی نظر میں

’’حضرت اقدس مولانا مرغوب احمد صاحب مرحوم کی وفات سے گجرات ایک متبحر عالم دین سے محروم ہوگیا‘‘۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کی نظر میں

’’مولانا کا اٹھ جانا قریب و بعید سب کے باعث رنج والم ہے۔مولانا بہت ذی ہوش اور دوراندیش اور صاحب التحریر والتقریر تھے‘‘۔

حضرت مولانا انوار الحسن ہاشمی مبلغ دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ کی نظر میں

’’حضرت مرحوم کی شخصیت مغتنمات سے تھی، جب بھی حضرت سے ملا ہوں ان کی قدر وعظمت کا اثر میرے قلب پر بڑھتا ہی گیا، واقعی گجرات سے برکات کا ایک خزانہ اٹھ گیا‘‘۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

’’حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثہ وفات کی اطلاع پا کر رنج وصدمہ ہوا۔دنیا اللہ کے اچھے بندوں سے خالی ہوتی جاتی ہے۔جس حد تک اپنا بشری علم ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے ساتھ رحمت وکرم کا خاص معاملہ فرمائیں گے‘‘۔

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بسم اللہ رحمہ اللہ کی نظر میں

’’مولانا بہت پرانے اور اونچے طبقے کے علماء میں سے تھے اور پاکیزہ علماء کی زندہ یادگار تھے۔پرانے وقعات اور وہ بھی سن اور تاریخ وار ازبر تھے،اہل علم کے قدرداں تھے‘‘۔

حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودری رحمہ اللہ کی نظر میں

’’اس وقت گجرات میں چوٹی کے تین عالم ہیں: حضرت مولانا نذیر احمد صاحب

پالنپوری، حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری، حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی''۔

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں

''گجرات میں اعلی درجہ کے پانچ عالم ہیں: مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری، مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری، مولانا محمد علی میاں صاحب تراجوی، مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھلی، مولانا ابراہیم صاحب راندیری''۔(تذکرہ فخر گجرات ص۱۶۶)

صدائے بازگشت: رسائل واخبارات میں

بلاکسی خاص اہتمام کے جن رسائل میں تعزیتی تأثر مل سکا وہ درج ہے۔

''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''لاجپور ضلع سورت سے مولانا مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر آئی۔موصوف گجرات کے ایک نامور اور سن رسیدہ عالم تھے۔اپنی زندگی کا بڑا حصہ انہوں نے رنگون میں گذارا' اور وہاں بڑی محنت اور للّٰہیت کے ساتھ علمی ودینی خدمات انجام دیتے رہے اور اب سالہا سال سے اپنے وطن لاجپور ضلع سورت میں مقیم تھے۔

مولانا مرحوم خود بھی بزرگ تھے' اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی۔ بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت متواضع' شریف اور متوکل انسان تھے۔افسوس ہے کہ ان کے انتقال سے گجرات سے بزرگان قدیم کی ایک نشانی ختم ہوگئی''۔(دارالعلوم دیوبند، اگست:۱۹۶۲ء)

روداد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

’’حادثات وفات: اس سال جامعہ اپنے تین مخلصین سے محروم ہوا:

(۱)......مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری۔ (آپ کی وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۵؍ جون ۱۹۶۲ء کو ہوئی)۔ مولانا مرحوم گجرات کے تجربہ کار عالم و فاضل تھے۔ جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ آپ نے جامعہ کی (صدر مہتمم کی حیثیت سے) خدمت بھی کی، نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالی ہمارے اس مخلص ہمدرد کے ساتھ بھی اپنی خصوصی نوازش کا معاملہ کرے، اور جنت الفردوس میں اونچا مقام عطا کرے‘‘۔ (روداد: ۱۹۶۲ء، از: تاریخ جامعہ ص ۱۴۵)

مسلم گجرات......مولانا مرغوب احمد صاحب کی وفات

ضلع سورت بلکہ پورے گجرات کے بزرگوں کی آخری یادگار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی اپنے وطن لاجپور میں طویل بیماری کے بعد بروز منگل شام کو چار بجے وفات کی اطلاع دیتے ہوئے ہم قلبی غم محسوس کررہے ہیں۔ ملک و بیرون ملک پاکستان‘ برما‘ میں آپ کے احباب کو یقیناً اس اطلاع سے غم ہوگا۔ آپ کی علمی شخصیت کا کچھ تعارف انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں دیا جائے گا۔ حق تعالی مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے آمین‘‘۔

(۴؍محرم ۱۳۸۲ھ مطابق: ۸؍جون: ۱۹۶۲ء ص ۱۳)

’’گجرات کے معروف و مشہور مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری مورخہ: ۶۲/۵ء جون کو اپنے وطن لاجپور میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال فرماگئے، ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾، رات کے گیارہ بجے تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ میں بڑے مجمع نے شرکت کی۔ مولانا کی شخصیت مشہور و مسلم تھی۔ ملک و بیرون ملک علم و فضل میں آپ کا نام نامی سر

فہرست تھا۔ گجرات کے اکابرین علماء کی جماعت میں مولانا کی وفات سے نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام نوازے، آمین۔

مولانا مرغوب احمد صاحب کی وفات کی خبر غمناک وافسوسناک ہے۔ فضلائے گجرات میں آپ کی وفات سے اور ایک جگہ خالی ہوگئی۔

مولانا مرحوم کی شخصیت اپنے علم وفضل سے' کامیاب استاذ ہونے کی حیثیت سے' فقیہ ومفتی کی حیثیت سے' مصنف کی حیثیت سے' قابل وقار تھی۔

۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی کے سالار قافلہ مولانا لیاقت علی صاحب جولاجپور میں کچھ عرصہ مقیم تھے' مولانا مرغوب احمد صاحب ان کے واقعات بہت مزے سے سناتے تھے، اس زمانہ کی تاریخ کے گویا آپ حافظ تھے۔ آپ کی تصنیفات سے آپ کی علمی قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ حنفی المسلک ہونے کے باوجود حنبلی' مالکی اور شافعی مسلک پر بھی عبور تھا۔ عربی وفارسی اور گجراتی کتابت موتی کے دانوں کے مانند خوبصورت ہوتی تھی۔ برما میں مفتیٔ اعظم کی حیثیت سے برسوں خدمت انجام دی۔ حق تعالیٰ مغفرت فرما کر اپنی نعمتوں سے نوازے آمین''۔ (مسلم گجرات: ۱۸/محرم ۱۳۸۲ھ مطابق: ۲۲/جون ۱۹۶۲ء، ص ۵)

موت العالِم موت العالَم

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کی خبر وفات دینی تعلق رکھنے والوں کے لئے باعث غم ہے۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾۔ مولانا مرحوم اپنی ذات سے بحیثیت انجمن کے مرغوب تھے، بحیثیت تبلیغی تحریک مرغوب تھے، بحیثیت مصنف مرغوب تھے۔ رنگون (برما) وگجرات میں بحیثیت دعوت دین کے بھی مرغوب تھے۔ درویش صفت' اہل دل بزرگ تھے۔ (ان دوتراشے کے حوالے نہ مل سکے کہ کس اخبار کا یہ مضمون ہے)

حضرت کی وفات پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، اس وقت جو اعلان اساتذہ کی خدمت میں بھیجا گیا وہ درج ذیل ہے:

اعلان برائے تعزیتی اجلاس

جمیع اساتذۂ جامعہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ گذشتہ کل یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ کی شام کہ جس نے آفتاب علم وعمل (یعنی حضرت العلام مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ) کو ہمیشہ کے لئے غروب کر دیا۔ عالم کے لئے نہایت ہی حزن و ملال، رنج والم کی شام تھی، خصوصا جامعہ کے لئے کہ جس کی ترقی کے لئے مولانا کی شخصیت یوم بنیاد ہی سے سرگرم عمل رہی اور جس نے آج سے چند سالوں پہلے جامعہ کے عہدۂ اہتمام کی خدمات کو بھی نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا اور آخر وقت تک جامعہ کے ایک مخلص مشیر اور سر پرست سے رہے۔ گجرات کے چیدہ نامور شخصیتوں میں سے ایک شخصیت کا طویل علالت کے بعد عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمانا واقعی ہم لوگوں کے لئے ایک بہت بڑے صدمہ کا باعث ہے، لہذا ان کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لئے آج دو پہر پانچویں گھنٹہ میں فوقانی درسگاہوں میں ختم قرآن شریف رکھا گیا ہے، اس کے بعد جلسۂ تعزیت حضرت مولانا شریف حسن صاحب مدظلہ کی زیر صدارت ہوگا۔ تمام اساتذہ بروقت شرکت ختم اور جلسہ میں شرکت فرمائیں اور مولانا نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالی ان کی پوری پوری مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کی مخلصانہ خدمات کا صلہ عطا فرمائے، اور پس مندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ فقط: محمد سعید عفا اللہ عنہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

نکاح واولاد

مفتی صاحب نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں، آپ کی اولاد کی تعداد: ۱۶/ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(پہلی اہلیہ)...... کا نام خدیجہ بنت موسی ہے۔ان کے بطن سے چار صاحبزادیاں ہوئیں: (۱): فاطمہ، (۲): عائشہ، (۳): امینہ، (۴): رقیہ۔

ان میں عائشہ کا نکاح مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری سے ہوا تھا۔آپ کا انتقال عیدالفطر کے دن ہوا۔مولانا کے حالات ص ۲۳۱/ پر گذر چکے ہیں۔

(دوسری اہلیہ)...... امینہ بنت حافظ محمد کاسوجی ہیں۔ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(تیسری اہلیہ)...... خدیجہ بنت محمد۔ان کے بطن سے چار صاحبزادے: (۱): یوسف، (۲): سعید احمد، (۳): رشید احمد، (۴): اور اسماعیل ہوئے۔اور چار صاحبزادیاں: (۱): رابعہ، (۲): زبیدہ، (۳): سارہ، (۴): ہاجرہ تولد ہوئیں۔

(چوتھی اہلیہ)...... امینہ بنت موسی ہیں۔ان کے بطن سے: (۱): فاطمہ، (۲): رشیدہ، (۳): حفصہ، تین صاحبزادیاں ہوئیں۔اور ایک صاحبزادہ رشید احمد ہوا، جو حوض میں غرق ہو کر غریق رحمت ہوا۔مولانا کے مرض کے بیان میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اس وقت مولانا کی آخری اہلیہ اور ایک صاحبزدے الحاج اسماعیل صاحب زید مجدہ (راقم کے والد ماجد) [۱] اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔اللہ تعالی سب کو صحت وعافیت نصیب فرمائیں اور اپنی مرضی پر چلائیں، آمین۔

---

[۱]...... الحمد للہ والد ماجد رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات ''میرے والد بزرگوار'' کے نام سے راقم نے مرتب کئے ہیں، اور شائع ہو چکے ہیں۔اس مجموعہ یعنی ''ذکر صالحین'' کی جلد چھ (۶) میں شامل ہیں۔

صاحبزادۂ محترم حضرت والد صاحب مدظلہم

آپ کی ولادت: ۱۹۴۰ء میں رنگون (برما) میں ہوئی، یہ وہ وقت تھا کہ حضرت مفتی صاحب مفتیٔ اعظم برما کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ ابھی تقریباً سال بھر کے تھے کہ وطن لاجپور آ گئے۔ ابتدائی تعلیم لاجپور میں ہوئی۔ کچھ زمانہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بھی بغرض حصولِ تعلیم گذرا۔

والد صاحب کی خصوصی توجہ ونگرانی میں تربیت پائی۔ حضرت والد صاحب کے زمانۂ مرض میں خوب خوب خدمت کی اور بہت دعائیں لیں۔

آپ ''الولد سر لا بیہ '' کے صحیح مصداق ہیں۔ مہمان نوازی، تواضع، عبدیت، اخلاص وللّٰہیت جیسے اوصاف سے متصف ہیں۔ کتب دینیہ کے مطالعہ کا خوب ذوق رکھتے ہیں۔ صلہ رحمی، محتاجوں کی امداد واعانت اور نرم مزاجی کی وجہ سے ہر دلعزیز ہیں۔ تقوی وطہارت کی وجہ سے اہل علم تک آپ کے مداح وقدرداں ہیں۔ تلاوت کلام پاک ونوافل کا اہتمام قابل رشک ہے۔ ہر سال رمضان میں اعتکاف کا معمول برسوں سے ناغہ نہیں ہوا۔ تین مرتبہ حج بیت اللہ کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ایک مرتبہ پورا رمضان المبارک بھی حرمین شریفین میں گذارا۔ وہاں بھی آپ کی عبادت اور مجاہدہ قابل رشک دیکھا۔ تقریبا صبح گیارہ بجے وضو فرما کر حرم شریف میں تشریف لے جاتے اور اسی وضو سے عشاء وتراویح ادا فرما کر واپس تشریف لاتے۔ اس درمیان ایک لمحہ کے لئے بھی سوتے نہیں دیکھا، برابر بیٹھے بیٹھے تلاوت، تسبیح اور دعا میں مصروف رہتے۔ باوجود یہ ہے آپ کو شوگر کی بیماری ہے، مگر اس درمیان کبھی بھی وضو تک کا تقاضہ نہ ہوا۔ حق تعالی صحت وقوت کے ساتھ آپ کے سایہ عاطفت کو تادیر قائم رکھے، آمین۔

تعزیتی مکتوبات

تعزیت نامہ: مولانا اسعد اللہ صاحب (خلیفہ حضرت تھانوی)
وحضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہم اللہ

دفتر مظاہر العلوم سہارنپور، ۸؍محرم: ۱۳۸۲ھ: ۱۳؍جون ۱۹۶۲ء

محترم ومکرم زید مجدکم السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کے والد بزرگوار جناب مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر وحشت اثر معلوم ہوکر افسوس اور رنج ہوا ''انا لله وانا اليه راجعون''۔

موصوف اچھی شخصیت کے مالک تھے۔ مجھے قیام رنگون کے دوران ان سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ والد صاحب کے سایۂ عاطفت کا سر سے اٹھ جانا ایک ایسا نقصان عظیم ہے جس کی کوئی تلافی نہیں ہوسکتی۔ اس اندوہ ناک موقع پر آپ کا شدید تأثر بالکل قدرتی ہے، مگر غور فرمایئے! موت کی اس شاہراہ سے تو ہر ایک ہی کو گذرنا ہے، بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں اور صبر کرنے والوں کے لئے قرآنی بشارت ہے'' ان الله مع الصابرين''۔

ارباب مدرسہ بھی آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں، تعزیت واظہار ہمدردی کرتے ہیں، اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ مدرسہ میں حضرت موصوف کے لئے قرآن شریف کا ختم کرا کے ایصال ثواب کرایا گیا ہے اور دعائے مغفرت کی گئی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث (مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ) کی جانب سے بھی بعد سلام مضمون واحد ہے۔

محمد اسعد اللہ
ناظم جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

تعزیت نامہ: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب قدس سرہ

برادر مکرم ومحترم جناب مولوی اسماعیل صاحب وفقنا الله وایاکم لما یحب ویرضی

سلام مسنون! گرامی نامہ سے جناب کے والد ماجد اور اس عاجز کے عنایت فرما حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثۂ وفات کی اطلاع پاکر رنج وصدمہ ہوا۔

انا لله وانا الیه راجعون ، اللهم اغفره وارحمه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله

دنیا اللہ کے اچھے بندوں سے خالی ہوتی جاتی ہے۔جس حد تک اپنا بشری علم ہے امید ہے کہ اللہ تعالی مولانا مرحوم کے ساتھ رحمت وکرم کا خاص معاملہ فرمائیں گے۔

آپ کے لئے آپ کی والدہ ماجدہ اور بہنوں کے لئے اللہ تعالی سے صبر واجر کی دعا کرتا ہوں، اور خود آپ کی دعائے خیر کا محتاج ہوں۔(یہ خط جواب طلب نہیں ہے)

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته، محمد منظور نعمانی

۱۲/ جون ۱۹۶۲ء

تعزیت نامہ: مولانا محبوب صاحب

مکرمی صاحبزادہ صاحب میاں اسماعیل سلمہ۔ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر معلوم کر کے انتہائی افسوس ہوا۔مولانا مرحوم کا وجود اس زمانہ میں بہت غنیمت تھا، افسوس کہ زمانہ عالم باعمل حضرات سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔حق تعالی اپنی رحمت سے مولانا کو اپنے جوار رحمت میں درجات عالیہ عطا فرمائے اور آپ کو مولانا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

اسی وقت تلاوت قرآن کے بعد مولانا کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت طلباء کے مجمع میں کرائی گئی، اللہ تعالی قبول فرمائے۔ مورخہ: ۱۷/ جولائی ۱۹۶۲ء

تعزیت نامہ:

حضرت مولانا سید محمد مبارک علی صاحب نگینوی

دارالعلوم دیوبند

محترمی زادمجدکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

گرامی نامہ موسومہ مولانا انوارالحسن صاحب کے ذریعہ حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم ہوکر دلی رنج وقلق ہوا،'' انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ''اللہ تعالی مفتی صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائیں،اوران کی قبرکواپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازیں،اور متعلقین کے غمگین قلوب کوصبرواستقامت عطافرمائیں۔

تمام متعلقین دارالعلوم دیوبند اس صدمہ میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔مفتی صاحب کودارالعلوم دیوبند اوراس کے اکابر سے جووالہانہ تعلق تھا' اس سے قدرتی طور پران کی جدائی متعلقین دارالعلوم کے لئے رنج وافسوس کاباعث ہے۔

دارالعلوم میں اطلاع موصول ہوتے ہی فوراً مفتی صاحب کے لئے ایصال ثواب کردیا گیاہے۔اللہ تعالی قبول فرمائیں،اور مفتی صاحب کے درجات بلندفرمائیں۔حضرت مہتمم صاحب آج کل سفرمیں ہیں۔والسلام

محمد مبارک علی

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۷رمحرم۱۳۸۲ھ

تعزیت نامہ: مولانا محمد میاں صاحب: شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی

الجمعیۃ علماء ہند، دہلی

محترم ومکرم زید مجدکم السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مولانا عبدالحفیظ صاحب صوفی کے خط سے حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثۂ وفات کا علم ہوکر صدمہ ہوا۔ حضرت مولانا ''منهم من قضى نحبه'' کے مصداق ہیں، زندگی اطاعت خداوندی میں اور خدمت علم میں گذاردی۔ آخری عمر میں معذور ہوکر صبر وشکر اور تسلیم ورضا کے مراتب حاصل کئے اور اب رحمت خداوندی سے ہمکنار ہوگئے انشاء اللہ، اللہ تعالی مرحوم کے مراتب بڑھائے اور آپ سب صاحبان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

نیازمند محمد میاں

تعزیت نامہ: مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد (خلیفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب)

عزیز محترم سلمکم اللہ وعافاکم السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

جناب والد محترم حضرت علامہ مفتی مرغوب احمد صاحب مرحوم کے انتقال پر ملال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا۔ علامہ مرحوم اس سیاہ کار پر بہت شفقت فرماتے تھے، ناکارہ کے لئے بہت دعا فرماتے تھے۔ آپ حضرات کو بھی یقیناً بہت صدمہ ہوا ہوگا، لیکن ایک مؤمن کے لئے صبر ورضا کے علاوہ چارۂ کار ہی کیا؟ مؤمن کا شیوہ یہی ہے اور اسی پر نعم الجزاء ونعم المولی کی بشارت ہے۔ مرحوم ایک عالم باعمل صاحب نسبت بزرگ تھے۔

نور الله مرقده وبرد مضجعه وجعل الجنة مثواه واعلى درجته فى عليين

اللہ تعالی ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ مدرسہ میں اجتماعی نیز انفرادی طور پر ایصال ثواب کیا گیا، دعائے مغفرت کی گئی۔ احباب واکابر کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ عبدالجبار اعظمی غفرلہ

تعزیت نامہ: مولانا محمد رضا اجمیری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر

منجانب محمد رضا اجمیری (مورخہ) ۱۳۸۲/۱/۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از: راندیر مدرسہ اشرفیہ

جناب محترم اسماعیل سلمہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا مرحوم کے انتقال سے نہ صرف مجھ کو بلکہ اکثر اہل علم کو نیز دیگر بہت سے متعلقین کو ایک بہت بڑا عظیم اور ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالی ہم کو نیز تمام متعلقین کو صبر جمیل کے اجر جلیل سے محظوظ اور مسرور فرمائے، مولانا مرحوم کو اپنی عنایت سے جنت الفردوس کے درجات علیا سے سرفراز فرمائے۔ حاضر نہ ہو سکنے کا بڑا صدمہ رہا۔

آپ نے مرحوم والد کی خدمت نہایت خلوص اور انہماک سے انجام دینے کی پوری کوشش کی ہے۔ مجھے قوی امید ہے اللہ تعالی آپ کو نیز آپ کے دوسرے معاونین کو اپنی عنایت اور فضل سے بہرہ اندوز فرمائے گا۔

بخاری کے درس میں مرحوم کے لئے دعائیں کی گئیں، اور سلسلہ جاری رہے گا۔ مرحوم کو اس ناچیز سے بہت بڑی محبت تھی۔ مجھے تو حد سے زیادہ صدمہ ہوا، مگر چونکہ یہاں کی سب چیزیں فانی ہیں، لہٰذا سب کو یہ مراحل برداشت کرنا ہی ضروری ہے۔

تعزیت نامہ: حضرت مولانا محمد نذیر صاحب پالنپوری

برخوردار مولوی اسماعیل ابن مرحوم مولانا مرغوب احمد صاحب طول عمرہ

السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته

تمہارا خط تمہارے والد کے سانحۂ ارتحال کی خبر لے کر پہنچا، نہایت ہی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرماویں، آمین۔

اللہ تعالی تم لوگوں کا بھی نگہبان وکفیل وکیل ہے، اسی پر بھروسہ رکھنا اور اسی سے مدد مانگنا چاہیئے۔

مولانا کا اٹھ جانا قریب وبعید سب کے لئے باعث صدرنج والم ہے۔ مولانا بہت ہی ذی ہوش اور دوراندیش اور صاحب التحریر والتقریر تھے۔ مولانا کی جدائی صرف خویش و اقارب کے لئے نہیں بلکہ پورے لاجپور بلکہ ضلع سورت کے لئے باعث صدرنج والم ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی تم کو عالم کامل بناوے، اور عمل میں برکت عطا فرمادے، اور اپنے والد مرحوم کی حقیقی جانشینی سے مشرف فرما کر تم سے دینی خدمت لے۔

آج زمانہ بہت نازک ہے، بہت سوچ سمجھ کر ہوشیاری سے رہنا چاہئے اور کفایت شعاری کو مدنظر رکھنا چاہئے، اور تحصیل علم میں بھی پوری طرح کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

فقط المرسل:

مولانا محمد نذیر صاحب

بقلم محمد اکبر، از: پالن پور

گجرات، دہلی دروازہ مسجد

۷/محرم ۱۳۸۲ھ، دوشنبہ

تعزیت نامہ: حضرت مولانا احمد نور صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر

برادرم مولوی بھائی میاں صاحب زید مجدکم

سلام مسنون ودعائے خیر کے بعد واضح ہو کہ مولانا مرحوم کی خبر وفات سے صدمہ ہوا، ’’ انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

اللہ تعالی مرحوم کو مغفرت ورحمت کاملہ سے نوازے، قبر وسیع ومنور فرمائے، جنت الفردوس عطا فرمائے آمین۔ آپ حضرات کو اور جملہ متوسلین ومتعلقین کو صبر جمیل واجر جزیل مرحمت فرمائے، آمین۔

حسب دستور مولانا کو سورۂ اخلاص سہ مرتبہ اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا، اور حاضرین مجلس سے بھی۔ اور اب ہمیشہ بہ دستور امر مذکور جاری ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمادے، آمین۔

حاضر ہوتا، مگر ضعف اور دوسرے آپ کے پاس اس وقت متوسلین واعزہ کا انبوہ ہوگا، اسی تصور سے رک گیا۔

میری طرف سے آپ کے جملہ اعزہ کو مضمون واحد ہے۔ گھر میں اماں صاحبہ کو سلام مسنونہ وتسلی شرعی ہے۔

آپ خدمت برابر جاری رکھنا پہلے سے بھی زیادہ۔ بچوں کو دعا وسلام وتسلی عرض ہے۔ فقط والسلام۔ لڑکے کو مدرسہ جلال آباد لکھ دیا ہے، وہاں ختم کلام پاک وایصال ثواب کریں گے۔ فقط والسلام۔ مولوی احمد نور، جامع مسجد بازار، شہر سورت

۵؍محرم ۸۲ھ، ۹؍جون ۶۲ء

تعزیت نامہ: حضرت مولانا انوارالحسن صاحب ہاشمی
مبلغ دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۱۰/۱/۱۳۸۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی جناب بھائی میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون حادثۂ جانکاہ سے متعلق آپ کا خط موصول ہوا، حضرت مرحوم کی شخصیت مغتنمات سے تھی، جب بھی حضرت سے ملا ان کی قدر وعظمت کا اثر میرے قلب پر بڑھتا ہی گیا۔

واقعی گجرات سے برکات کا ایک خزانہ اٹھ گیا۔ آپ تو بے شک یتیم ہوئے، لیکن اگر دیکھا جائے تو ''موت العالِم موت العالَم'' کے تحت تمام اہل گجرات یتیم ہو گئے۔

اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

مرحوم نے جو طویل علالت کی تکلیف صبر وشکر کے ساتھ برداشت کی ہے، وہ یقیناً ان کے لئے ذریعہ مغفرت ہے۔

اور آپ نے جو حق خدمت ادا کیا ہے، اللہ تعالی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ مدرسہ میں ختم قرآن اور دعاء مغفرت کا انتظام کرا دیا گیا ہے، والدہ صاحبہ سے سلام عرض کر دیں۔ احباب سے سلام مسنون۔

انوارالحسن ہاشمی

دارالعلوم دیوبند

تعزیت نامہ: مولانا موسیٰ صاحب سامرودی مدظلہ
حال مقیم مرکز نظام الدین نئی دہلی

بسم الله الرحمن الرحیم

بندہ موسیٰ سامرودی از: بمبئی

مکرم ومحترم جناب بھائی میاں صاحب وجمیع اہل خانہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مزاج گرامی! حضرت قبلہ والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے وصال کی خبر موصول ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ میں زیادہ ترقیات فرمائیں، اللہ تعالی ان کی مبارک قبر کو انوارات سے منور فرمائیں، اللہ تعالی ان کے فیوض وعلوم سے ہمیں مستفیض فرمائیں اور جمیع متعلقین کو صبر جمیل فرمائیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک انسان کو ایک دن موت کے گھاٹ اترنا ہے، لیکن ایک کلمہ گو کی برکت سے جب یہ عالم قائم ہے' تو ایسی ہستیوں کا وجود عالم کے لئے کتنی برکات و خیر کا ذریعہ ہوں گے۔ حضرت کی مجلس' محبت اور توجہ یاد آکر بے اختیار آنسو آرہے ہیں۔

آپ کے لئے بھی بڑا امتحان ہے، لیکن میرا دل مطمئن ہے، اللہ تعالی کی ذات باقی ہے اور وہ ہر ایک کا نگہبان ہے، مخلوق ساری اس کی محتاج ہے، وہ سخی اور داتا ہے، اللہ تعالی ہم سب کی دارین میں ہر طرح مدد فرمادیں۔

ملک شام سے دو عرب حضرات تشریف لاکر جماعت کے ساتھ حیدرآباد کی طرف تشریف لے گئے ہیں، اتوار کو مالیگاؤں پہنچ رہے ہیں، میں ان کے پاس آج ہی مالیگاؤں پہنچ کر ان کے ساتھ بھوپال ہو کر ہم سب دہلی انشاء اللہ جاویں گے۔

مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری بغداد پہنچ گئے ہیں۔ بصرہ کے راستہ سے انشاء اللہ ۴/ جولائی کو بمبئی پہنچ جاویں گے۔ مجھ ناکارہ اور گنہگار کو دعا میں یاد فرمائیں، آپ کا دل ٹوٹا ہوگا۔ ''انا عند المنکسرة قلوبهم'' کے مصداق آپ کی دعا زیادہ قبول ہوگی۔ بچوں کو پیار، گھر میں سلام عرض ہے۔

۵/ محرم الحرام ۸۲ھ شنبہ

تعزیت نامہ: مولانا ابراہیم صاحب دیولوی مدظلہ
حال مقیم مرکز نظام الدین نئی دہلی

بسم الله الرحمن الرحيم

عزیز جناب اسماعیل صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مزاج شریف بخیر

دوستوں کے خطوط اور اخباروں کے ذریعہ حضرت والد صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر ہوئی۔ حضرت مولانا کا وصال نہ صرف ان کے متعلقین کے لئے بلکہ پورے گجرات کے لئے المیہ ہے۔ ہماری طرف سے تعزیت مسنون قبول فرمائیں۔

ہم خدام حضرت مرحوم کے لئے، نیز حضرت کے متعلقین کے لئے دست بدعا ہیں۔ حضرت مرحوم کے درجات کی بلندی کے ساتھ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ آمین!

محتاج دعا

بندہ ابراہیم غفرلہ

دیولا، ضلع بھروچ

تعزیت نامہ: مولانا اسماعیل مجادری مدظلہ ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ آنند

جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند

مکرمی مولوی اسماعیل صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواباً عرض ایں کہ "کل من علیھا فان" بایں وجہ صبر ہی کرنا ایک مردمومن کا کام ہے۔ ہم جملہ متعلقین مدرسہ آپ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں اوردعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس عطافرمائیں، آمین۔ نیز مورخہ: ۹رمحرم کوختم قرآن کرکے ایصال ثواب کیا گیا۔ باقی خیریت۔ والسلام۔ حسب ارشاد حضرت مہتمم صاحب

اسماعیل عفی عنہ مجادری، ناظم تعلیمات ۲۸/۱/۹ھ

تعزیت نامہ: جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم صاحب

ایڈیٹر ماہنامہ "پیغام" گجراتی

از: کاوی مورخہ ۱۳رجون ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزی ومکرمی جناب اسماعیل بھائی میاں صاحب زیدمجدکم

بعدازسلام مسنون عنایت نامہ موصول ہوا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا، آپ صبر فرمائیں۔ اور متعلقین کو صبر کی تلقین فرماتے رہیں۔

پیغام میں اس وقت اجمالی اطلاع دی ہے، اگر ممکن ہوتو حضرت کے مختصر حالات قلمبند فرما کر ارسال فرماویں عنایت ہوگی۔ امید کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

نیازمند

عیسیٰ بھائی ابراہیم (مدیر پیغام کاوی)

تعزیت نامہ: مولانا عبدالحق میاں صاحب

مہتمم مدرسہ اصلاح البنات سملک

محترم عزیز القدر جناب بھائی میاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والا نامہ حادثۂ جانکاہ کی خبر لے کر پہنچا۔ اس سے قبل ترکیسر میں ہی والد مرحوم کے انتقال کی خبر ملی تھی۔ حقیقت میں دل کو دھچکا پہنچا۔ خدا غریق رحمت کرے۔

مرحوم اپنے پیچھے اچھی علمی یادگار اور گجراتی علماء کے لئے صحیح عالم باعمل ہونے کی بزرگانہ دلیل چھوڑ گئے۔ سخت افسوس کہ آخری دیدار سے محرومی رہی۔

مجھے پہلے لکھنا چاہئے تھا، مگر مصروفیت رہی اور ترکیسر میں حاضری نہ رہی، کل رات ہی گھر پہنچا' اور والا نامہ پڑھا، سخت احساس ہوا کہ بجائے تعزیت نامہ ارسال کرنے کے آں مکرم نے خط لکھا، اور آپ کے دست کرم کا تحریر کردہ والا نامہ زیر بصر کرنا پڑا۔

قبلہ والد صاحب بھی مرحوم کے کھرے مداحوں میں سے ہیں۔ قلبی رنج ہوا خدا غریق رحمت کرے، اور اعلیٰ علیین میں بہتر سے بہتر درجات نصیب کرے، اور اولاد صالح کو ہمارے لئے یادگارانہ ماحول میں بانام باعمل رکھے۔ دنیا کے چہرے پر فنائیت کا لیبل لگا ہوا ہے۔ بشر کے لئے داعئ اجل کو لبیک کہنا ضروری جو ٹھہرا۔ ہزار آہ وگریہ بے سود ہے۔

آپ دلدار یادگار رہو' ہمارے لئے رہبر ہو، آپ سے صبر کی تلقین کرنا آپ کی عزیمت کو چیلنج کرنا ہے، مجھے امید ہے کہ مرحوم کی علمی' عملی استقامت کو اپنی روح سے وابستہ رکھ کر مرحوم کی روح کو زندہ رکھیں گے۔ احقر اور قبلہ والد صاحب صدمہ جانکاہ میں شریک غم ہیں اللھم اغفرہ وارحمہ وسکنہ فی الجنۃ ۔ مولانا یوسف صاحب، دیگر علمائے کرام کی خدمت میں سلام مسنون۔

احقر عبدالحق

تعزیت نامہ: حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن واصف صاحب
(ابن حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب)

۱۶؍جون ۱۹۶۲ء دہلی

(مدرسہ امینیہ دہلی)

برادر عزیز مولوی بھائی میاں سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کا: ۷؍محرم ۸۲ھ کا لکھا ہوا خط ملا۔ حضرت مفتی صاحب کی خبر وفات صبح اخبار الجمعیۃ کے سنڈے ایڈیشن میں بھی پڑھی، صدمہ اور رنج ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ بہت بڑی بابرکت ہستی سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالی آپ کو، آپ کے بہن بھائیوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مفتی صاحب مرحوم کی روح پاک کو درجات علیا عطا فرمائے۔

ہمارے مدرسے کے تمام مدرسین وطلبا دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ اپنی والدہ محترمہ کو سلام اور بہن بھائیوں کو دعا کہہ دیجئے۔ فقط والسلام۔

دعا گو حفیظ الرحمٰن واصفؔ

تمنا کو قرار آئے نہ آئے
پلٹ کر پھر بہار آئے نہ آئے
یوں ہی جینا ہے اس دنیا میں واصف
یہ دنیا سازگار آئے نہ آئے

تعزیت نامہ: مولانا محمد سعید صاحب راندیری، مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر

جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ راندیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر عزیز جناب بھائی میاں صاحب زادمجدہ وشرفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اقدس مولانا مرغوب احمد صاحب مرحوم کی وفات سے گجرات ایک متبحر عالم دین سے محروم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ بلند سے بلند تر کرے اور آپ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

آپ کی سعادتمندی ہے کہ پدر بزرگوار کی خوب اچھی طرح خدمات انجام دیں جس سے مرحوم ہمیشہ خوش تھے، اور دل سے دعا دیتے تھے، یہ آپ کی بڑی خوش نصیبی ہے۔ عَظَّمَ اللہُ اَجْرَکَ۔ والسلام خیر ختام۔ ناچیز: محمد سعید راندیری

خادم جامعہ حسینیہ۔ راندیر، سورت

تعزیت نامہ: مولانا عبدالحنان صاحب

مہتمم مدرسہ ویتیم خانہ ہدایت الاسلام سانگلی

از: دفتر مدرسہ ویتیم خانہ ہدایت الاسلام سانگلی، ۱۵؍جون ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبّ مکرم مولوی اسماعیل صاحب دام محبتہ　　　　وعلیکم السلام

نامۂ غم ملا، پڑھ کر بے حد صدمہ اور رنج ہوا۔ خدائے تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے، اور آپ کو اور جملہ پسماندگان کو

صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آپ نے حضرت کی خدمات کا کما حقہ حق ادا فرمایا ہے، اس کا اجر آپ کو ملے گا۔
حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت مقبول بارگاہ ہے۔

مدرسہ میں تعزیت کی ہے، اور ایصال ثواب کیا گیا ہے، ہر وقت دعا ہے کہ خدا آپ کو صبر عطا فرمائے، آمین۔ پرغم بندہ:

محمد عبد الحنان غفرلہ
مہتمم مدرسہ ویتیم خانہ

تعزیت نامہ: مولانا محمد سورتی صاحب، صدر جمعیۃ علمائے سورت

مورخہ ۶/۶/۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادرم محترم بھائی میاں صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام معلوم ہو کہ آج آپ کے والد کے انتقال پر ملال کی خبر سنی، از حد افسوس ہوا کہ حاضر نہ ہو سکا۔

اور اس قحط الرجال کے دور میں آپ کے والد مرحوم کی کمی جس قدر محسوس کی جائے گی اس کا اندازہ آئندہ کا وقت بتائے گا۔ اور تو کیا لکھوں بندے کے لئے کوئی کام کاج ہو تو تحریر فرمائیں۔ میری دلی دعا ہے کہ خداوند قدوس آپ کو اور حضرت مرحوم کے متوسلین ومتعلقین کو صبر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین والسلام۔ سب کا سلام سب کو سلام۔

آپ کا بھائی: محمد سورتی غفرلہ
خادم جمعیۃ علماء گجرات

نواں باب

متفرق مضامین وتحریرات

یہ باب حضرت صاحبِ سوانح کے مضامین وتحریرات پر مشتمل ہے

مختصر آپ بیتی

از: مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

فہرست مضامین

ولادت ونام..	۲۷۱
تعلیم..	۲۷۱
جامع العلوم کانپور میں..	۲۷۲
حضرت عثمانی کی ذہانت..	۲۷۲
فراغت ودستار فضیلت..	۲۷۳
حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کی خدمت میں..	۲۷۳
حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں..	۲۷۳
حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں..	۲۷۴
محدث کبیر علامہ شیخ حسین یمنی کی خدمت میں..	۲۷۴
حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت..	۲۷۴
مدرسہ اسلامیہ لاچپور کی تجدید..	۲۷۵
کلکتہ میں تجارت..	۲۷۵
سفر رنگون اور دینی خدمات..	۲۷۵
وطن واپسی..	۲۷۶
دوسرا سفر رنگون..	۲۷۶
جامع مسجد لاچپور کی تعمیر..	۲۷۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راقم الحروف مرغوب احمد لاجپوری غفراللہ لہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کے طالب علمی کے زمانے اور بعد کے مختصر حالات، بعض مخلص حضرات کے اصرار وارشاد پر لکھے ہیں تاکہ احباب کے لئے اور میری اولاد کے لئے بطور یادگار رہے۔

ولادت ونام

اس عاصی کی ولادت: ۳؍ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق: ۱۳؍ستمبر ۱۸۸۳ء بروز جمعرات بوقت صبح ہوئی۔ احمد میاں نام رکھا گیا۔

تعلیم

قرآن کریم ناظرہ حافظ احمد مالویہ صاحب مرحوم سے پڑھا، اور حفظ شروع کیا۔ پانچ پارے یادکرنے کے بعد شہر سورت میں حافظ عبداللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد فاضل صاحب کی خدمت میں چھ پارے اور یادکرنے کے بعد بوجہ فطری ضعف وکمزوری حفظ کا سلسلہ ملتوی کردیا، اور لاجپور میں ۱۳۱۳ھ میں حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے ''آمدن سی لفظی'' اور ''مصدر فیوض'' پڑھی، اس کے بعد کریما، پندنامہ، قواعد فارسی، گلستاں، بوستاں'' مرحوم مولانا احمد میاں صاحب سے پڑھنے کے بعد: ۱۳۱۵ھ کی محرم سے عربی کا سلسلہ شروع کیا۔

اللہ کے فضل وکرم اور شفیق استاذ کی تعلیمی برکات سے: ۱۳۱۸ھ کی ذی الحجہ تک چار سال مسلسل تعلیم سے صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، اور ''مشکوۃ شریف'' اور ''صغریٰ'' لے کر ''شرح تہذیب'' تک کتابیں پڑھیں۔

جامع العلوم کانپور و دہلی میں

راقم الحروف: ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں داخل ہوا۔ ۱۳۲۰ھ کے شعبان میں کانپور میں بہت زوروں کا طاعون پھیلنے سے مدرسہ میں تعطل ہوجانے سے راقم الحروف دہلی چلا آیا۔ رمضان المبارک دہلی میں گذرانے کے بعد شروع شوال میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے: ’’شرح جامی‘ شرح تہذیب‘ قطبی‘ میر قطبی‘ شرح وقایہ‘‘ اور ’’نورالانوار‘‘ میں داخلہ کا امتحان لیا، اور آئندہ سال کے لئے ’’مشکوٰۃ شریف‘ جلالین شریف‘ ملا حسن‘ میبذی‘ مختصر المعانی‘ اور ’’مقامات حریری‘‘ کے اسباق متعدد اساتذہ سے پڑھنے شروع کئے۔

حضرت عثمانی کی ذہانت

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ہم جماعت تھے، اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ قریب قریب ہماری پوری جماعت اسباق کے تکرار میں حضرت علامہ عثمانی سے مستفید ہوتی تھی۔

بوجہ خرابی صحت فقیر بہت عرصہ تک دارالعلوم میں قیام نہ کرسکا، اور حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی کی خدمت میں جانے کے لئے دیوبند سے دہلی آیا، اور بعض سورتی احباب کے پاس مدرسہ ’’مولوی عبدالرب صاحب‘‘ میں کچھ روز قیام کرنے سے دہلی کی علمی فضا زیادہ پسند آئی، اور حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار و تلمیذ رشید حضرت مولانا عبد العلی صاحب صدر مدرس و شیخ الحدیث‘ مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم کی شفقت و نظر نے گھائل کردیا، اس لئے بجائے امروہہ کے دہلی ہی میں مقیم ہوگیا۔

۱۳۱۹ھ سے: ۱۳۲۳ھ تک دو وقت کانپور اور دو وقت دہلی کے قیام میں پانچ سال کا زمانہ گذارا، شرح تہذیب‘ قطبی‘ میر قطبی‘ شرح جامی‘ نورالانوار‘ الطریف الادیب الظریف‘

مختصر المعانی، مطول، جلالین شریف، میبذی، ہدایہ آخرین، کانپور جامع العلوم کے مختلف ومتعدد اساتذہ سے پڑھیں، اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی یہیں نصیب ہوئی۔

مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی میں حسامی، توضیح وتلویح، ملاحسن، حمداللہ، قاضی مبارک، زواہد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی، حاشیہ عبدالحکیم، تصریح شرح چغمینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف" تا سورہ بقرہ، اور "صدرا شمس بازغہ کا کچھ حصہ اور صحاح ستہ یعنی دورۂ حدیث متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔

فراغت ودستار فضیلت

۱۳۲۳ھ کے شعبان کے سالانہ اجلاس میں حضرۃ الاستاذ کی فرمائش پر مجمع عام میں تقریر کا موقع فقیر کو نصیب ہوا۔ حضرت زبدۃ العارفین مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے سند حدیث ملی۔

حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں

حضرت شاہ صاحب کو خاص علمی خدمت کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے حضرۃ الاستاذ سے فرمائش کی اور حضرت استاذ کے ارشاد کی بناء پر فقیر کچھ روز کے لئے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ چندروزہ حاضری میں حضرت شاہ صاحب فقیر سے بہت خوش رہے، اور بہت بہت دعائیں دیتے رہے، قدس اللہ سرہ۔

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمہ اللہ کی خدمت میں

شوال ۱۳۲۳ھ میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی خاص زیارت

کے لئے علی گڑھ کا سفر کیا۔

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں

اسی ماہ میں تجوید کے شوق میں حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوا، ابھی ہفتہ بھر بھی نہیں گذر پایا تھا کہ وطن سے برادر معظم کا طلبی کا تار پہنچا، بادل ناخواستہ تعلیمی سلسلہ چھوڑ کر مکان چلا آیا۔

محدث کبیر علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ کی خدمت میں

۱۳۲۴ھ میں ایک مخلص محبّ کی شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا۔ بھوپال میں ہر علم وفن کے جامع علماء کی موجودگی سے شہر بہت بابرکت نظر آیا۔

حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی محدث وقاضی شہر بھوپال کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہوا' اور مختلف متعدد علمی باتیں آپ سے دریافت کرتا رہا۔ فقیر جب حاضر ہوا اس وقت حضرت کی عمر اناسی (۷۹) سال کی تھی۔ کسی سائل کے علمی سوال کا جواب منٹوں میں صفحہ بھر کر تحریر فرما دیتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی کی خدمت میں دو ماہ مستقل قیام کیا، مولانا ممدوح حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے خلفاء میں سے تھے، نہایت خاضع' خاشع' متقی' متورع' پابند شرع' متبع سنت بزرگ تھے۔ فقیر ممدوح سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوا، اوراد وظائف واذکار کی تعلیم کے ساتھ مراقبہ ومحاسبہ کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ بڑی سخت شرطوں کے ساتھ ہفتہ بھر کا چلہ کرایا۔ ۱۹۱۵ء میں مدینہ طیبہ میں مولانا

انتقال فرما گئے۔نہایت بابرکت بزرگ تھے۔اہل مدینہ مرحوم کا بہت ادب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ادب اس ہندی سے سیکھو" قدس اللہ سرہ ، اللھم ارفع درجتہ "

مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی تجدید

۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں کچھ عرصہ کے تعطل کے بعد پھر درس وتدریس کا سلسلہ باقاعدہ جاری کیا۔جس میں عربی فارسی اردو کے ساتھ باقاعدہ قراءت وتجوید کا خاص اہتمام کیا۔ساتھ ہی گجراتی تعلیم کا انتظام کیا کہ طلبہ کو مدرسہ چھوڑ کر اردو سرکاری اسکول میں جانے کی ضرورت نہ رہے۔خدا کے فضل سے:۱۹۳۳ھ تک مدرسہ اچھی طرح چلتا رہا،اس کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر تعطل پیدا ہوگیا۔

کلکتہ میں تجارت

۱۹۱۴ء میں فقیر نے شہر کلکتہ میں تجارت شروع کی' جو بوجہ جنگ عظیم کے ختم ہوگئی، چند ماہ کے بعد دکان اٹھا کر وطن چلا آیا۔

سفر رنگون اور دینی خدمت

۱۹۱۵ء میں مولانا ابراہیم صاحب راندیری نے رنگون پہنچنے پر مجبور کیا۔فقیر: ۱۹۱۵ء کے اخیر میں رنگون پہنچا۔مولانا مرحوم نے جناب مرحوم عارف معلم صاحب کے بزرگوں کے اوقاف سے "مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ" کا افتتاح کرایا اور فقیر کو مدرس عربی بنا کر مدرسہ کا کام شروع کرایا۔علاوہ عربی فارسی کی تعلیم کے دارالافتاء کا ایک شعبہ قائم کیا' اور یہ خدمت بھی فقیر کے ذمہ رہی، مقامی اور بیرونی طلبہ کا خاصہ مجمع ہوگیا، باقاعدہ بورڈنگ کا انتظام کیا،کئی ایک مدرس وحفاظ دینی خدمت میں لگے رہے۔

وطن واپسی

اس کے بعد میرے برادر معظم: ۱۹۱۹ء میں افریقہ چلے گئے اور مکان پر کوئی مرد رہا نہیں، اس لئے مدرسہ سے تعلق قطع کر کے: ۱۹۱۹ء کی اکتوبر میں وطن چلا آیا۔ مسلسل ۱۹۲۴ء تک مکان ہی پر رہا۔

دوسرا سفر رنگون

اسی اثناء میں رنگون کے مدرسہ معلمیہ میں بوجہ انحطاط پیدا ہو جانے کے مدرسہ کے ناظم صاحب نے پھر مجھے مجبور کیا کہ میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لوں۔ فقیر بھی لاجپور کی جامع مسجد کی تعمیر کی فکر ہی میں تھا کہ رنگون سے تار و خطوط طلبی کے پہنچے۔ فقیر نے مسجد کی تعمیر کے باب میں اس طلبی کو غیبی مدد سمجھ کر رنگون کا ارادہ کر لیا، اور اپریل: ۱۹۲۵ء میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی نظامت کا عہدہ سنبھالا اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کے لئے سرمایا فراہم کرتا رہا۔

جامع مسجد لاجپور کی تعمیر

ڈیڑھ سالہ قیام کے بعد لاجپور پہنچ کر جامع مسجد کی جدید تعمیر کا کام اللہ کے بھروسہ پر اہل قریہ کی ایک خاص جماعت کے تعاون کے ساتھ شروع کر دیا، مختلف اور متعدد جگہ سے مالی امداد ملنے پر اور نواب ابراہیم خان صاحب والی سچین کی خاص امداد اور حوصلہ افزائی سے ۲۷ء میں: ۳۲/ ہزار کی لاگت سے ایک شاندار عمارت اللہ کے فضل و کرم سے تیار ہو گئی' جو جماعت خانہ اور برآمدہ پر مشتمل تھی، بقیہ عمارت کے لئے پھر رنگون اپنی اصلی جگہ پر پہنچا۔ مدرسہ کے ضروری انتظام کے ساتھ ساتھ فراہمی سرمایہ کی سعی بھی کرتا رہا۔

خطبۂ استقبالیہ

دھی سورتی سنی وہورا مسلم ایجوکیشن سوسائٹی کے جلسہ پر لاجپور میں پڑھا گیا خطبۂ استقبالیہ

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب

....

فہرست مضامین

لاجپور..	۲۷۹
حضرت میر سید فقیر اللہ صاحب..	۲۷۹
مولانا سید لیاقت علی الہ آبادی...	۲۷۹
لاجپور کا تعلیمی حال...	۲۸۱
حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری................................	۲۸۱
قطعہ..	۲۸۲
مسلمان کی پستی کا باعث..	۲۸۳

خطبۂ استقبالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات ممبران دھی سورتی سنی وہورا مسلم ایجوکیشن سوسائٹی، ومعزز مہمان کرام وجملہ حاضرین جلسہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلس استقبالیہ کی جانب سے خصوصاً اور باشندگان لاجپور کی جانب سے عموماً میں صمیم قلب اور مسرتانہ جذبات کے ساتھ آپ محترم ومعزز (حاضرین کا) جو ضلع سورت کے مختلف مقامات اور ''راج پیپلا'' اسٹیٹ سے یہاں تشریف لائے ہیں' خیر مقدم کرتے ہوئے ''اھلا وسھلا ومرحبا'' عرض کرتا ہوں۔

آپ حضرات نے جس ہمدردی وشفقت اور مسلمانوں کی دینی ودنیوی ضروریات کی خاطر سخت گرمی کے زمانہ میں تکلیف برداشت کرکے اور اپنے ضروری مشاغل اور کاروبار چھوڑ کر ہماری اس بستی میں' جس کو کبھی ''معدن علم وعمل اور مخزن فضل وکمال'' کہا جاتا تھا' تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی، اس کے لئے ہمارے دلی جذبات منت سے لبریز ہیں۔

میں نے ابھی اس بستی کو ''معدن علم وعمل ومخزن فضل وکمال'' کہا ہے۔ کہیں ناواقف حضرات اس کو مبالغہ سمجھیں، اس لئے میں ادب واحتیاط کے ساتھ اس کے متعلق کچھ تھوڑی سی تفصیل بیان کردوں بقول مرزا غالب ؎

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
چہ وانہ مدح و ثنا حاجت نیست

لاجپور

لاجپور اسلامی ریاست میں ہونے کی وجہ سے تقریباً ڈیڑھ سو سال سے اس بستی میں ریاست کی فرمان روائی کی وجہ سے حضرات علم وعمل وفضل وکمال وبزرگان دین علماء وفضلاء وشعرائے باکمال، وقتاً فوقتاً یہاں آتے رہے ہیں، اور اپنے فیوض ظاہری وباطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے، اور شعرائے باکمال اپنے جوشیلے اشعاروں سے اہل بستی کے دلوں کو گرماتے رہے ہیں، جن سے اس بستی کے دلوں میں علمی وادبی کلامی ذوق کی چاشنی پیدا ہوتی رہی۔

حضرت میر سید فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ

اس بستی کو خوش قسمتی سے آج سے ایک سو برس پہلے ایک شریف سید بزرگ حضرت میر فقیر اللہ نامی نے بوجہ تعلق خاص ورشتۂ دامادئ نواب صاحب لاجپور کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ یہ عمر رسیدہ شریف بزرگ علم ظاہری وباطنی کے جامع تھے، اور فارسی کے مسلم استاذ تھے۔ ان کی ذات ستودہ صفات سے بہت لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری، حضرت سید طٰہٰ صاحب لاجپوری، اور مولانا محمد سامرودی یہ سب حضرات انہیں بزرگ کے شاگرد تھے۔

مولانا سید لیاقت علی الٰہ آبادی رحمہ اللہ

ان کے بعد: ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد حضرت مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی، جنہوں نے غدر میں بہت بڑا حصہ اپنے وطن عزیز کو انگریزوں سے چھڑانے میں جنگ میں گذارا تھا اور جنہوں نے نہایت بہادری اور شجاعت سے لڑکر الہ آباد انگریزوں سے لے لیا

تھا' اور خاندان تیموریہ کے آخری تاجدار نے مولانا کو الہ آباد کا نواب مقرر کر دیا تھا۔ کوئی چھ ماہ حکومت کے بعد انگریزوں نے بڑی فوج سے الہ آباد پر حملہ کر دیا، مولانا کی جماعت اور ان کا لشکر مقابلہ نہ کر سکا، بہت کچھ جنگ وجدال کے بعد الہ آباد پر انگریز کا قبضہ ہو گیا، مولانا اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ اپنا بچاؤ کرتے ہوئے قلعہ سے باہر نکل آئے' اور روپوشی کی حالت میں نوساری پہنچے اور لاجپور والوں سے ملنے پر لاجپور کے چند حضرات مولانا کو لاجپور لے آئے۔

نواب سچین ابراہیم خان مولانا کا بہت معتقد ہو گیا، اور مولانا کے حسب مرضی ایک مکان جامع مسجد کے پیچھے قبرستان کے متصل بنوا دیا۔ مولانا اپنے بال بچوں کے ساتھ دس سال سے کچھ زیادہ لاجپور میں رہے۔ مولانا کی ذات بابرکت سے مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا۔

حضرت مولانا لیاقت علی صاحب' سید شریف خاندان کے نہایت مقدس متقی اور پرہیز گار' جامع کمالات ظاہری وباطنی بزرگ اور مجاہد اعظم تھے۔ ان کی طویل صحبت کی وجہ سے مسلمانوں میں دینداری' خداترسی' علم وعمل کا شوق پیدا ہو گیا۔

سب سے پہلی اصلاح مولانا نے مسلمان عورتوں کے ہندوانہ طرز کے لباس میں کی۔ عموماً گجرات کی مسلم عورتوں کا لباس لہنگا اور کرتی تھی' مولانا نے مسلمانوں سے اس لباس کے ترک کا عہد کرایا' اس روز سے مسلم عورتوں نے گھگھرا اور لہنگا اور کرتی پہننا چھوڑ دیا، اور نیچا کرتہ پوری آستین کا اور پاجامہ' سربند اور اوڑھنی کا لباس اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ گجرات کے اکثر علاقوں میں یہ بہتر اور سادہ لباس کا رواج شروع ہو گیا۔ الحمدللہ اس نیک کام کی ابتدا لاجپور ہی سے ہوئی۔

لاجپور کا تعلیمی حال

تعلیم کا حال یہ تھا کہ دیو بند کے مدرسہ کی ابتداء ۱۸۶۶ء (مطابق ۱۲۸۳ھ) میں ہوئی، اس کے بعد لاجپور میں مدرسہ اسلامیہ کا افتتاح ہوا، جس میں جناب مولانا شمس الحق صاحب کابلی اور مولانا خدا بخش صاحب پنجابی تھے۔

یہ مدرسہ مولانا لیاقت علی صاحب کی برکت کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا غالبًا: ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں گرفتار کر کے جزیرۂ انڈمان بھیج دیئے گئے، اور: ۱۲۹۰ھ مطابق: ۱۸۷۲ء میں انتقال کر گئے۔

کئی سال مدرسہ بند رہا۔ اس کے بعد حضرت صوفی صاحب اور لاجپور کے باثر اور دیندار لوگوں کی کوشش سے پھر سے یہی مدرسہ: ۱۲۹۴ھ مطابق: ۱۸۷۷ء میں جاری ہوا، جس میں قابل قدر علماء جناب مولانا عبد الہادی صاحب اور جناب مولانا احمد علی بھمڑی والے درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ یہ مدرسہ کئی سال تک جاری رہا۔ ۱۲۹۴ھ کی مطبوعہ رپورٹ میرے پاس موجود ہے۔

زمانہ کی رفتار کے مطابق ایک عرصہ کے بعد یہ مدرسہ موقوف ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۴ھ مطابق: ۱۸۹۶ء میں حضرت مولانا احمد میاں صاحب خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نے للہ فی اللہ مدرسہ اسلامیہ کو روشن کیا۔

حضرت مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ

مولانا مرحوم بڑے عالم، جامع معقول ومنقول تھے۔ آپ نے نہایت شوق سے درس نظامیہ کے موافق باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، جس سے اطراف واکناف بلکہ دور دراز کے تشنہ علوم طلبہ نے آپ سے ایک معتد بہ حد تک علوم عربیہ حاصل کئے، اور ایسی باقاعدہ

تعلیم کا عمدہ نتیجہ اوراثر یہ ہوا کہ آپ کے شاگردوں میں سے تقریباً پندرہ حضرات نے ہندوستان کے مختلف مدارس میں پہنچ کر درس نظامیہ کی تکمیل وعلوم عربیہ شرعیہ تفسیر واحادیث وفقہ اورعلوم عقلیہ میں فلسفہ منطق وریاضی میں مہارت تامہ حاصل کی۔

جس سے یہ کہنا صحیح ہے کہ درس نظامیہ مروجہ مدارس اسلامیہ ہند کے طرز پر باقاعدہ ترتیب وارعلوم عربیہ کی تعلیم میں آپ کا درس: ۱۳۲۰ھ کے قبل خصوصیت سے ممتاز تھا، چنانچہ ضلع کے اکثر علماء اس وقت آپ ہی کے شاگرد تھے، مثلا:

جناب مولانا احمد حسن بھام مرحوم بانی مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل' اورسابق مہتمم جامعہ ڈابھیل مولانا احمد بزرگ صاحب' اور مولانا احمد درویش مرحوم' اور حاجی ابراہیم میاں سملکی صاحب' اور مولوی ابراہیم کفلتیوی' مولوی یوسف صاحب لاجپوری مرحوم' مولوی سید عمر مرحوم' مولوی سید عبدالحئ صاحب مرحوم اور جناب مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب بھوپالی مرحوم' جناب مولوی وزیرخاں صاحب حیدرآبادی' جناب مولوی الٰہی بخش صاحب پنجابی' اور راقم الحروف' یہ جملہ حضرات آپ کے درس سے مستفیض ہوئے۔

مولانا احمد میاں صاحب کے: ۱۳۲۷ھ مطابق: ۱۹۰۹ء میں انتقال پرملال پر مرحوم مولانا تجمل حسین بھروچی نے ایک مرثیہ فارسی میں لکھا تھا جس کے دوشعر آپ حضرات کو سنا کر اس کہانی کو ختم کرتا ہوں' اور بے وقت کی سمع خراشی سے آپ حضرات کا قیمتی وقت ضائع کیا' اس کی معافی چاہتا ہوں۔

قطعہ

مولد وہم مرقدش یک موضع دارالسرور — جائے مردم خیز ودلکش لاجپور آمد نشاں

از توابع ہائے سورت تحت نواب سچین — شد مدورائے رودبارخرش داز پہلوروان

مسلمان کی پستی کا باعث

آج مسلمان جس دور سے گذر رہا ہے اور جن آفات و بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث کا شکار ہو رہا ہے، اگر اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس کی بے عملی اور مذہبی امور سے بے پروائی اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام سے اعراض اور نافرمانی کے نتیجہ میں ہو رہا ہے' تو بیجا نہ ہوگا۔

اہل اسلام کا یہ متفقہ مسئلہ اور مسلمہ نظریہ ہے کہ ہر ترقی اور کامیابی اور فوز وفلاح قانون خداوندی پر عمل کرنے کے بعد حاصل ہوسکتی ہے، اور اس کے بغیر اگر کوئی آدمی کامراں بھی ہو تو وہ کامرانی اور کامیابی' فانی اور چند روزہ ہے اس دور کی پریشانیوں سے چھٹکارہ کا علاج صرف جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد فرمودہ احکام پر عمل پیرا ہو کر کامل مسلمان ہونے کی صورت میں ہی ممکن اور منحصر ہے، بس اس کے سوا کوئی راہ نہیں۔ قرآن پاک نے انجمن اور سوسائٹی وغیرہ مجلسوں میں اجتماعی طور پر کام کرنے والوں کے لئے مختصر جملوں میں ایک قانون بتلا دیا ہے کہ مسلمان اس پر چلیں تو دونوں جہاں میں اچھے رہیں' دنیا کی دولت اور آخرت کی عزت ہاتھ آوے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿ لَاخَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْمَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ م بَيْنَ النَّاس ﴾

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی' یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۱۴)

یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ صلاح ومشورہ کے لئے اگر مجلس اور سوسائٹی قائم کریں تو تین قسم کے کام کئے جاویں: ایک خیرات وصدقات جمع کرنے کا کام تاکہ ان میں یتیموں'

بیواؤں‘ محتاجوں‘ اور بیماروں کی پرورش اور خبر گیری کی جاوے اور طالبین علم کی امداد کی جاوے، محتاج خانے‘ بیت المعذ ورین اور بیت الشفاء اور مدارس قائم کئے جاویں۔

دوسرا: اچھے کام اور عمدہ پیشے اور کارآمد ہنروں کو جلدی جاری کرنے کے لئے زراعت‘ تجارت‘ صنعت وحرفت کی تکمیل کے لئے ادارے قائم کئے جاویں۔

تیسرا: مسلمانوں میں اتفاق واتحاد قائم کرنے کے لئے آپس کے جھگڑوں کو شرع کے موافق جماعت میں فیصلہ کئے جاویں۔

الحمدللہ کہ آپ کی سوسائٹی کے مقاصد میں قرآنی تعلیم کے دینی ودنیوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے وظائف مقرر کرکے ہندو بیرون ہند کی تعلیم گاہوں میں بھیج کر طلبہ کو اعلیٰ تعلیم دلانا اور صنعت وحرفت کی تعلیم دلا کر طلبہ کو آزادانہ طور پر معاش پیدا کرنے کے قابل بنانا داخل ہے اور یہ سوسائٹی کا خاص مقصد ہے۔

آخر میں مکرر آپ حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے آپ حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان ارادوں میں آپ کو کامیاب کرے اور سوسائٹی کو اتنی برکت نصیب ہو کہ کسی مشہور مقام پر دارالاقامہ یعنی بورڈنگ قائم کرکے غریب طلبہ کو کم خرچ میں زیادہ مستفید ہونے کا موقع نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نیک ارادوں اور حوصلوں میں قوت دے اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی مزید توفیق دے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و الصلوة والسلام على خاتم النبيين وعلى آله واصحابه اجمعين۔

مرغوب احمد لاجپوری

مورخہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۵۱ء

پیغام و
معائنہ جات

از: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد
صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

مجلس خدام الدین کے افتتاح پر مبارک بادی اور مفید نصائح پر مشتمل اہم پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما ،امابعد! راقم الحروف کو یہ خبرسن کر بڑی مسرت ہوئی کہ ہماری قوم کے، ہمارے عزیز نوجوان، جوشیلے علماء نے (جن میں اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے دینی وملی خدمت کا شوق، ولولہ، جذبہ اور تڑپ پیدا فرمائی ہے) ''خدام الدین'' نام کی ایک مجلس قائم کی ہے، جس کا بنیادی پتھر مؤرخہ: ۷/نومبر ۱۹۵۲ء کو صوفی باغ سورت میں رکھا گیا ہے، جس کے اغراض ومقاصد کی روح دینی وملی خدمت ہے۔ اغراض ومقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے صاف وصریح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبارک جماعت، یہ بابرکت انجمن و مجلس کے جوشیلے ارکان مسلمانوں کی دینی وملی خدمت کسی نہ کسی طرح کرنے کا جذبہ اور شوق لے کر میدان عمل میں اتری ہے۔ مجھے اللہ رب العزت کی بے نیاز ذات سے بفحوائے قرآن حکیم وکلام ربانی: ﴿ وانا لہ لحافظون ﴾ کامل امید ہے کہ اللہ تعالی اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور انشاء اللہ ضرور کرے گا۔

لیکن اس مادی دنیا یعنی اس عالمِ اسباب میں ہر کام کے لئے کوئی نہ کوئی سبب اور ذریعہ اللہ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے پیدا و مقرر فرما دیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالی ہر زمانہ میں اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنی مخلوق میں سے چند بابرکت نفوس کی جماعتوں کو اس دینی خدمت کے لئے آمادہ و مستعد فرما کر اپنے دین کی خدمت لیتا رہا ہے، اور تا قیام قیامت لیتا رہے گا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالی نے اس قسم کے رجال پیدا فرمائے کہ وہ دینی خدمت کا جذبہ اخلاص کے ساتھ لے کر اٹھے اور انہوں نے اپنی ہمت کے موافق کام کیا۔

اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے یہی سلسلہ دینی خداموں کے ذریعہ قائم رہے گا، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ: " لا یزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق " الخ سے ظاہر ہے، لیکن ہم کو اتنی ضرورت ہے کہ اس دینی خدمت میں ہماری بھی کچھ نہ کچھ ٹانگ اڑ جائے۔ ہماری سعی، ہماری دوڑ دھوپ، ہمارا قول، ہمارا فعل، ہمارا حال، ہماری جان کسی کو بھی خدمتِ دین میں دخل ہو جائے، تو کل قیامت کے دن منہ دکھانے کو جگہ ہوگی، اور ہم قیامت میں اللہ رب العزت کے سامنے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے آگے یہ تو کہہ سکیں کہ یا اللہ! ہم ناکارہ گنہگاروں نے تیرے دین کی حفاظت و اشاعت میں اپنی طاقت کے موافق کام کیا، اور اے اللہ! اگر ہم سعی میں خاطر خواہ کامیاب نہ ہوئے، لیکن تیرے دین کے خداموں کی فہرست میں یہ کہہ کر کہ: ع ''ہم بھی تیرے خریداروں میں ہیں'' اپنا نام تو لکھوا دیا ہے ؎

ہمیں بس گرچہ من کاسد قماشم — کہ در سلک خریداران باشم

برادرانِ اسلام! یہ تو ظاہر ہے کہ انفرادی حیثیت سے اجتماعی حیثیت زیادہ کارآمد اور مفید ہے۔ اور اجتماع بھی مخلص علماء کا نہایت بابرکت اجتماع ہے، اس لئے کہ قومی جسم کی روح علماء کی جماعت ہے، اور یہی علماء کی جماعت حقیقۃً مسلمانوں کی مذہبی قائد ہے، اس لئے نوجوان اخلاص شعار علماء کی یہ سعی گجرات کے علماء، حفاظ، وہمدردانِ ملت و بہی خواہانِ اسلام کی ایک مشترکہ جماعت دینی، ملی و معاشرتی، اصلاحی، منتشر قوت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی بہترین سعی ہے، جس کا راز حضور اکرم ﷺ نے اپنے ارشادِ ہدایت بنیاد: ''ید الله علی الجماعة'' میں کھول دیا ہے، اس لئے یہ جماعت، یہ مجلس قابلِ مبارک باد اور لائق صد تحسین ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے، اور اس جماعت کو اپنے دینی مقاصد میں کامیاب

فرماوے، آمین۔

غالباً میری اس تبریک اور تحسین سے اور چند بھڑکتے ہوئے تعریفی جملوں سے عارضی طور پر مجلس کے ارکان محظوظ ہو سکتے ہیں، لیکن اس قسم کی وقتی اور عارضی مسرت ان کے ولولے اور درد کی دوا نہیں ہوسکتی۔ ضرورت ہے اس جماعت کے کارکنوں میں قائم و دائم جوش کی، نہایت صابرانہ ثبات قدمی کی، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریق عمل کی، اخلاص کی، اپنے نفس پر پورا قابو رکھنے کی، لومۃ لائم کی ملامت سے بے خوفی کی۔ غرض صادق مسلم اور مؤمن کامل کی شان پیدا کرنے کی۔ ضرورت ہے آپ کے نہاں خانہ دل میں سعی جمیل کا سچا جذبہ اور صحیح تڑپ، آپ کے اخلاق و کردار میں دلیرانہ استقامت و ایثار، آپ کے جوارح میں قوت عمل اور ارادوں میں پختگی کی، ورنہ یہ جلسے اور پر جوش تقریریں کھٹن اور بلند پایہ مقصد میں آپ کو کامیاب نہیں کرسکتیں۔

کیف الوصول الی سعاد و دونھا   قلل الجبال و دونھن حتوف

آپ حضرات خوب جانتے ہیں کہ جس اہم مقصد کو لے کر آپ اٹھے ہیں، اور اس کی تکمیل کے لئے جس وادی پر خار کو آپ برہنہ پا ہو کر عبور کرنا چاہتے ہیں، وہ مشکلات، صعوبات اور تکالیف کا جنگل ہے۔ قدم قدم پر مشکلات کا سامنا ہے، طرح طرح کی مصیبتیں اور قسم قسم کے عوائق و موانعات آپ کے دامن استقلال کو الجھائیں گے۔ غیروں کو چھوڑیئے، اپنوں کی صبر آزما اور حوصلہ شکن مخالفتیں درپیش ہوں گی، اور سب کچھ بدنی، مالی، جاہی اور جانی مشکلات پیش آئیں گی، اور آپ کے استقلال اور ثبات قدمی کو چیلنج دیں گی، لیکن یقین رکھئے کہ جس صحرائے پر خار میں آپ برہنہ پا چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ سے جنت کا دروازہ بہت ہی قریب ہے۔ حضور صادق مصدوق ﷺ کے ارشاد

گرامی: ’’حفت الجنة بالمکارہ‘‘ میں اسی کامیابی کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اس کے لئے محنت وجفاکشی، اس کی راہ میں جان توڑ کوشش اور جدوجہد آپ ہی حضرات کو کرنی ہوگی کیوں؟ اس لئے کہ ایسے اہم کام کا بار محبوں اور دینداری کے مدعیوں پر ہی ڈالا جاتا ہے اور وہی اس کے اٹھانے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں ۔

مکتبِ عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور　　اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی سنت مستمرہ ہے، جس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر ممکن نہیں۔ کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستہ پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان و آزمائش کی کسوٹی پر کسا نہ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولوں کا پاک زمرہ جن سے زیادہ پیاری اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کوئی ہستی نہیں، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے، بے شک ان کو مظفر و منصور کیا گیا، مگر کب؟ سخت ابتلا اور زلزال شدید کے بعد، جس پر قرآن حکیم ناطق ہے: ﴿حتى اذا استيئس الرسل و ظنّوا انّهم قد كذبوا جاء هم نصرنا فنجي من نشاء﴾ الآیہ۔

غرض ہر حال میں دین کے خادموں کو انبیاء و مرسلین اور ان کے سچے وارثوں کے طور و طریق پر اور ان کے نقش قدم پر نظر رکھ کر اپنی رفتار کو جاری رکھتے ہوئے کام کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کو ان کا سچا اتباع نصیب فرماوے، آمین۔

برادران اسلام! ایسے ہر اجتماعی و جماعتی نظام کو چلانے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے:

(۱)......اخلاص: جو ہر دینی کام کی روح ہے، یعنی کام کرنے والوں کی نظر میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہو، کوئی بھی عمل اگرچہ وہ بظاہر کتنا ہی نیک ہو، لیکن جب تک نیت میں اخلاص نہ ہو وہ عمل بے سود ہے، جب روح ہی نہ ہو تو قالب بے روح کس مصرف کا۔

بدون اخلاص کے کسی بڑے سے بڑے عمل کی کچھ حقیقت نہیں، اگر وہ کام محض اللہ تعالی کی رضامندی کے لئے ہے تو موجب اجر عظیم ہے' اور اگر نام ونمود کے لئے' شہرت وجاہ طلبی کے لئے ہے تو ایسا عمل قالب بے روح ہے۔ فساد نیت سے کام میں برکت نہیں ہوتی اور کام ناپائدار رہتا ہے۔

(۲)......کارکنوں میں حقیقی جذبہ' دینی خدمت کا شوق' ولوہ اور تڑپ۔

(۳)......سرمایہ: اول کے دو کام کارکنوں کے ذمے ہیں' اور تیسرا کام یعنی فراہمی چندہ یہ بہی خواہاں اسلام وہمدردان ملت کا ہے۔

آج کوئی ادارہ چھوٹا ہو یا بڑا' دینی وملی ہو یا قومی ہو' باہمی رواداری' امداد وتعاون کے بغیر چل نہیں سکتا، اس لئے دین دار اہل ثروت' مخیرّین کو ایسے ادارہ کی امداد کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس نیک کام کو باحسن وجوہ مسلمانوں کے لئے مفید اور پورا فرماوے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ' والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ، ننگ طلبہ ناچیز

مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ الکرام

۱۴؍ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۵۲ء' چہار شنبہ

....

بعد الحمد والصلوۃ! سال گذشتہ جوشیلے مخلص علماء کی ایک جماعت نے دینی وملی خدمات کے جذبات کے ماتحت بنام ''مجلس خدام الدین'' ایک ادارہ قائم کیا، الحمد للہ کہ ادارہ نے سال بھر کی جدو جہد وپیہم سعی سے چند مفید کام انجام دیئے، جس کی تفصیل ناظرین کو مجلس کی مطبوعہ سالانہ روئداد سے معلوم ہوگی، جس کا مجمل بیان حسب ذیل ہے:

(۱)......دس مکاتب کی نگرانی، حسب ضرورت مالی اعانت۔

(۲)...... پچاس دینی مدارس کے طلباء کو ماہانہ وظائف۔

(۳)......تقریباً پچیس، تیس تبلیغی جلسے۔

(۴)......متعدد دینی رسائل ومفید علمی اشتہارات کی مفت تقسیم۔

(۵)......حضرت یادگار سلف، حجۃ الخلف، شیخ الاسلام والمسلمین، مولانا مدنی مدظلہ کی زیر صدارت کڑود جیسے چھوٹے قصبہ میں ایک بے مثال مجلس کا سالانہ شاندار اجلاس، کہ جس کی نظیر صوبہ بمبئی کے وسیع علاقہ میں گذشتہ زمانہ میں بھی تلاش کرنے سے ملنی متعذر رودشوار ہے، جس سے مجلس کی مقبولیت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔

میں بہی خواہان اسلام اور ہمدردان ملت سے گذارش کروں گا کہ: وہ اس پرفتن دور میں ''مجلس خدام الدین'' کو ہر طرح مالی امداد واعانت فرمائیں، نیز مخلص حضرات کو بھی اس طرف توجہ دلا کر مجلس کی مالی مشکلات کو دور فرمانے پر سعی بلیغ کرتے ہوئے ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

آج کوئی ادارہ چھوٹا یا بڑا، دینی، ملی ہو یا قومی، باہمی رواداری، امداد واعانت کے بغیر چل نہیں سکتا، اس لئے دین دار مخیّرین کو ایسے ادارہ کی امداد کی طرف توجہ از حد ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلس کے مخلص کارگذاروں کی بے غرض خدمت کو قبول فرمائے اور آپس میں اخلاص واتحاد ومحبت سے کام جاری رکھنے کی مزید توفیق عنایت فرما کر ادارہ کو زیادہ سے زیادہ شرف قبولیت بخشے، آمین۔

راقم: مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام

مؤرخہ ۲۶؍جمادی الاول ۱۳۷۳ھ مطابق یکم فروری ۱۹۵۴ء

چند معاینہ جات برائے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)......مدرسہ تعلیم الدین واقع ڈابھیل سملک کا سالانہ امتحان مؤرخہ: ۲۲/۲۱ر شعبان ۱۳۲۷ھ بروز سہ شنبہ و چہارشنبہ کولیا گیا، گو مدرسہ میں میری حاضری ایسے وقت ہوئی کہ طلباء عربی، فارسی و اردو کے امتحان سے فارغ ہو چکے تھے، بلکہ مجھے طبعی رنج ہے کہ میں ان طلباء کی اس لیاقت کو جو ان سے بر وقت امتحان ظہور میں آئی نہ دیکھ سکا، تاہم میرے ان دوستوں نے جو مدرسہ کے ممتحن تجویز کئے گئے تھے، ان سے جو حالات میں نے طلباء کے سنے، اس سے مجھے نہایت مسرت ہوئی کہ اردو، فارسی و عربی کم سن لڑکوں نے اس خوبی سے برسر مجلس برجستہ الفاظ میں نہایت آسانی سے کتابی سوالات کے جوابات دیئے کہ اہل مجلس خوش ہو جایا کرتے تھے۔

گجراتی و انگریزی کا امتحان میری موجودگی میں طلباء نے نہایت عمدہ طور پر دیا۔ انگریزی مشکل لغات کے ترجمے طلباء نہایت آسانی سے بتلا دیا کرتے تھے۔ اس کیفیت نے میرے قلب پر ایک نہایت گہرا اثر کیا۔

بلا ریا یہ میری ذاتی رائے ہے کہ مدرسین مدرسہ نے نہایت جانکاہی و تندہی سے اپنے گرامی اوقات کو طلباء کی علمی و ادبی لیاقت بڑھانے میں صرف کئے ہیں۔ اللہ تعالی معلمین کی اس سعی کو مشکوریت کا جامہ پہنائے۔

علاوہ ازیں مدرسہ کے دیگر کاروبار کو بھی میں نے غور و تأمل اور طالب علمانہ نظر سے دیکھا، گو مدرسہ کی ابتدائی حالت ہونے کی وجہ سے بعض امور میں بے انتظامی ظہور میں آئی، لیکن اس کی وجہ صرف کمی سرمایہ و عدم توجہی معلمین کہی جائے اور کچھ نہیں۔

مدرسہ کے حسابات نہایت صاف ہیں ۔قریب قریب تمام روزآنہ جمع خرچ کو میں نے نہایت تأمل سے دیکھا ۔ الحمدللہ مجھے مسرت ہوئی کہ ناظم مدرسہ جناب مولوی احمدحسن صاحب،محرر مدرسہ مولوی عبدالحئی صاحب' نہایت صفائی و دیانت داری سے مدرسہ کے انتظامات میں سرگرم ہیں ،لیکن تہذیب کا خیال خصوصیت سے اس مدرسہ کے منتظمین کو ہے، جس سے طلباء کے اخلاق نہایت عمدہ نظر آتے ہیں ۔ باوجود بے سروسامانی وقلت آمدنی کے توکل علی اللہ قلیل مدت میں اس مدرسہ کے طلباء نے جو غیر معمولی لیاقت پیدا کی' اس کی وجہ وجیہہ منتظمین ومدرسین مدرسہ کی خلوصیت ہے ۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ۔

مدرسہ تعلیم الدین ضلع سورت ، بلکہ ملک گجرات میں اپنی جامعیت وخوبی کے اعتبار سے ایک نرالا مدرسہ ہے ۔اب اس کی ترقی قوم کی توجہ پر موقوف ہے، اگر قوم دام' درم سے اس کی ترقی میں بدل وجان سعی کرے تو مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مدرسہ چندروز میں بہت زیادہ کام مفیدِ قوم کرلے گا۔

اخیر میں قوم کے معززین حضرات واہل دل سے میری یہ خواہش ودرخواست ہے کہ وہ اس مدرسہ کو اپنا ذاتی مدرسہ سمجھ کر اس کی ترقی میں اپنی عالی حوصلگی سے حصہ لیں ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ضلع سورت میں فیض کا موجب بنائے، آمین ۔

مرغوب احمد لاجپوری' بقلم خود

مؤرخہ: ۲۳رشعبان ۱۳۲۷ھ، پنجشنبہ (نقوش بزرگاں ص ۶۸ ج ۱)

(۲)...... بعد الحمد والصلوۃ بندہ ناچیز مرغوب احمد لاجپوری سورتی عارض مدعا ہے کہ بندہ نے مؤرخہ: ۱۷رشعبان کو مثل سالہائے ماسبق طلبائے مدرسہ تعلیم الدین کا تقریری امتحان لیا۔ الحمدللہ کہ طلباء کی تعلیمی حالت قابل اطمینان ولائق تعریف نظر آئی ۔سال رواں میں

نسبۃً سنین ماضیہ سے اب کے سال عربی طلبہ مقدار میں کم ہے، جس کی وجہ سے مدرسین کی تعداد بھی کم رہی، تاہم بلا مبالغہ کہنا پڑتا ہے کہ جناب مولوی احمد درویش صاحب و جناب منشی عبداللہ خان صاحب نے اپنے فرائض مذہبی کو باحسن وجوہ انجام دیا، جزاھما اللہ تعالی۔

راقم: مرغوب احمد لاجپوری عفی عنہ

۱۷ر شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۳)...... بعد الحمد والصلوۃ! احقر مرغوب احمد لاجپوری عارض مدعا ہے کہ آج مؤرخہ: ۲۳ر شعبان المعظم: ۱۳۳۶ھ بروز دوشنبہ کو بندہ نے بہ معیت جناب مولانا مولوی محمد یوسف لاجپوری، و جناب مولانا مولوی حافظ محمد اسماعیل اٹالوی، و جناب مولوی محمد امیر صاحب، و جناب مولوی حافظ اسمعیل صادق صاحب کفلیتوی و جناب مولوی قاری عطاء اللہ صاحب ودیگر علماء وحفاظ مدرسہ تعلیم الدین کا سالانہ امتحان عربی فارسی، اردو ودرجۂ قرأت وقرآن کا لیا۔ الحمد للہ مدرسہ کی کاروائی دیکھ کر جی بہت خوش ہوا۔ جملہ اساتذہ وطلبہ نے پڑھنے اور پڑھانے میں خوب محنت کی ہے۔

بلا مبالغہ میں رائے دیتا ہوں کہ درجۂ عربی میں بعض طلبہ نہایت ہونہار اور ایسے مستعد نظر آئے کہ جن سے آئندہ چل کر مدرسہ کو اپنی حسن سعی اور عمدہ کارگذاری کی بدولت بڑی نیک نامی اور شہرت کی امید رکھنا کسی طرح بیجا نہیں۔

گذشتہ چند برسوں کی متواتر کاروائیاں قوم کے سامنے برابر پیش ہوتی رہی ہیں، جن سے مدرسہ کا جزوی وکلی انتظام قوم کے اوپر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ آئندہ مدرسہ کی ترقی قوم کی توجہ اور اعانت کی محتاج ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی اس مدرسہ کو ہمارے ضلع کے باشندوں کے لئے رحمت کا باعث کردے، آمین۔ مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ

(۴)......حامدا و مصليا و مسلما:

بندہ مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ الکرام عارض مدعا ہے کہ بندہ نے بتاریخ: ۱۸/۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ کو حسب معمول قدیم مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک کے طلباء عربی وفارسی کا امتحان لیا۔

اللہ تعالی کے فضل سے مدرسہ کی حالت بہ نسبت سال گذشتہ عمدہ ہے۔ جناب مولانا احمد بزرگ صاحب نے مدرسہ کی باگ قوم کے اصرار سے جب سے اپنے ہاتھ میں لی ہے' اس وقت سے دن بدن مدرسہ کی تعلیمی وانتظامی حالت ہر اعتبار سے روباصلاح ہورہی ہے۔

اب ضرورت ہے کہ قوم کے متمولین اور بااثر حضرات اس مدرسہ کی مالی حالت درست کرنے میں ہر طرح توجہ کریں۔

مولانا احمد صاحب ومنشی عبداللہ صاحب ودیگر مدرسین کی حسن توجہ وانتظام وجفاکشی کی وجہ سے طلباء کی لیاقت اچھی ہے۔

جناب حاجی موسی حسن منتی صاحب کی ہمت اوراخلاص میں اللہ برکت نصیب کرے کہ حاجی صاحب ممدوح نے اپنے آپ کو جملہ سارے گاؤں سے منقطع کرکے مدرسہ کے لئے وقف کردیا ہے۔ طلبہ کے ساتھ جو محبت و ہمدردی حاجی صاحب موصوف کو ہے وہ قابل ستائش و لائق تعریف ہے۔ اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر دے' اوران کے اخلاص میں برکت نصیب کرے، آمین۔ بندہ مرغوب احمد قاله بفمه ورقمه بقلمه

مؤرخہ: ۱۹/ شعبان ۱۳۴۰ھ (نقوش بزرگاں ص ۱۰۶ ج ۱)

(۵)......حامدا و مصلیا و مسلما

بندہ مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ الکرام

خیر خواہان قوم و بہی خواہان ملک وملت کی خدمت عالیہ میں عرض پرداز ہے کہ حسب دستور قدیم و مثل سالہائے ماسبق امتحان سالانہ طلبائے دار العلوم تعلیم الدین میں راقم الحروف بھی شامل ہوگیا۔

جناب مولانا مولوی اسماعیل صاحب اٹالوی و جناب مولوی عبد الرحیم صاحب راندیری و جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل کفلیتوی سابق مدرس مدرسہ ہذا، و جناب مولوی ابراہیم صاحب ڈابھیلی، و جناب مولوی محمد سعید صاحب عثمانی و دیگر حضرات نے عربی' فارسی' اردو' و درجۂ قرأت کا تقریری امتحان لیا۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ مدرسہ کی تعلیمی و مالی و انتظامی حالت بنسبت سالہائے گذشتہ کے ہر طرح قابل ابتہاج و لائق مسرت و موجب شکر الٰہی ہے۔ مدرسین نہایت توجہ و جفاکشی سے اپنے فرائضِ منصبی کو ادا فرمارہے ہیں۔

مجھے کئی سال سے متواتر اپنے احباب کے ساتھ سالانہ امتحان کے مواقع پر حاضری کا اتفاق رہا، لیکن اب کے سال مولانا احمد بزرگ صاحب کی حسن توجہ سے مدرسہ نے ہر مد میں خاطر خواہ اصلاح و ترقی حاصل کی ہے۔

درجۂ قرأت کا امتحان ہمارے رو برو جناب مولوی قاری محمد یامین صاحب مدرس مدرسہ ہذا نے لیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں نے مخارج حروف اور قواعد تجوید کو بہت تھوڑے زمانہ میں خوب ضبط کیا ہے۔ مدرسہ کی تعلیمی حالت نہایت اچھی ہے' اور قابل تعریف اور لائق صد شکر ہے۔

مدرسہ میں ایک خوشی اس امر سے ہوئی کہ مدرسہ کے موجودہ مدرسین واراکین سب کے سب آپس میں یک دل و یک جان ہیں، جس سے مدرسہ کے بہت سے امور خوش اسلوبی سے طے ہورہے ہیں۔

جناب منشی عبداللہ صاحب بڑودوی و مولوی محمد صدیق صاحب بڑودوی کی سعی کو اللہ تعالیٰ مشکوریت کا جامہ پہنائے کہ ہر دو بزرگوار علی الترتیب فارسی، عربی کی تعلیم میں بہت جانفشانی وتندہی فرمارہے ہیں۔

امتحان سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کا مالی نظام، حسابات وروزمیل وغیرہ کو مجملا دیکھا۔ حساب بہت صاف اور نہایت کفایت شعاری اخراجات مدرسہ کو پورے سال بھر میں بنایا گیا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال بھر کے اخراجات کے بعد ایک معقول رقم پس انداز ہوگئی ہے۔

مدرسہ میں آئندہ کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے، لیکن اس کے لئے متمول حضرات کے متوجہ ہونے کی خاص ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کے فیض کو ہمیشہ باقی وقائم رکھے، آمین۔ راقم الحروف مرغوب احمد غفرلہ

مؤرخہ: ۱۸ر شعبان ۱۳۴۱ھ، یوم الجمعہ (نقوش بزرگاں ص ۱۰۷ ج ۱)

مولانا مولوی مرغوب احمد صاحب کی مذکورہ بالاتحریر سے ہم دستخط کنندگان متفق ہیں:

(۱)...... محمد اسماعیل کفلیتوی۔ (۲)...... اسماعیل حسین اٹالوی۔ (۳)...... عبد الرحیم راندیری۔ (۴)...... محمد سعید عثمانی۔ (۵)...... محمد ابراہیم موٹا ڈابھیلی۔

نوٹ...... راقم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موصوف کی محنت سے یہ معائنہ جات موصول ہوئے۔ طبع اول میں عدم اظہار پر معذرت۔

کیفیت امتحان سالانہ‘ مدرسہ تعلیم المسلمین بھروچ

الحمدللہ والمنۃ: آج بندہ ناچیز مرغوب احمد لاجپوری و جناب مولوی احمد حسن صاحب ناظم مدرسہ تعلیم الدین (ڈابھیل) نے مدرسہ تعلیم المسلمین قصبہ بھروچ کا سالانہ امتحان لیا۔

الحمدللہ کہ بالاجمال بنسبت دیگر ابتدائی مدارس اسلامیہ کے نتیجہ بہت عمدہ اور قابل تعریف رہا۔ فارسی‘ اردو‘ وقرآن مجید امتحان میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اکثر بچوں نے ایسا امتحان دیا کہ آفریں کہنے کو جی چاہتا ہے۔

نتیجۂ امتحان سے کارگذاران مدرسہ کی تعلیم وتربیت اطفال کے باب میں نہایت جدو جہد وتندہی ومحنت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالی ان مخلصین مدرسین وسرپرست مدرسہ کے اخلاص میں برکت دے۔

طلبہ کی تعلیمی حالت جو اس وقت ہے اگر ایسی ایک مدت تک رہی اور معلمین یعنی مدرسین کی محنت بحال رہی تو اللہ تعالی کی ذات سے قوی امید ہے کہ تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد قوم میں ہونہار طلبہ کی ایک جماعت تیار ہو کر نکلے گی۔

میں مخلصانہ‘ مؤدبانہ بہی خواہانِ حضرات معلمین وسرپرست مدرسہ کی خدمات میں عرض کرتا ہوں کہ امور مندرجۂ ذیل کی رعایت ضرور فرماویں:

اولا:...... بہت سخت ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن خواہ‘ طلبہ کے لب ولہجہ ودرستی وصحت الفاظ ومخارج کو ہر طرح درست کیا جاوے۔

ثانیا:...... مدرسہ میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک چپراسی ملازم رکھا جاوے‘ جو ہر وقت مدرسہ میں حاضر باش رہ کر چھوٹے بچوں کی نگرانی وقتا فوقتا کرتا رہے۔

ثالثا:...... بروز جمعہ جو مسلمانوں کے لئے عید ہے‘ ضروری ہے کہ جمعہ‘ اسلامی مدرسہ کو عین

تعطیل کا دن شمار ہو۔ مدرسین مدرسہ کی ضرورتوں کا خیال کر کے کہ نہانا' کپڑا دھونا' خط خطوط لکھنا وغیرہ ہے' ضرور ہے کہ مدرسہ ہذا میں بھی جمعہ کو پورے دن کی تعطیل ہوا کرے۔

جناب خیر مجسم سیٹھ ابراہیم صاحب وسیٹھ حسین صاحب جن کی علو ہمتی سے مدرسہ کو برابر معقول امداد پہنچتی ہے مدرسہ کو آئندہ بھی ان دونوں صاحبوں کی ذات سے ترقی کی بہت کچھ امید ہے۔ اللہ تعالی ان صاحبوں کی ہمت میں برکت دے، آمین۔

راقم الحروف بندہ' مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ

مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ

الاحقر احمد حسن عفی عنہ

مؤرخہ: ۱۹/ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق: ۳۰/اپریل ۱۹۱۰ء

نقل معائنہ امتحان مدرسہ دارالعلوم تانبوے' رنگون

حامداومصلیا، امابعد!

راقم الحروف بمعیت دیگر حضرات ممتحنین علماء کرام مؤرخہ ۷/شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ مطابق: ۱۳/اکتوبر: ۱۹۳۷ء حسب الطلب مہتمم ونگران تعلیم جناب مولانا محمود صاحب راندیری مظاہری' بغرض امتحان طلباء مدرسہ دارالعلوم واقع سورتی سنی قبرستان تانبوے روڈ رنگون' حاضر ہوا۔ کتب مندرجہ ذیل: شرح جامی' دروس الادب' نحو میر' میزان منشعب وغیرہ کتابوں میں تحریری وتقریری امتحان لیا، بحمداللہ نتیجۂ امتحان قابل تعریف رہا۔

ناظم مدرسہ جناب مولانا محمود صاحب کے حسن انتظام و جناب مولانا فیض محمد صاحب بخاری و جناب مولانا حافظ مسیح الدین صاحب نے تندہی و جفاکشی سے بہت زیادہ توجہ فرما کر طلباء کی استعداد بڑھانے اور کتاب سے مناسبت پیدا کرنے میں خصوصیت سے سعی

بلیغ فرمائی ہے۔ ناظم تعلیم ممدوح' علاوہ نگرانی کے روزانہ ایک گھنٹہ مدرسہ میں درس بھی دیتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اکثر طلباء نے امید سے زیادہ بہتر امتحان دیا۔ اللہ تعالیٰ حضرات اراکین و منتظمین و مدرسین مدرسہ کو جزائے خیر دے کہ یہ حضرات اپنی پوری توجہ مبذول فرما کر ملک برما میں دینی تعلیم کی بنیادوں کو مظبوط کر رہے ہیں' جو درحقیقت محافظین علوم دین وعلوم سماویہ میں شمار ہو کر منشاء خداوندی و منشاء رسالت فخر دو عالم ﷺ کو پورا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بایں توجہات وسعی منتظمین مدرسہ و مدرسین کے نیک ارادوں میں اخلاص و برکت عطا فرمائے، ع کار ہر سر نیست بار بارکشی برداشتن

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

خادم دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون

ایک اور معائنہ کا اقتباس

میرے متعلق ''نورالانوار'' کا امتحان تھا، جس کا پرچۂ سوال دے دیا گیا تھا، لیکن جواب کو بوجہ خرابی صحت بغور نہ دیکھ سکا، لیکن جس ممتحن نے جواب کو دیکھا' انہوں نے آفریں و احسن کہا۔ اس کے علاوہ میری وہی رائے ہے جو حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدظلہ نے اپنے معائنہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی وحقانی دارالعلوم کو ترقی عطا فرمائے۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

خادم دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون

ایک اور معائنہ کا اقتباس

بندہ نے ''ہدایہ'' جلد اول کا تحریری امتحان لیا، جوابات کے پرچے دیکھے گئے' جس سے

فی الجملہ مسرت ہوئی۔ جوابات کے دیکھنے سے طلبہ کی لیاقت کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ استاذ نے 'ہدایہ'' جیسی دقیق کتاب کے مشکل مقامات کو بہت حسن و خوبی سے سمجھانے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ طلبہ کے علوم شوق میں برکت عطا فرمائے، اور اساتذہ کو بیش از بیش شوق و ذوق' اخلاص کے ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

خادم دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون

نقل معائنہ امتحان دارالعلوم تمائی' رنگون

بعد الحمد والصلوٰۃ!

مؤرخہ: ۱۲/شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ مطابق: ۱۸/اکتوبر ۱۹۳۷ء کو علامہ عیش صاحب کی فرمائش پر دار العلوم تمائی میں طلباء کے امتحان کے لئے حاضری ہوئی۔ کتب فقہ: نور الایضاح' ومالا بدمنہ پڑھنے والے طلباء کا امتحان لیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ نور الایضاح پڑھنے والے طلباء نے بہت ہی قابلیت کے ساتھ امتحان دیا۔

مجھے یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ مدرسہ مذکور کے اساتذہ جناب مولانا دین محمد صاحب و مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے طلباء کو کتاب سمجھانے میں خوب محنت اور پوری نگرانی سے کام لیا ہے۔ دوسرے ممتحن حضرات سے بھی نتیجۂ امتحان معلوم کر کے اور جوابات کے پرچہ دیکھ کر خود دل کو بڑا اطمینان ہوا اور شادمانی حاصل ہوئی، خاص طور پر طلباء کے پڑھنے کا طریقہ' عبارت پڑھ کر اس کو سمجھانے کی صلاحیت قابل تعریف ہے۔

بڑی مسرت اس سے بھی ہوئی کہ حضرت علامہ رشد مکی صاحب تعلیمی نگرانی میں اپنا قیمتی وقت مرحمت فرمارہے ہیں۔ اور حضرت علامہ عیش صاحب باوجود کثرت مشاغل کے دار

العلوم کی ہر نوع کی نگرانی کے لئے اپنا کثیر وقت دے رہے ہیں۔

اللہ تعالی ان اصحاب کی کوششوں کو قبول فرماوے اور جمیع کارکنان دار العلوم کے اخلاص اور حسن عمل میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

کیفیت امتحان مدرسہ محمدیہ نوساری

بعد الحمد والصلوۃ: آج مؤرخہ: ۵/ستمبر ۱۹۳۵ء میں ناچیز مرغوب احمد لاجپوری کو ''مدرسہ محمدیہ'' کے مختصر ہنگامی وقت میں امتحان لینے کا موقع ملا، اگرچہ مختصر وقت میں' میں تمام طلبہ کا امتحان نہ لے سکا، لیکن دو مدرسوں کی درسگاہوں کے طلباء وطالبات کے قرآن شریف اور اردو مسائل دینیہ کا امتحان لے کر دل خوش ہوا۔ مجموعی طور پر طلباء کی لیاقت عمدہ نظر آئی۔ دینی مسائل طلباء کو زبانی بخوب یاد ہیں۔

یہ دیکھ کر تسلی ہوئی کہ اساتذہ اور خاص کر منتظم مدرسہ جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب' مدرسہ میں معیاری تعلیم جاری کرنے میں پوری سعی فرمارہے ہیں۔

طلباء کو مختصر وقت میں بہتر تعلیم ملے اس کے لئے مدرسہ میں جماعت بندی کی خاص ضرورت ہے، ہر ہر طالب علم کو مختصر وقت میں جدا جدا تعلیم دینا از حد مشکل ہے۔

اللہ تعالی مدرسین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کار صالحہ میں معاونین وممبران مدرسہ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

کتبہ ناچیز:

مرغوب احمد لاجپوری

ایڈریس من جانب مسلمانان لاجپور، علاقہ سچین

الحمد للہ و کفی، والصلوۃ والسلام علی من اصطفی

صاحب عزت، امیر ابن الامیر، نواب ابراہیم محمد یاقوت خان صاحب دام حشمتہ وزاد اقبالہ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

ع اے آمدنت باعث آبادی ما

حضور والا! ہم جملہ مسلمانان لاجپور عموماً، وٹرسٹیان وکارگذاران جامع مسجد خصوصاً نہایت ادب وصدق دل سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ آپ بحیثیت حاکم اسلام دوسری مرتبہ اپنی جامع مسجد میں ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے تشریف فرما ہوئے۔ جامع مسجد کی اس چہار دیواری میں آپ کی تشریف آوری خاص جامع مسجد کا سنگ بنیاد نصب فرمانے کے لئے ہم جملہ مسلمانوں کے لئے بے انتہا خوشی اور فخر کا باعث ہوتی ہے، اس لئے کہ آپ کی ذات والا کو ہم جملہ رعایائے سرکار سچی سرپرستی اور حقیقی ہمدردی کا مجموعہ پاتے ہیں۔

ایک عجیب خوش کن حسن اتفاق ہے کہ آپ آج سے کامل دو سال پیشتر: ۲۰/جنوری ۱۹۲۵ء کو مسجد کے ملاحظہ کے لئے تشریف فرما ہوئے تھے۔ آج پھر کامل دو سال کے بعد وہی ۲۰/تاریخ جنوری کی واقع ہوئی ہے۔ دو سال کامل کے بعد ہماری دیرینہ آرزو کے سنگ بنیاد نصب کرنے کا بہتر اور مبارک موقع آپ کے دست مبارک اور آپ کے ارشاد سے حضرت مولانا سید ابوبکر العیدروس کے مبارک ہاتھوں سے ہمیں دستیاب ہوا۔

ہم صدق دل سے آپ کے شکر گذار ہیں کہ آپ کی دس ہزار روپیہ کی شاہانہ امداد سے

جامع مسجد کے کثیر المصارف کام کو بہت بڑی تقویت اور استحکام نصیب ہوا ہے۔آپ نے از راہ قدر دانی اس ناچیز خادم دین کو ایک تحریری آرڈر انگریزی و گجراتی میں اپنے دستخط خاص سے مزین فرما کر بطور وثیقہ وسرٹیفکٹ عنایت فرمایا' جس سے مسجد کے چندہ میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی' اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اب تک کامیابی ہورہی ہے۔اس شاہانہ عنایت اور دلی ہمدردی اور کامل توجہ سے ہم جملہ مسلمانان لاجپور آپ کے ممنونِ احسان ہیں۔

مزید شکر گذاری کا باعث یہ ہے کہ آپ نے: ۱۹۲۵ء سے اپنی مسجد کے امام کی پرورش کو ملحوظ فرماتے ہوئے ماہوار دس روپیہ کا دائمی وظیفہ مقرر فرما کر ہمیں گرویدہ احسان بنالیا ہے۔

قبل اس کے ایک عرصہ دراز سے اپنے دربار خاص کے چند قیمتی جھاڑ فانوسوں سے مسجد کو مزین فرمایا' اور روشنی کا انتظام بھی اپنے خزانہ عالی سے مہیا فرما کر ہمیشہ کے لئے مسجد کو روشن ومنور فرمایا ہے۔

فی الحال مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں مال واسباب ڈھونے کے لئے خاص مہربانی فرما کر اپنے خرچ سے سرکاری موٹر لاری عنایت فرمائی،جس سے مسجد کے ضروری کام میں نہایت قیمتی مدد مل رہی ہے۔

اجرت دہد خدائے کہ کردی تو یاوری — باآں کساں کہ ناصر و یاور نداشتند

آپ کو قسام ازل نے اپنے فضل وکرم سے جو اخلاق حسنہ' رحم دلی' فیاضی' طبیعت و مزاج کی نرمی' انسانی ہمدردی' رعایا کی دل سوزی اور عدل وانصاف کے ساتھ لطف وشفقت ومہربانی عطا فرمائی ہے،ان خاص نعمتوں پر ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایسا رحم دل اور منصف مزاج' فیاض اور عادل حاکم ہمیں نصیب فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دور حال میں ارادۂ الٰہی وقضائے آسمانی سے..... باران رحمت کی کمی وجہ سے زمین کی پیداوار میں نقصان واقع ہونے سے کاشتکاروں اور زمین داروں کو سرکاری مال گذاری میں جو کچھ دشواری اور تکلیف درپیش تھی، آپ نے اس تکلیف کو محسوس فرما کر از راہ دور اندیشی و رحم دلی وصول قسط کی میعاد میں اضافہ فرما کر رعایا پر ایک خاص اور گراں بہا احسان فرمایا ہے جس کا تمام ہندو و مسلمان و رعایا کے سرکار کی طرف سے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

سرکار والا مدار کی طرف سے آپ کے بست سالہ دور حکومت میں وقتاً رعایا برایا پر جو جو احسانات وعطیہ مراعات حقوق ومنصب وترقی ملازمین وغیرہ امور خیر ہوتے رہے ہیں، اس کے شکریہ کو ہمارے پاس کوئی قیمتی اور کافی الفاظ موجود نہیں، جس کو ہم ادا کرسکیں۔

پرودگار عالم، حاکم حقیقی کے ہم پھر شکر گذار ہیں کہ ہم کو ایسے عالی دماغ، رعایا پرور، نواب والا جاہ کی رعایا ہونے کا شرف بخشا جو مثال میں اپنی آپ نظیر ہے۔

جامع مسجد لاجپو کی سنگ بنیاد اپنے خاص اہتمام سے قائم فرما کر آپ نے بنائے ابراہیمی یعنی تعمیر کعبۃ اللہ کی بنیاد کی یاد کو تازہ فرمادیا ہے۔ دہلی کی جامع مسجد کے سربلند مینار صدیوں سے عہد شاہ جہاں کی یاد کو جس طرح زندہ کر رہے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ حضرت بھیکن شاہ ولی [1] کی درگاہ کے مبارک روضہ کا چمکدار اور خوش نما

[1]......حضرت پیر بھیکن شاہ ولی رحمہ اللہ: ایک مجذوب قسم کے بزرگ تھے۔ موسم بارش کا ہو یا سرد و گرم، برسوں آسمان کے چھت نیچے بیٹھے نظر آتے۔ عشق رسول اور یاد الٰہی میں مست رہتے۔ دنیا کے محبت اور راحت طلبی سے کوسوں دور تھے۔ معتقدین کا ہجوم آپ کے ارد گرد برابر رہتا، آپ عبادت کے شغل سے کچھ وقت فارغ کر کے ان کی طرف متوجہ ہوتے، فیض پہنچاتے، عبادت کی تلقین کرتے۔ کبھی اپنے جذب کی حالت میں ایسی بات کہہ دیتے جنہیں سامعین سمجھ نہ پاتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح کی کسی

گنبد اور لاجپور کی جامع مسجد کی پائدار اور خوبصورت عمارت آپ کے نام نامی واسم گرامی پر ملت ابراہیمی کا شعار بن کر ہمیشہ کے لئے زندہ یادگار رہے گی

ع خدا ہم چنیں کند

ع ایں دعا از من وز جملہ جہاں آمین باد

آپ نے رعایا کی بہبودی وخلق خدا کی آسائش کی خاطر اپنی اسٹیٹ میں شفا خانے' مستورات کے لئے نرسین، اردو' گجراتی کے مدارس واسکول کھول کر اور ریاست کے انتظام کے لئے ادنی واعلی حکام' ہر دل عزیز' منصف مزاج' ہمدرد ملازمین، بہم پہنچا کر ہم غریب رعایا کو آسائش بخشی ہے۔

و نیز اسٹیٹ میں ترقی تعلیم کے لئے لائق اور قابل مدرسین' گرل اسکول' انگلش کلاس وغیرہ کا اضافہ فرمانے کا آپ کا خاص ارادہ ہے۔ اللہ تعالی اس ارداہ میں آپ کو کامیاب فرما کر رعایا کو مستفید فرماوے۔

و نیز ہم مسلمانان لاجپور آپ کے خاص ایڈی سی صاحبزادہ سردار عبد الکریم خان صاحب زاد اقبالہ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ کی ذات سے ریاست کے بہت سے

فرمائش پر لوگ مختلف چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوئے، ایک صاحب لوٹے میں اس طرح کا مشروب لائے کہ جس میں کچھ نشہ کی سی کیفیت تھی۔ قریب کے ایک باشندے دیارام جوہری جو آپ سے ایک قسم کا بغض رکھتا تھا اور آپ کی حالت کو بناوٹ ودھوکہ سمجھتا تھا' نے دیکھا تو فورا بولا: میاں صاحب یہ کیا ہے؟ ایک مسلمان اور ولی ہو کر نشہ آور چیز پی رہے ہو؟ بس اس بات کا سنا تھا کہ ایک کیفیت میں آپ نے ایک ہاتھ سے لوٹے کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو اور فرمایا: کیا تو میرے اسلام و ایمان کا امتحان لے رہا ہے؟ پی یہ کیا ہے؟ اس نے پیا تو خالص عمدہ دودھ تھا، وہ قدموں میں گر گیا اور معتقد ہو گیا۔ آپ کی کئی کرامتیں بھی مشہور ہیں۔ ۳/ جمادی الاول ۱۲۶۶ھ سن وفات ہے۔

(اکابرین گجرات ص ۳۸ ج ۴)

امور میں اور خاص سرکار روالا نام دار سے عرض ومعروض کرنے میں ہم مسلمانوں کو ہر قسم کی سہولت اور امداد پہنچتی ہے اور مفید صلاح اور قیمتی مشورے ملتے رہتے ہیں۔

جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی مبارک رسم اور مسعود تقریب کا جلسہ ہماری قوم کے مشہور بزرگ اور اہل اللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نوراللہ مرقدہ کے وجود باوجود سے خالی ہے جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اس تقریب کا وقت آنے سے پیشتر حضرت کا وصال ہوگیا، لیکن حضرت بزرگوار کو آپ سرکار نواب صاحب بہادر دام اقبالہ سے جو محبت تھی اور جامع مسجد کی ضروری تعمیر سے جو گہرا تعلق تھا' اس بنا پر حضرت مرحوم کی روح اس تقریب سے یقیناً شاداں و فرحاں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی روحانیت سے ہم کو فیض یاب کرے' اور اس مسجد کی ظاہری آبادی سے مرحوم کی روحانی زندگی کو خوش ومعمور وآباد کرے۔

اخیر میں ہم جملہ مسلمانان لاجپور آپ کے صاحبزادگان والا مرتبت اور بالخصوص ولی عہد بہادر نواب زادہ حیدر خان صاحب کی ترقی علم عمل وزیادتی عمرو اقبال کے لئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بلند اقبال نواب زادوں کو دونوں جہاں کی بہبودی نصیب فرماوے، خاتمہ کلام میں استاذ مرزا غالب کے دعائیہ شعر پر ہم اپنے ایڈریس کو ختم کرتے ہیں ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ہم ہیں آپ کی وفادار رعایا' مسلمانان لاجپور، علاقہ سچین

۱۵؍رجب ۱۳۴۵ھ مطابق: ۲۰؍جنوری ۱۹۲۷ء

یوم الخمیس

جامع مسجد لاجپور اور مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی رپورٹ

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نے لاجپور جامع مسجد کی تعمیر کے بعد ایک رپورٹ شائع کی تھی۔ اسی طرح آپ نے ''مدرسہ اسلامیہ لاجپور'' کا تیسری بار اجراء فرمایا، اس موقع پر آپ نے مدرسہ کی ایک رپورٹ بھی تیار کی تھی، وہ دونوں راقم کی فائل میں محفوظ تھیں، اور دونوں گجراتی زبان میں تھیں۔ راقم نے اپنی استطاعت کے موافق اردو میں ترجمہ کیا، اس کو یہاں حضرت کی تحریرات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمہ پر رفیق محترم مولانا عبدالحئ سیدات صاحب مدظلہ نے نظر فرما کر جہاں مناسب سمجھا اصلاح فرمادی ہے۔ مرتب

جامع مسجد لاجپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوۃ کے بعد ناچیز مرغوب احمد لاجپوری، حال خادم دارالافتاء سورتی سنی جامع مسجد رنگون سلام مسنون!

عام اہل اسلام اور خاص کر ان نیک دل مسلمانوں کی خدمت میں جن کی پاکیزہ اور حلال کمائی کی رقم جامع مسجد لاجپور کی تعمیر میں استعمال ہوئی ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم اور مسلمانوں کی جانی و مالی مدد سے جامع مسجد کا تعمیری کام ۱۱؍سال کی مدت میں مکمل کرایا۔ ہم اس مالک الملک اور بے نیاز ذات کا بے انتہا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے پاک گھر کی نئی تعمیر کی توفیق بخشی۔ اس کی مہربانی، ارادے اور مدد کے بغیر کوئی چیز نہیں ہوسکتی، اس کا دربار ہی سجدہ کے لائق ہے اور اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں۔

اللہ، اللہ، اللہ اکبر! ۱۹۲۴ء کی وہ گھڑی کتنی بابرکت گھڑی تھی، کہ جس میں جامع مسجد کی صحن میں کچھ قومی اور دینی دردمند حضرات جامع مسجد کی تعمیر جدید کے مشورہ کے لئے جمع ہوئے تھے، اور بہت قیل وقال کے بعد اس رائے پر متفق ہوئے کہ اب اس قدیم عمارت پر بار بار پیسے خرچ کرنا مناسب نہیں، بلکہ اسے شہید کرکے از سر نو تعمیر کی جانی چاہئے۔ اس رائے کو حضرت بزرگوار شاہ صوفی سلیمان صاحب کے گوش گذار کیا گیا، حضرت نے اسے پسند فرما کر دعا فرمائی۔ حضرت کی دعا کی برکت تھی کہ حضرت کی حیات ہی میں ہم خدام کی محنت سے مرحوم یوسف محمد سلیمان راندیری کے رفاہی فنڈ سے: ۵؍ہزار کی قیمتی رقم مسجد کے لئے منظور ہوئی، جس کی تحریری اطلاع ہم خدام مسجد کو بذریعۂ الحاج محمد قاسم مرادی دی گئی۔

اس کے بعد اہل لاجپور کے باہمت لوگوں کی کاوش سے دوسری معتد بہ رقم کا انتظام ہوگیا، جس کی تفصیل رپورٹ میں درج کردی گئی ہے۔

سچین کے حاتم دل، خلد نشین جناب ابراہیم محمد یاقوت خان صاحب کو حضرت شاہ صوفی صاحب نے بعض مرتبہ جامع مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد: ۲۰/جنوری ۱۹۲۵ء کو خاص اپنے ارکان حکومت اور مع صاحبزادے عبدالکریم خان کے لاجپور آکر پرانی جامع مسجد کا معائنہ کیا، نیا پلان ملاحظہ کرکے ہم خدام کی درخواست پر توجہ دے کر نئی تعمیر کے لئے: ۱۰۰۰۰ (دس ہزار) کی شاہی رقم منظور کی، اور ایک تحریری فرمان مع اپنی دستخط اور کورٹ کی مہر کے عنایت فرمایا، جس کی نقل درج ذیل ہے:

"Sachin castle"

Sachin

20th January 1925

Maulvi Margoub Ahmed of Lajpore is authorised by the undersigned to collect funds for the rebuiolding of Juma Masjid. The undersigned will donate a sum of rupees ten-thousand towards the above work on condidtion that a sum of Rs. 30 000 is collected by the Maulvi Saheb for the same.

Ibrahim Khan

Nawab of Sachin

''جامع مسجد لاجپور کی نئی تعمیر کرانی ہے، اس کے فراہمی مال کے لئے ہم نے مولوی مرغوب احمد صاحب کو اختیار دیا ہے، اس کام کے لئے مولوی صاحب: ۳۰۰۰۰ (تیس ہزار)

روپئے جمع کریں گے تو ہم: ۱۰۰۰۰ / (دس ہزار) کی رقم دیں گے۔

ابراہیم خان

نواب صاحب سچین

اس کے بعد اللہ تعالی نے اہل لاجپور کو تن، من، دھن، اور پوری توجہ کے ساتھ اس کام کا شوق عطا فرمایا، جس کے نتیجہ میں لاجپور، راندیر، رنگون، مولمین، ٹرانسوال، وغیرہ مقامات پر لاجپور کے باشندوں نے بار بار کوشش ومحنت کر کے رقم ارسال کی اور یہ شاہی کام: ۱۱ / سال کی مدت میں پورا ہوا۔ جس کی یہ تفصیلی رپورٹ ناظرین کی معلومات کے لئے شائع کیا جارہی ہے۔

اس روئداد میں چندہ دہندگان کے ناموں کی لیسٹ موجود ہے، لیکن ۱۹۲۵ء میں لاجپور میں کئے گئے چندہ کے ناموں کی لیسٹ خاصی طویل ہونے کے سبب ترک کردی گئی ہے، اور مجموعی تعداد پر اکتفا کیا گیا ہے، اور تفصیلی نام وغیرہ مسجد کی فائل میں موجود ہے۔

مسجد کی امانت اور عارضی حساب متولی مسجد جناب احمد محمد کاسوجی صاحب کے ذمہ رہتا تھا۔ مسجد کے لئے خریدے گئے سامان کے تمام بل ان کے پاس فائل میں موجود ہیں۔ اور پختہ حساب بھائی چند ہیرا چند بنیا کے پاس روزانہ تیار ہوتا تھا۔ ان حضرات کی محنت کا میں شکر گذار ہوں۔ فی الحال متولی کے معاون کی حیثیت سے الحاج ابراہیم احمد عابد صاحب بھی ہیں۔

نواب صاحب سچین کے حکم سے: ۱۹۲۹ء میں بتیس ہزار روپے، سات آنے اور دو پائی کا تفصیلی حساب مع تمام بلوں کے حکومت کو پیش کیا گیا تھا، جن کی کاپی سچین کورٹ میں رکھی گئی ہے، جس پر سچین کورٹ کی طرف سے مہر ثبت ہے، اس کے بعد: ۱۹۳۰ء میں مرحوم

سرکار نواب صاحب کے حکم سے: ۵۰۰۰/ (پانچ ہزار) کا ایک قیمتی تحفہ موصول ہوا اور بقیہ ۵۰۰۰/ (پانچ ہزار) کے آئندہ فصل میں دینے کا وعدہ کورٹ کو تحریری دے دیا گیا ہے۔

۲۹/۱۹۲۸ء میں ٹرانسوال سے تین رقم: ۱۹/ پاؤنڈ ۴۰/ پاؤنڈ ۱۵/۹۱/ پاؤنڈ یعنی کل ملا کر ۱۴۶/ پاؤنڈ مکمل: ۱۴۶/ محترم سلیمان احمد بخاریہ کے ذریعہ ملی۔ ۱۹۲۹ء میں ۸۵/ پاؤنڈ بمعرفت محمد یوسف بلبلیہ ملے۔ ۱۹۳۲ء میں جہانسبرگ سے لاجپور کی نیک دل عورتوں نے بذات خود مستورات میں چندہ کر کے: ۱۶۲۰/ روپے بذریعہ چیک' الحاج اسحاق ابراہیم ڈوکرات کے واسطے سے بھجوائے۔ ۱۹۳۴ء میں :۱۱۱/ پاؤنڈ بمعرفت سلیمان احمد بخاریہ' سلیمان یوسف کولا کے ہاتھوں ملے، جن کے ناموں کی تفصیل ان حضرات سے ہم کو مل نہ سکی، اس لئے رپورٹ میں ان کی تفصیل درج نہیں۔ ۱۹۳۵ء میں ٹرانسوال سے جمع کی گئی رقم کی تفصیل موصول ہوئی، اس لئے وہ درج کر دی گئی۔

مسجد کے جمع وخرچ کا مکمل حساب جو دکھایا گیا ہے وہ ہمارے کوششوں کا نتیجہ ہے، علاوہ ازیں حوض کے اوپر کا خوبصورت ومضبوط تخت اور اس کے اوپر کمانوں سے مزین حسین عمارت لاجپور کے ایک نیک دل' زراعت پیشہ شخص جناب محمد ہاشم ڈوکرات نے اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے' اپنی گاڑھی کمائی اور محنت ومزدوری سے جمع کی گئی دولت سے: ۳۰۰۰/ روپے میں اکیلے نے بنایا ہے۔ اللہ تعالی انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

معزز صاحبان! انسان غلطی کا پتلا ہے، ہم جامع مسجد کے ادنی خدام بھی انسان ہیں' اور بھولوں سے بھرپور ہیں' ہمیں اقرار ہے کہ ہم سے اس بڑے اور طویل سالوں پر مشتمل کام میں کئی غلطی ہوئی ہوں گی اور ہوئی ہیں۔ خاص کر للہ امداد کرنے والوں کی امدادی رقم جس

امانت داری سے ہمیں رکھنی چاہئے تھی نہ رکھ سکے ہوں‘ اسی طرح کوئی رقم غیر استعمال کی جگہ استعمال ہوئی ہو تو اس کی معافی مانگتے ہیں، البتہ مسجد کے جمع و خرچ کے حساب میں بے احتیاطی و غفلت نہیں برتی گئی، اسی طرح بدنیتی سے مسجد کی امانت کو خورد و برد یا اسراف کر کے ضائع نہیں کیا گیا، تاہم آپ حضرات سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ رپورٹ میں کوئی نقص نظر آئے تو برائے مہربانی ہمیں مطلع فرمائیں‘ اس کی تلافی کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ لیکن جن کی آنکھوں میں دوسروں کی خوبی اور اچھائی بھی عیب ہی نظر آتی ہوں ایسی آنکھوں کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، ہاں حضرت شیخ سعدی اپنی ’’گلستاں‘‘ میں بہت عمدہ علاج تجویز فرما گئے ہیں ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد　　　کہ عیب نماید ہنرش درنظر

اللہ تعالیٰ ایسی آنکھوں اور کینہ ور دلوں کو صاف کرے، اس دعا کے علاوہ ہمارے پاس کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔

۱۹۲۷ء میں مسجد میں رنگ و روغن کیا گیا تھا‘ اس کے بعد سے اس کی نوبت نہیں آئی، مسجد کا ضروری سامان رکھنے کے لئے جس حجرہ کی تعمیر کی گئی ہے ان چھ دروازوں اور چار کھڑکیوں کا کام‘ اسی طرح منارہ کی سیڑھی کا کام باقی ہے، اہل ٹرانسوال سے اس کام کی جلدی تکمیل ہو جائے اس کی امید کرتے ہیں۔ مسجد کی زمین کی آمدنی فصل کی خرابی کی وجہ سے دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ مسجد کی کچھ نہ کچھ مرمت‘ رنگ و روغن کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی طرح مسجد کے امام صاحب اور مؤذن صاحب کی تنخواہ میں بھی اضافہ کر کے خدام مسجد کو خوش رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

مسجد کی ملکیت میں: ۱۵۰۰/ (پندرہ سو) روپے الحاج اسحاق ڈوکرات صاحب نے

ٹاور کی تعمیر کے لئے دیئے تھے، مگر ٹاور کا خرچ: ۳۰۰۰/ یا ۴۰۰۰/ ہزار کا ہے اور اہل لاچپور نے اسے بلاضرورت خرچ ہونے کی وجہ سے' عبدالباقی صاحب کی کوشش سے دینے والے کی خوشی سے اس رقم میں: ۱۵۰/ کا اہلیہ محمد کا سوجی کی طرف سے اضافہ کر کے: ۱۶۵۰/ کی مجموعی رقم سے بمبئی ٹیلفون کمپنی کے پندرہ شیرز مسجد کے لئے خریدے ہیں، اور: ۵۲۰/ ٹاپٹی ریلوے کے، دوثلث (دو بٹا تین) شیرز عبدالباقی بن سلیمان وچھیات صاحب کی طرف سے ان کے نانا حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے ایصال ثواب کے لئے دیئے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جناب عبدالباقی صاحب بقیہ ایک ثلث (ایک بٹا تین) شیرز کی قیمت انجمن کو دے کر پورا شیئر مسجد کے لئے وقف فرمادیں گے۔

آخر میں ہم خدام مسجد لاچپور: راندیر' بلیشور' رنگون' مولمین' ٹرانسوال وغیرہ کے چندہ دہندگاں کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور تمام قسم کی جانی ومالی' چھوٹی بڑی رقم کا اجر اللہ تعالی کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی اس کو قبول فرما کر دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ آخر میں دوبارہ ہم اس رب اکرم کا شکر ادا کرتے ہیں، جس نے اپنے پاک گھر کی خدمت ہم کمترین گنہگاروں سے لی۔ ہم سے کچھ نہ ہوا' جو کچھ ہوا' اس کے فضل وعنایت سے ہوا۔

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا　　ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا' ہوا کرم سے تیرے　　جو کچھ ہوگا' تیرے کرم سے ہوگا

دعا ہے کہ اللہ تعالی مسلمانوں سے مسجد آباد رکھے، اور اس کی آبادی کی برکت سے بستی اور اہل بستی کو آباد اور خوشحال رکھے۔　مرغوب احمد

۱۰/۹/۳۶ء

''مدرسہ اسلامیہ لاجپور'' کی رپورٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعار، علم کی فضیلت کے

بنام خداوند ایزد تعال — شہنشاہِ فرماں دہِ لا یزال
فرستادۂ جملہ پیغمبراں — برائے ہدایات ما گمرہاں
محمد نبی خاتم المرسلیں — محمد نبی رحمۃ للعالمیں
درود ان پے اور آل اصحاب پر — ہو رحمت تمام ان کے احباب پر
وہ احباب جن سے شریعت کا کام — لیا حق تعالی نے خوب اور تمام
ہوئے بعد ازاں پھر امامان دیں — ترقی ہوئی ان سے دیں کے تئیں
ہوا ان کی کوشش کا ایسا اثر — عرب اور عجم سب ہوئے با خبر
اصول شریعت کی تدوین کی — مسائل کی تعلیم و تلقین کی
تمہیں بھی یہ لازم ہے اے مؤمنیں — کہ حاصل کرو مل کے سب علم دیں
پڑھو اور پڑھاؤ برغبت تمام — عمل بھی کرو صدق دل سے مدام
کرو دیں کی تعلیم اولاد کو — کہ تا دین ان کا نہ برباد ہو
اعانت کرے علم کی جو مدام — خدا اس کو جنت میں دیوے مقام
جو کوشش کرے دین کی تعلیم میں — مسائل کی تلقین و تفہیم میں
بلا شک ہو عقبی میں اس کو ثواب — چلا جائے جنت میں وہ بے حساب

علم اور علماء اور علم حاصل کرنے والوں کے درجات کا بیان

بلاشک آرام وراحت وہی معتبر ہے جس میں دوام و پائداری ہو، عارضی آرام وراحت کو راحت وآرام کہنا مشکل ہے۔ دنیا کے اہل عقل اور ذی فہم لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہمیشہ رہنے والی راحت آخرت کی راحت ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آخرت کی راحت ہمیشہ کی راحت ہے تو صاحب عقل پر لازم ہے کہ وہ آخرت کی راحت کا متلاشی ہو۔ جملہ آسمانی کتابیں ہمیں اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ آخرت کا دائمی آرام اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر آخرت کی راحت کا حصول محال ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے؟ صحیح اور قوی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری حاصل کرنے کے تمام طریقے قرآن شریف اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا صراحت سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ آخرت کی راحت کے حصول کے لئے قرآن وحدیث کا علم ضروری ہے۔ اس کے بغیر آخرت کی نعمتیں حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اسی لئے اسلام نے اس علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہے اور لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے ہر جگہ اس کی بزرگی اور عزت اور درجہ بیان کیا ہے۔

تیسرے پارے میں اللہ تعالی نے اپنی وحدانیت کا ایک دعوی بیان کیا ہے کہ میں وحدہ لاشریک ہوں، اور یہ ظاہر ہے کہ دعوی کی قوت دلیل و گواہ کی مضبوطی سے ثابت ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالی نے بطور گواہ فرشتے اور علماء کی گواہی پیش کی ہے۔ اس سے بڑھ کر علماء کی فضیلت کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالی اپنی بزرگی کے لئے علماء کو گواہی میں پیش فرمارہے ہیں۔

بکثرت حدیث شریف میں علم وعلماء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔زمین وآسمان کی جملہ مخلوق علماء کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہیں،اس سے علماء کی شرافت و بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عالم اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے اور دنیا کی ساری مخلوق فرشتے تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

علم کی مجلس میں حاضری کو ہزار رکعت سے افضل' ہزار بیماروں کی عیادت سے بہتر'اور ہزار نماز جنازہ میں شرکت سے افضل فرمایا گیا ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا' یا رسول اللہ! (ﷺ) قرآن شریف کی تلاوت سے علم کی مجلس کی حاضری بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن شریف بغیر علم کے کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟۔

جو عالم مخلوق کو اللہ کے راستہ کی طرف بلاتا ہے' وہ حقیقت میں پیغمبروں کا نائب ہے، یہ علماء وہی کام کررہے ہیں جس کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے تھے۔

ان فضائل کی وجہ سے شروع اسلام میں مسلمانوں کو حصول علم کی طرف بڑی رغبت و شوق تھا'اور پوری عمر اسی میں گذار دیتے تھے۔

اسلامی حکومت اور مسلم بادشاہوں کے دور میں بھی علماء کی امداد کی جاتی تھی،جس سے یہ حضرات بے فکری سے علم کی اشاعت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے تھے۔انہیں حضرات کی کوشش کا نتیجہ ہے مسلمانوں میں ایسے ایسے قابل اور لائق علماء پیدا ہوئے کہ بجا طور پر مسلمان ان پر فخر کرسکتا ہے۔

درحقیقت اسلام کی خیرخواہی اور علم کی اشاعت عام کے لئے مدارس عربیہ' دینیہ کا قیام بہت ضروری ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی حمایت اسی میں مضمر ہے کہ ہر جگہ اسلامی علوم کی ترویج ہو۔

اسی مقصد کے پیش نظر آج سے: ۳۴؍سال قبل یعنی: ۱۲۹۵ھ میں کچھ باہمت افراد نے لاجپور (ریاست سچین ضلع سورت) میں ''مدرسہ الہیہ'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب اس کے روح رواں تھے۔حضرت کی توجہ اور محنت سے یہ مدرسہ: ۸؍۱۰؍سال بحسن خوبی اور نہایت شان سے چلتا رہا۔اس میں نامی گرامی علماء یکے بعد دیگرے استاذ کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہیں۔ دور سے طلبہ آکر علمی پیاس بجھاتے تھے۔

مدرسہ میں طلبہ کے لئے ہر طرح کی کھانے' پینے' کپڑے' رہائش وغیرہ کی جملہ ضروریات کی سہولت مہیا تھیں۔عربی کے دو مدرس اور فارسی وحفظ کے ایک ایک مدرس کے علاوہ قاضی' منشی وغیرہ حضرات مدرسہ کے معاون کی طور پر خدمت کیا کرتے تھے۔

مدرسہ کا ماہانہ خرچ: ۱۲۵؍۱۵۰؍روپے تک تھا۔اور سالانہ خرچ ڈیڑھ' دو ہزار روپے کا لاجپور اور قرب وجوار کے دیہات سے پورا ہوتا تھا۔اس میں بڑا تعاون سچین کے نواب اور ان کی اہلیہ کی طرف سے سالانہ: ۴۰۰؍روپے کا تھا۔راندیر کے عالی ہمت حضرات کی طرف سے بھی قابل قدر مدد ملتی تھی۔

اس کے علاوہ: کفلیتہ' ڈابھیل' سملک' آسنہ' بارڈولی' نصیر پور بھٹی' تیلاڑا' مولدھرا' عالیپور' جوگواڑ' چیتالی وغیرہ گاؤں سے غلہ اور نقد دونوں طرح اچھا تعاون ہوتا تھا۔

اس وقت قریہ اور برون قریہ کے کئی طلبہ حصول علم میں مشغول تھے۔مدرسہ کے پورے خرچ کا دارومدار مسلمانوں کے تعاون اور چندہ پر تھا، جب تک اہل محنت کوشش کرتے رہے کام چلتا رہا، جب ان حضرات کی محنت میں کمی آتی گئی کام میں بھی کمی محسوس ہوتی گئی اور ہوتے ہوتے ایک مدت کے بعد مدرسہ کا کام موقوف سا ہوگیا۔

اس کے بعد: ۱۳۱۵ھ میں حضرت مولانا احمد میاں صاحب صاحبزادۂ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نے اپنے شوق اور لگن سے پڑھانا شروع کیا، رفتہ رفتہ دور دور سے علم کے متوالے جمع ہوگئے، اس طرح طلبہ کی تعداد: ۱۵؍ ہوگئی۔

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ: ۴؍ سال تک بہت اچھی طرح چلتا رہا۔ اور کمال یہ کہ اس درمیان مدرسہ کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا، حضرت مولانا اللہ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔ یہ اسی قربانی کا نتیجہ ہے کہ علاقہ کے مشہور اہل علم نے ان سے فیض حاصل کیا۔

جناب مولوی محمد یوسف صاحب لاجپوری‘ جناب مولوی سید عمر لاجپوری‘ مرحوم مولوی سلیمان حسن لاجپوری‘ مولوی سید عبدالحیٔ لاجپوری‘ مولوی احمد بزرگ سملکی‘ مولوی احمد حسن سملکی‘ مولوی احمد درویش سملکی‘ حاجی ابراہیم میاں سملکی‘ مولوی حافظ ابراہیم کفلیتوی‘ مولوی حافظ عبدالرحمٰن بھوپالی‘ مولوی وزیر خاں حیدرآبادی‘ مولوی خدابخش صاحب پنجابی مولوی عبداللہ صاحب پنجابی‘ وغیرہ حضرات اسی مدرسہ ’’اسلامیہ الٰہیہ‘‘ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اللہ تعالی حضرت مرحوم کی روح کے لئے تاقیامت صدقۂ جاریہ بنائے۔

اس کے بعد کچھ مدت تک یہ کام پھر رک گیا، فی الحال اللہ تعالی کے فضل وکرم سے کچھ اہل ہمت حضرات نے صدق نیت اور حضرت صوفی صاحب کی سرپرستی میں دوبارہ شروع کیا ہے۔ اب کی مرتبہ اہل لاجپور کا اس میں بڑا اچھا تعاون ہے۔

شروع شروع میں حضرت صوفی صاحب کی طرف سے ایک حافظ صاحب مقرر تھے۔ پھر بچوں کی تعداد کی زیادتی کے سبب دو کا تقرر کیا گیا‘ پھر تھوڑی ہی مدت میں فارسی‘ عربی پڑھنے والے بچوں کی وجہ سے ایک عربی اور ایک فارسی مدرس کا بھی انتظام کرنا پڑا، پھر اہل قریہ کے بچوں کی تعداد میں اضافہ کے سبب ایک اور مدرس رکھنا پڑا۔ اس وقت مدرسہ میں

دو عالم‘ ایک حافظ‘ ایک منشی وغیرہ مل کر: ۵؍افراد مقرر ہیں۔ بیرونی ویتیم طلبہ کے لئے کھانا پکانے کے لئے ایک طباخ بھی ہے۔ دونوں وقت مدرسہ میں طلبہ کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔

اہل استطاعت طلبہ مدرسہ میں اپنے کھانے کا غلہ جمع کراتے ہیں، ایسے طلبہ سے فقط غلہ لیا جاتا ہے، بقیہ جملہ خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔

فی الحال مدرسہ کا ماہانہ خرچ: ۷۰؍ سے ۸۰؍ روپے تک کا ہے۔ مدرسہ کا ایک سال کا حساب اسی رپورٹ میں درج کردیا گیا ہے۔

مدرسہ میں ماہانہ امتحان اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کو لیا جاتا ہے۔ سالانہ امتحان سال گذشتہ: ۱۲؍ شعبان کو رکھا گیا تھا۔ عربی‘ فارسی‘ اور اردو کا امتحان مولانا حافظ ابراہیم کفلیتوی اور ناچیز مرغوب احمد نے لیا تھا۔ قرآن شریف کا امتحان مولوی عبدالحئی صاحب نے لیا۔

گجراتی امتحان کے لئے ماسٹر اسماعیل صاحب کو مدعو کیا گیا تھا، مگر اردو اسکول لاجپور کے امتحان کی مشغولی کی وجہ وہ نہ آسکے اور وہ امتحان بھی ناچیز اور جناب اسماعیل احمد بخاریہ صاحب کے ذمہ رہا۔ امتحان کا نتیجہ الحمد للہ بہت اچھا رہا، ۹۵؍ فی صد کامیابی رہی۔ نیچے درج شدہ کیفیت سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

مؤرخہ: ۱۲؍ شعبان ۱۴۲۸ھ کے روز عربی‘ فارسی اور اردو درجات کی کل: ۲۱؍ کتابوں کا امتحان مدرسہ عربیہ لاجپور کے طلبہ کا ہم نے لیا۔ طلبہ نے اچھی قابلیت سے امتحان دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ کی محنت قابل قدر ہے‘ اور قلیل مدت میں فارسی‘ پڑھنے اور تحریر دونوں میں بہت کچھ یاد کرلیا ہے۔

مدرسہ کے کارکنان بصد شوق وتوجہ تمام کام انجام دے رہے ہیں، جو قابل تعریف

ہیں۔ہمیں امید ہیں کہ اگر مدرسہ کے خدام اسی طرح شوق ولگن سے اپنے کام میں متوجہ رہیں اور معاون حضرات کا تعاون رہا تو یہ باغ احمدی کے جاری فیض سے بکثرت طالب علم فیض یاب ہوں گے۔

احقر ابراہیم محمود پٹیل

عبدالحئ اسماعیل قاضی

گاؤں کے بہت سے حضرات امتحان کے دن مدرسہ میں حاضر ہوئے تھے،ہم خدام ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، خاص کر ممتحن حضرات کا بھی' انہوں نے امتحان کے لئے وقت فارغ فرمایا اور مفید مشوروں سے بھی تعاون فرمایا۔

مدرسہ کے قوانین

قوانین برائے مہتمم

(۱)......مدرسہ کے مکمل حساب کی ذمہ داری مہتمم صاحب کی ہوگی۔

(۲)......مہتمم صاحب کے لئے ضروری ہے کہ جو رقم مدرسہ کے لئے وصول کریں اس کی رسید دے کر امانت میں جمع کرادیں۔

(۳)......مدرسین کا تقرر،ضرورۃً مدرس کو اجازت دینا،طلبہ کا داخلہ کرنا یا داخلہ سے انکار، طلبہ کا کھانا مدرسہ میں مقرر کرنا وغیرہ جملہ امور کا اختیار مہتمم صاحب کو رہے گا۔

(۴)......مہتمم صاحب کے ذمہ یہ بھی ہے کہ مدرسہ کے اوقات اور خارج اوقات میں ملازم اور طلبہ پر نظر رکھے۔

(۵)......جس وقت مہتمم صاحب مدرسہ میں نہ ہوں گے تو مدرس عربی ان کی جگہ نائب مہتمم

رہیں گے۔

(۶)...... ہر چندہ دہندگاں کو مدرسہ کا خیر خواہ سمجھا جائے۔

(۷)......اہل علم، تجربہ کار مدارس کے نظام سے واقف، مخلص اور ذاتی اغراض سے پاک حضرات مدرسہ کی شوری کے ذمہ دار ہوں گے۔

قواعد برائے مدرسین

(۱)...... صبح کو: ۴/اور دو پہر کو: ۲/گھنٹے ہر مدرس کے لئے مدرسہ میں حاضر ہو کر اپنے کلاس کو سنبھالنا ضروری ہے۔

(۲)......عربی، فارسی مدرس دونوں وقت اسباق پڑھائیں گے۔ اور قرآن شریف کے مدرس آخری وقت میں دور سننے کا بھی اہتمام کریں۔

(۳)...... مدرسین اپنے طلبہ کی عادتیں، آداب، سلام، کلام، پاکی، صفائی اور نماز کا اہتمام کریں، اس پر بھی نظر رکھیں۔

(۴)...... فارسی اور قرآن شریف کے اساتذہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مدرس عربی کی اجازت کے بغیر کوئی نئی کتاب شروع نہ کریں۔

(۵)...... مدرسین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود نماز، روزہ کے پابند رہیں اور فتنہ وفساد سے پرہیز کریں، اور ہر وقت مدرسہ کا خیر خواہ رہیں۔

قوانین برائے طلبہ

(۱)...... پڑھائی کے وقت میں تمام طلبہ کے لئے کلاس کی حاضری ضروری ہے۔

(۲)......جمیع طلبہ جن کا کھانا مدرسہ کے ذمہ ہو یا نہ ہو، ان کے لئے ضروری ہے کہ بلا اجازت مدرسہ سے غیر حاضر نہ رہیں۔ اور مدرسہ میں مقیم طلبہ کے لئے رات کا قیام بھی

مدرسہ میں ضروری ہے۔

(۳)...... نئے طلبہ کا داخلہ امتحان کے بعد ہوگا۔اور جو کتاب مدرس یا مہتمم تجویز کریں گے اس کی پابندی ضروری ہوگی، اپنی مرضی سے کوئی کتاب شروع نہیں کی جائے گی۔

(۴)...... کسی طالب علم سے کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔اور طالب علم کا کھانا مدرسہ سے مقرر کرنے کی کوئی حد نہیں، اس میں مدرسہ کی حالت کے موافق تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

(۵)...... جو طالب علم غریب اور ہوشیار ہوگا اس کو مدرسہ سے کھانا دیا جائے گا۔

(۶)...... بیرون طلبہ میں سے کوئی صاحب استطاعت ہو اور مدرسہ میں قیام کرنا چاہتا ہو تو ان سے ماہانہ پونا من دھان اور آدھا من جوار لی جائے گی، غلہ کے علاوہ جملہ خرچ مدرسہ برداشت کرے گا۔

(۷)...... طالب علم کو کسی قصور پر سزا دی جاسکے گی، اور کوئی جرم ایسا ہو جس سے مدرسین یا مدرسہ کی بے عزتی ہوتی ہو تو اسے خارج بھی کیا جاسکتا ہے۔

چندہ کے قوانین

(۱)...... چندہ کے لئے کوئی حد متعین نہیں، قلیل و کثیر سب دیا جاسکتا ہے۔

(۲)...... چندہ کی پانچ قسمیں ہیں:

اول:...... نقد چندہ ماہانہ ہو یا سالانہ، مدرسہ کی حاجت کے مطابق خرچ کیا جائے گا۔

دوم:...... کسی خاص مد کے لئے دیا گیا ہو، مثلاً کتابوں کے لئے، یا کھانا کھلانے کے لئے، یا طلبہ کے کپڑے کے لئے، یا کسی انعام کے لئے، وہ اسی مد میں خرچ کیا جائے گا۔

سوم:...... زکوۃ، صدقہ، قربانی کی کھال کی رقم، للہ وغیرہ انہیں شرعی حکم کے مطابق، مناسب جگہ خرچ کیا جائے گا۔

چہارم:.......غلہ، پھل وغیرہ انہیں طلبہ کے کھانے میں استعمال کیا جائے گا۔
پنجم:.......کتابیں یا برتن جو مدرسہ میں دیئے جائیں گے وہ مدرسہ کی ملکیت رہیں گے۔
(۳)......چندہ دہندگان کو رسید دی جائے گی، جس پر مہتمم صاحب کی دستخط ہوگی، اس کا حساب سال، یا دو سال میں رپورٹ کے ذریعہ ہمدردان مدرسہ کی خدمت میں پہنچایا جائے گا۔
(۴)......وہ حضرات جو کسی قسم کا بھی مدرسہ کا تعاون کریں، ان کی خدمت میں گزراش ہے کہ وہ مہتمم صاحب کو اطلاع کریں کہ ان کی بھیجی ہوئی رقم اوپر کے اقسام میں سے کس مد کے لئے ہے تاکہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کو خرچ کیا جاسکے۔

مرغوب احمد لاجپوری

....

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات پر مفتی صاحب کا پیغام

عالم ربانی، فاضل حقانی، مرشد کامل، شیخِ طریقت، زہد وتقوی، خلوص اور رواداری میں لا ثانی، فیض اور برکت کے امام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خبر وفات صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہی نہیں، پورے عالم اسلام کے لئے ماتم کدہ ہے۔ سب جگہ اور تمام ممالک میں حضرت کی دل کو رنج پہنچانے والی اور غم ناک وفات کی خبر افسوس اور بے چینی و پریشانی سے سنی گئی ہے۔ میں ضعیفی اور عذر کی وجہ سے اس وقت طویل مضمون لکھنے سے قاصر ہوں۔ حضرت کی وفات صرف ان کی وفات نہیں، عالم اسلام کی موت کے مثل ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت کی ذات میں بیشمار خوبیاں اور کمالات جمع فرمادیئے تھے، آپ کی وفات کی خبر نے لاکھوں اہل محبت کو غمگین کردیا ہے۔

احقر مرغوب احمد

کرامات حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ

ترتیب: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

نوٹ...... حضرت صاحب سوانح رحمہ اللہ نے عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی بعض کرامات کو جمع فرمایا تھا' جو باغ عارف میں شائع ہو چکی ہیں' حضرت کے مضامین کے ساتھ ان کو بھی شامل کرنا مناسب سمجھا گیا۔ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)......راقم الحروف نے نوعمری کے زمانہ میں ایک مرتبہ رات کے بارہ بجے ایک شخص کوکسی کے مکان میں چوری سے گھستے ہوئے دیکھ لیا اور دوسرے کو اس راز سے مطلع کردیا۔ اس نے تین چار اور جمع کر لئے اور شور وشر کرنا شروع کردیا۔ جس سے وہ شخص گھبرا کر باہر نکل آیا۔ لوگوں نے اس کو بہت لعنت ملامت کی۔ مجھے بھی بعد میں اس کی رسوائی کا بڑا افسوس ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز عشاء کے حضرت صوفی صاحب جامع مسجد کی شمالی دیوار سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ تنہائی کا موقع دیکھ کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ: خدا کی ذات ستارالعیوب ہے، وہ پردہ پوشی کو بہت پسند فرماتا ہے۔ آدمی کو لوگوں کے عیب چھپانا چاہئے۔ میں فوراً اپنی حرکت پر متنبہ ہوا اور بڑی ندامت ہوئی۔

(۲)......میری ہمشیرہ معظّمہ عائشہ کا بیان ہے کہ: میری والدہ کی حیات میں والد مرحوم نے ایک دوسری شادی کر لی تھی۔ والدہ کو اس کا بڑا املال اور صدمہ رہتا تھا۔ والد صاحب مرحوم کبھی کبھی اس بیوی کو چند روز کے لئے اپنے رہائشی گھر میں بھی رکھتے تھے، جس سے گھر میں قضیئے جھگڑے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ایک روز حسن اتفاق سے حضرت صوفی صاحب میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، والدہ حضرت سے بیعت تھیں۔ حضرت سے والد صاحب کی شکایت کرنے لگیں کہ: خدا نے صاحب اولاد بنایا ہے اس پر بھی دوسری شادی کر لی ہے۔ حضرت نے فرمایا: خدیجہ تو کیوں کڑھتی ہے؟ وہ غریب تو چھ مہینہ کی مہمان ہے۔ شان الٰہی کا ظہور یہ ہوا کہ چھ مہینہ کے بعد: ۱۳۰۱ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ میری ولادت انھیں دنوں میں ہوئی تھی، مجھے ان کی گود میں دے رکھا تھا۔

(۳)......راقم الحروف اورمولوی سید عبدالحئ صاحب لاجپوری سابق امام جامع مسجد لاجپور ایک دن عشا کے وقت مسجد میں حوض کے قریب جنوبی جانب غربی کونہ پر جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے کچھ باتیں کررہے تھے، حضرت عشاء عموماً تاخیر سے پڑھتے تھے۔کوئی دس بجے کے قریب حضرت استنجا کی غرض سے اٹھے، مولوی صاحب فرمانے لگے کہ: جماعت بہت دیر میں ہوتی ہے مجھے نیند آرہی ہے، اگر چہ میں امام ہوں لیکن نماز تو اکثر اوقات حضرت ہی پڑھاتے ہیں، آج کل بوجہ کبرسنی اورضعف کے اکثر نمازوں میں حضرت کو سہو ہوتا ہی رہتا ہے، مگر پھر بھی نماز خود ہی پڑھاتے ہیں۔ اسی قسم کی گفتگو ہورہی تھی کہ حضرت وضو کر کے صحن مسجد میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ: مولوی عبدالحئ صاحب تشریف لایئے! آپ امام ہیں، نماز پڑھانے کا آپ ہی کا حق ہے، میں تو آپ کی اجازت سے پڑھالیا کرتا ہوں، مجھے نماز پڑھانے کا کچھ شوق نہیں ہے، لیکن میرے استاذ حضرت مولانا محمد برکت اللہ صاحب محدث سورتی یہ فرمایا کرتے تھے کہ: نماز پڑھانے سے آدمی اختلاف سے امن میں رہتا ہے، مثلاً شافعی مذہب میں اقتداء پر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اور حنفی مذہب میں منع ہے۔ تو امام ہونے سے اس کشمکش سے بچ جاتا ہے، اب تو میں پڑھا دیا کرتا ہوں ورنہ مجھے کچھ شوق نہیں ہے، مولوی صاحب آپ پڑھایئے، مولوی صاحب نے عرض کیا: نہیں حضرت! آپ ہی پڑھایئے، آپ بزرگ ہیں اس گفتگو میں میں بھی شریک تھا، مجھے بڑی ندامت ہوئی۔

(۴)......حضرت رحمہ اللہ اکثر اوقات احباب ومریدین کے خطوط کے جوابات مجھ سے لکھوایا کرتے تھے، چنانچہ سورت کے باغیچہ میں (جبکہ آپ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے) ایک مرتبہ میں گیارہ بجے کے قریب بیٹھا ہوا خط لکھ رہا تھا، آپ فرماتے جاتے تھے

اور میں لکھتا جاتا تھا۔اثناء تحریر میں کوئی ایک جملہ آپ نے ایسا لکھوایا کہ جسے میں فصاحت ومحاورہ کے خلاف سمجھ کر بدل کر بجائے اس کے دوسرا مناسب جملہ لکھنا چاہتا تھا، اس خطرہ کا آپ کو کشف ہوا، فرمانے لگے: میاں مرغوب احمد! اپنی رہنے دو جو میں کہوں وہی لکھو۔ خط نویسی سے فارغ ہونے کے بعد مجلس میں بیٹھ کر میں نے اس واقعہ کو حضرت کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا محمد صوفی صاحب سے اور حضرت کے نواسے جناب مولوی محمد یوسف صاحب سے بیان کیا کہ حضرت کو میرے اس خطرہ کا کشف ہوگیا۔ نماز واوراد ضروری سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے یاد فرمایا کہ: میاں مرغوب احمد ہے؟ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں، فرمایا: کشف قوت حلال پر موقوف ہے، یا یہ فرمایا کہ: کشف صحیح قوت حلال سے بڑھتا ہے۔اب تو یہ لذت ایمانی ہے۔

(۵)...... ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں چند احباب وخدام بیٹھے ہوئے تھے میں بھی حاضر تھا ایک آوارہ مزاج شخص آیا، اور آپ کی نظر بچا کر مجلس میں بیٹھ گیا، آپ نے نظر اٹھا کر فرمایا کہ: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص آیا، تو آپ نے فرمایا کہ: کیا بات ہے کہ بعضوں کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے؟ یا یہ فرمایا کہ: زنا کی بو آرہی ہے۔ اس سے یہ آوارہ مزاج نادم ہوکر مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔

(۶)...... جناب محمد لاکھانی ساکن لاچپور (کاٹھیاواڑ) کا بیان ہے کہ حضرت رحمہ اللہ سے مجھے جب پہلی ہی مرتبہ جیت پور میں نیاز حاصل ہوا تو میں نے حضرت سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ کپڑے سے چھوٹا استنجا درست ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، لیکن کپڑے سے استنجا کرنے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، لیکن جس طرح تو کرتا ہے کہ ایک پارچہ مہینوں چلاتا ہے یہ درست نہیں ہے۔ محمد لاکھانی کہتے ہیں کہ: میں

نے ایک پارچہ طاق میں رکھ چھوڑا تھا جس کو میں وقت ضرورت استعمال کرلیا کرتا تھا، اس کو سوائے خدا کے کوئی نہ جانتا تھا۔ اس کشف واقعہ سے مجھے بڑی حیرت وندامت ہوئی۔

(۷)......انہی محمد مذکور لاکھانی صاحب کا بیان ہے کہ: میں حضرت مولانا غلام فاروق صاحب مجددی سے بیعت تھا، لیکن جب حضرت سے میرا اعتقاد زیادہ ہوا تو میں نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی، آپ نے کچھ جواب نہ دیا، ایسا ہی اور باتوں میں ٹال دیا، جب میرا اصرار زیادہ دیکھا تو فرمایا: میاں کہیں ایک جورو کے دو خاوند ہوتے ہیں؟ محمد لاکھانی کہتے ہیں کہ: حضرت سے میری سابقہ بیعت کا حال نہ میں نے ظاہر کیا اور نہ کسی دوسرے نے، حضرت کو بذریعہ کشف پتہ لگا، اس کے بعد بہت سی نصیحتیں فرمائیں کہ اپنے ولی نعمت قدیم سے بداعتقادی اور روگردانی اچھی نہیں، ایسا آدمی ہمیشہ محروم رہتا ہے، ع

یک گیر و محکم گیر

۱......محمد لاکھانی بہت بولنے والا اور حضرت کا منہ چڑھا خادم ہے۔ جب حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ جیت پور کی مسجد میں اخیر عشرہ رمضان میں معتکف تھے۔ حضرت صوفی صاحب کے اعزاز واکرام و ہر دلعزیزی وحقانیت واتباع سنت واجتناب بدعت کو بعض دین فروش تبرّ اباز، پیشہ ور واعظ، مفسد مولوی دیکھ نہ سکے اور ان کو کاٹھیاواڑ میں اپنی روٹیوں کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جب حضرت رحمہ اللہ پر کوئی الزام قائم نہ کر سکے تو جاہل مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ایک چلتا جادو اور آخری حربہ جواُن فتنہ انگیزوں کو مسلمانوں کی جہالت سے ہاتھ لگ گیا ہے کہ جس درویش کامل اور عالم حقانی سے ان کو اپنی روٹیوں میں خطرہ نظر آیا جھٹ مشہور کر دیا کہ یہ وہابی ہے۔

ایک رضاخانی مفسد گرگے نے اسی حربے سے کام لیکر مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا۔ اور شب قدر میں بھی رضاخانی گرگے درجنوں بدمعاش اور غنڈوں کو مار پیٹ کے لئے کرایہ پر لے آئے اور خانہ خدا میں وہ خون ریزی ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ ساری مسجد خون سے لالہ زار ہو گئی۔ جھاڑ، فانوس جھومر سب ٹوٹ پھوٹ کر مسجد میں انبار لگ گیا، کئی ایک شخص سخت زخمی ومجروح ہو کر مہینوں شفاخانوں میں

(۸)...... محمد لاکھانی کا بیان ہے کہ: میں ایک زمانہ میں بسلسلہ تجارت بسیں (چین) (برہما) میں مقیم تھا، شامت اعمال وغلبہ نفس سے ایک اجنبی عورت سے ناجائز تعلق ہو گیا تھا، ایک دن تنہائی میں نفس فسق و فجور پر تل گیا تھا، بظاہر کوئی امر مانع نہ تھا قریب تھا کہ منہ کالا کروں کہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ (جو اس وقت اپنے وطن لاجپور ضلع سورت میں تھے) نے غائبانہ ایک چانٹا مار کر فرمایا کہ نالائق ہلاک ہو جانا چاہتا ہے، دور ہو، توبہ کر، میں آپ کی برکت و ہیبت سے عین گناہ کے موقع سے بچ گیا اور توبہ کی، ایک عرصہ کے بعد جب لاجپور حاضر ہوا تو دیکھتے ہی فرمایا: محمد لاکھانی آ گیا، اَرے تو بڑا دیوانہ چھوکرا ہے، جہاز ڈوبانا چاہتا ہے خدا نے بچالیا۔

(۹)...... جناب حاجی محمد یوسف صاحب راندیری مقیم رنگون نے حضرت کی حیات میں و بعد وفات بھی مجھ سے فرمایا کہ صوفی صاحب سے مجھے بوجہ بیعت کے گہرا تعلق تھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب میں حج سے لوٹ کر بمبئی پہنچا، طبیعت بوجہ سفر کے نڈھال تھی۔ راندیر میں اعزہ

کراہتے رہے۔

چند مالدار جاہل میمن ان رضا خانی گرگوں اور غنڈوں کے حامی و پشت پناہ تھے جن لوگوں نے یہ فتنہ کرایا تھا۔ ان پر بددعا کرانے کے لئے محمد لاکھانی گھنٹوں حضرت رحمہ اللہ سے میرے روبرو واڑا رہا کہ باوا بددعا کرو کہ یہ لوگ بری موت مریں، مگر حضرت یہی فرماتے تھے کہ تو تو دیوانہ ہے، حضور اقدس ﷺ نے مظالم ومصائب واذیتیں کفار مکہ کے ہاتھ سے اٹھائی تھیں، لیکن بجائے بددعا کے ’’اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون ‘‘فرماتے تھے۔

[1]...... جناب حاجی محمد یوسف صاحب راندیری مقیم رنگون ...... نہایت ثقہ، دین دار، مخیّر، بزرگ صفت، کریم النفس شخص ہیں، ان پر خداوند کریم کا خاص فضل یہ ہے کہ ان کی دولت کا کثیر حصہ (برہما) وہندوستان کے مدارس عربیہ اسلامیہ وتبلیغ دین واشاعت اسلام وکتب دینیہ وعلماء وفقراء طلبہ، غرباء، یتامیٰ وبیوگان میں صرف ہوتا ہے۔ اس وقت ملک برہما میں بے نظیر شخص ہیں۔

سے ملاقات کی غرض سے ایک دو دن ٹھہر کر رنگون روانہ ہوجانے کا قصد تھا۔حضرت صوفی صاحب کے مستقل قیام کا علم نہ تھا کہ سورت میں ہیں (یا کاٹھیاواڑ میں)اسی تردد کی حالت میں بمبئی سے روانہ ہوا،راستہ میں بار بار یہی افسوس ہوتا تھا کہ اس سفر میں حضرت صوفی صاحب سے ملاقات نہ ہوسکے گی اور بے ملے رنگون چلا جاؤں گا،جب ریل گاڑی سورت اسٹیشن پرجا کرٹھہری تو سب سے پہلی ملاقات حضرت صوفی صاحب سے ہوئی۔آپ نے السلام علیکم کے بعد مختصر خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ:تمہیں ملاقات کرنی تھی سو ہوگئی۔ السلام علیکم فرماتے ہوئے غائب ہوگئے، بعد میں نے ہر چند ادھر اُدھر آپ کو دیکھا تلاش کیا،لیکن پتہ نہ لگا،نہ کسی نے دیکھا۔

(۱۰)......معلم حاجی ابراہیم صاحب راندیری نے مجھ سے بیان فرمایا کہ: حضرت صوفی صاحب جن دنوں رنگون سورتی جامع مسجد میں اوپر کی منزل میں مقیم تھے۔میں اپنی مرچنٹ اسٹریٹ کی دوکان میں شام کے وقت دن بھر کی بکری کا روپیہ گن رہا تھا،اورایک تختے کے سوپ میں بیس بیس روپے کی قطار لگا رہا تھا کہ دفعتاً ایک فقیر نے دروازہ پرآ کرسوال کیا، میں نے کہا باوا معاف کرو،لیکن وہ فقیر ٹلا ہی نہیں، میں روپیہ گننے میں مشغول تھا کہ اس فقیر نے جھپٹ کر بیس روپے کی ایک رقم اٹھالی اور لے کر چلتا ہوا، میں اس کے پیچھے دوڑا وہ آگے آگے بھاگ رہا تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھا کہ وہ فقیر سورتی مسجد کے پیچھے :۲۷ر کی گلی میں گھس گیا، میں بھی گلی میں اس کے درپے تھا کہ دفعتاً حضرت صوفی صاحب کی طرف سے ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ: معلم صاحب اس فقیر کو جانے دو، اسے اتنے ہی روپئے کی ضرورت تھی،اسے مت پکڑو۔ غرض فقیر تو روپیہ لے اُڑا میں ہانپتا کانپتا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ وظیفہ میں

تھے، میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ: معلم صاحب !اسے جانے دو، کیوں پکڑتے ہو؟ میں نے کہا: باوا بیس روپے کی رقم اس نے جھپٹ لی ہے، میں کیسے چھوڑ دوں؟ فرمایا: اس کو اتنی ہی ضرورت تھی۔ یہ صاحب خدمت لوگوں میں ہیں، ان کو کل یہاں سے دوسری جگہ خدمت کو جانا ہے، اگر تم دیکھنا چاہتے ہو کل صبح آٹھ بجے فلاں جہاز پر جا کر ان کو دیکھو۔ مجھے اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی اور دل کڑا کر کے دوکان پر آ گیا۔

(۱۱)...... ایک دن جامع مسجد لاجپور میں عشاء کی نماز سے پیشتر حضرت صوفی صاحب ایک ستون سے سہارا لگائے تشریف رکھتے تھے، راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد مولوی سید عبدالحئ صاحب لاجپوری بھی آ گئے۔ حضرت کچھ دیر ہم لوگوں سے کلام فرماتے رہے، تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا: مولوی صاحب کون کہتا تھا کہ قاضی رحمت اللہ صاحب بیمار ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ: حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب کا تو ذکر کسی نے نہیں کیا، فرمایا ابھی تو کوئی کہہ رہا تھا کہ حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب بیمار ہیں۔ مولوی عبدالحئ تم نے کہا؟ مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے تو ذکر نہیں کیا، فرمایا: ابھی کوئی کہہ گیا نہ کہ قاضی صاحب بیمار ہیں، اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے، راقم الحروف نے مولوی صاحب سے کہا کہ: آپ قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری کی خبر لیجئے، حضرت نے ان کی بیماری کا اشارہ کر دیا ہے، چنانچہ مولوی صاحب نے دوسرے یا تیسرے روز راندیر پہنچ کر قاضی رحمت اللہ صاحب سے ملاقات کے بعد مزاج پرسی کی تو فرمانے لگے کہ چند روز سے بیمار ہوں، کل سے کچھ افاقہ ہے۔

(۱۲)...... جناب حاجی احمد ابراہیم پٹیل ڈابھیلی (جو حضرت صوفی صاحب کے مخلص محبوں میں ہیں، اور ایک ثقہ دیندار شخص ہیں) بیان کرتے ہیں کہ: حضرت صوفی صاحب کے ہمراہ

ہم لوگ بہت رات گذرے سیملک سے ڈابھیل آرہے تھے، بارش کا زمانہ تھا، اندھیری رات تھی، راستہ میں کیچڑ اور پانی میں ہم لوگ ایسی جگہ میں آگئے کہ اندھیرے میں آگے راستہ ہی نہیں ملتا تھا، پریشان ہوکر کھڑے ہوگئے، شان الٰہی کہ دفعتاً ایک روشنی نمودار ہوئی جیسے کوئی شخص لالٹین لئے ہوئے آگے آگے ہمیں راستہ بتارہا ہے، جب ہم اس روشنی میں ہموار راستے پر آگئے تو روشنی جاتی رہی۔

(۱۳)......حضرت کے بھانجے محمود بیان کرتے ہیں کہ: حضرت نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ: ہمارے باغیچہ کے درختوں کو پانی دو، میں نے عرض کیا کہ حضرت میرے پاس بیل تو ہے لیکن چرس نہیں ہے، حضرت نے فرمایا کہ: فلاں شخص کی ماں سے میرے نام سے لے آؤ، میں اس کے پاس سے چرس لے آیا اور چوکی کے کنوئیں سے چرس سے پانی کھینچنا شروع کیا، اتفاق سے رسی ٹوٹ گئی اور چرس کنوئیں میں گر گیا، چونکہ بھرا ہوا تھا اس لئے ڈوب گیا، ہر چند کوشش کی لیکن چرس نہیں نکلا، آخر تنگ آکر مکان واپس آیا اور چرس کے مالک سے واقعہ بیان کیا، وہ میرے سر ہو گیا کہ میں چرس کے دام تم سے لے لوں گا، میں نے حضرت سے ذکر کیا، حضرت نے فرمایا گھبراؤ نہیں کل نکل آئے گا، میں نے کہا حضرت میں دن بھر تو سر مارتا رہا لیکن نہیں نکلا، آپ نے فرمایا میاں جاؤ دیکھو پانی ہی پر تو تیر رہا ہے، میں واپس آیا صبح کنوئیں پر گیا دیکھا تو خالی چرس کنوئیں میں پانی پر تیر رہا ہے، میں نے نکال لیا۔

(۱۴)......قاسم لآرڈا صاحب راندیری کی ہمشیرہ بی بی خالہ خوشدامن صاحبہ محمد قاسم پٹیل نے کئی مرتبہ مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا کہ: حضرت صوفی صاحب ایک مرتبہ راندیر تشریف لائے، حسب عادت مسجد میں قیام کیا، بعد مغرب میرے مکان پر تشریف لائے، میں نے

کہا حضرت کھانا تیار ہے، فرمایا میرے ساتھ دو آدمی اور ہیں ان کو بھی مسجد سے بلایا گیا، سب نے کھانا کھایا، ہمراہی کھانا کھا کر مسجد چلے گئے، اور حضرت میری اور بچوں کی خیریت دریافت فرمانے لگے، میں نے کہا اور تو سب خیریت ہے اور بفضل خدا ہر طرح اطمینان ہے لیکن یہ ایک جوان لڑکی گھر میں پڑی ہے، ان کے شوہر رنگون میں ہیں، میاں بیوی کی آپس میں رنجش ہے جس سے وہ بلاتے نہیں، اور یہ یہاں پڑی ہوئی ہے میرے دل پر پہاڑ جیسا بوجھ ہے، دعا کیجئے کہ ان میں اتفاق ہوجائے اور یہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے، حضرت نے یہ فرما کر کہ ''کہلا نہیں سکتی وہاں بھیج دے'' بات ٹال دی۔ میرے دل پر تو ایک غم تھا ازیں وجہ تھوڑی دیر کے بعد پھر میں نے دعا کے لئے زور دیا، اس وقت بھی ایسی باتوں میں ٹال دیا، بہت دیر کے بعد پھر میں نے کہا بھائی میرے دل پر اس لڑکی کا بڑا بوجھ ہے، آپ کچھ دعا نہیں کرتے اور ٹال دیتے ہیں، اس پر آپ متوجہ ہوئے اور چار پائی کی پٹی پر زور سے ایک ہاتھ مارا کہ ہاں ہاں جائے گی گھبرا نہیں، کچھ دیر کے بعد آپ مسجد چلے گئے، خدا کی شان کہ چند روز گذرے کہ رنگون سے لڑکی کو بلانے کے لئے آ گئے، اور لڑکی کو میں نے ہنسی خوشی رخصت کیا۔ دوسرے دن لاجپور سے میری ایک منھ بولی بہن میرے پاس آئی اور مجھے کہا کہ بہن بھی رنگون گئی؟ میں نے کہا ہاں اس کو رخصت کردیا، یہ تم کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھ سے حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ بی بی کی لڑکی آج رنگون گئی، اس لئے میں تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لئے یہاں آ گئی۔

بی بی خالہ کہتی ہیں کہ: حضرت کو اس واقعہ کا کشف ہوگیا تھا۔ یہ بی بی خالہ نے جب حضرت صوفی صاحب کا ذکر کیا تو یہ بات ہمیشہ کہتیں کہ ظرف بھرا ہوا تھا، لیکن چھلکنے نہیں دیا، رحمہ اللہ۔

(۱۵)......میرے مخلص جناب یوسف پٹیل صاحب کھولوی پر بعض دشمنوں نے غلط اور بیجا الزام کی درخواست دے کر مخفی طور پر گرفتاری کا وارنٹ نکلوایا تھا، یوسف پٹیل اس کارروائی سے محض بے خبر تھے، کسی ضرورت سے عدالت سورت میں جانا ہوا، وارنٹ کے کارندے اپنی تاک میں تھے بے خبری کے عالم میں گرفتار ہو کر حوالات میں بند کر دیئے گئے، ان کے متعدد احباب نے ہر طرح ضمانت ورہائی کی کوشش کی، لیکن نٹوں صاحب مجسٹریٹ نے ضمانت پر چھوڑنے سے انکار کر دیا، بالآخر سورت والے داؤد پٹیل صاحب بمبئ گئے اور کورٹ میں ضمانت پر رہائی کی درخواست کی، بمبئ ہائی کورٹ نے ضمانت پر چھوڑنے کو منظور کیا، اور براہ راست ہائی کورٹ بمبئ سے عدالت عالیہ سورت کو اس فیصلہ کی اطلاع دے دی گئی کہ ملزم ضمانت پر رہا کر دیا جائے، لیکن مجسٹریٹ صاحب سورت نے یہ کہہ کر رہائی سے انکار کر دیا کہ مجھے اپنی عدالت کا اختیار ہے، میں نہیں چھوڑنا چاہتا، غرض اسی دوڑ دھوپ میں چار روز گذر گئے ہر طرح کی کوشش کی گئی، لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی۔

میں نے حضرت صوفی صاحب سے پورا واقعہ عرض کرنے کے بعد دعا کے لئے درخواست کی، لیکن حضرت نے بجائے دعا کے یہ فرمایا کہ توبہ کی ضرورت ہے، قلوب خراب ہوگئے ہیں، توبہ واستغفار کر کے خدا کو راضی کرنا چاہیئے، اس مجلس میں گھنٹہ بھر کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت وسیلے بیکار اور سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں، اب بجز آپ کی دعا کے اور کوئی سہارا نہیں، لیکن حضرت نے پھر وہی فرمایا کہ قلوب خراب ہوگئے ہیں، توبہ کی ضرورت ہے، پھر اس مجلس میں مناسب موقعہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ حضرت! یوسف پٹیل کو آپ سے فرزندانہ تعلق ہے، آپ دعا کیجئے! انشاءاللہ بعد رہائی کے میں آپ کے ہاتھ پر ان سے توبہ کراؤں گا، لیکن دعا ضرور کیجئے، اب کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا،

مجسٹریٹ کی نظر بدلی ہوئی ہے، اسے ان پر غصہ ہے وہ ہرگز چھوڑنے کا نہیں ہے، یہ الفاظ میں نے نہایت رقت آمیز لہجہ سے عرض کئے، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن کا وقت تھا، حضرت نے میری مکرر سہ کرر عرض پر توجہ فرمائی اور کچھ الفاظ آہستہ آہستہ پڑھے جسے میں سن نہ سکا۔اس کے بعد فرمایا نصر من اللہ۔

اس لفظ سے مجھے یقین ہوگیا کہ دعا کردی ہے، شان الٰہی کا ظہور یہ ہوا کہ عدالت کھلتے ہی قریب بارہ بجے ان کی رہائی کا حکم سنا کر رہا کردیا گیا۔شام کی ٹرین سے لاجپور آئے۔ میں انتظار ہی میں تھا، آتے ہی حضرت کی خدمت میں لے گیا، دیکھ کر خوش ہوئے اور چند نصائح جس میں مقدمہ بازی وغیرہ جھگڑوں کو چھوڑنے اور توبہ واستغفار سے خدا کو راضی کرنے کی ترغیب دی تھی، چنانچہ اس نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی۔

یوسف پٹیل کہنے لگے کہ چار شب میں حوالات میں رہا، آج اخیر شب میں میں نے حضرت کو اپنے سرہانے دیکھا کہ میری تسلی فرمارہے ہیں، مجھے اس وقت سے امید ہوگئی تھی کہ حضرت کی توجہ کی برکت سے میں آج چھوٹ جاؤں گا، خدا نے اپنے خاص اور مقبول بندے کو میری رہائی کا سبب بنایا۔

(۱۶)......حضرت رحمہ اللہ کی آخری علالت میں حضرت کے نواسے رشید احمد اپنے چھوٹے بھائی عبدالصمد کو (جوٹرانسوال سے دوسرے ہم وطن لوگوں کے ہمراہ آرہے تھے) لینے کے لئے حضرت سے اجازت لے کر بمبئی گئے۔اسی اثناء میں سنیچر کے روز ساڑھے نو بجے دن کے حضرت نے رشید احمد کو یاد فرمایا، میں نے عرض کیا کہ رشید احمد تو اپنے بھائی کو لینے کے لئے بمبئی گئے ہیں، آپ نے تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ اٹھا کر فرمایا: الحمد لله الذی او صلنا الی او طاننا سالمین غانمین' پڑھا اور ہاتھوں کو منھ پر پھیرا۔دوسرے روز رشید احمد اپنے

بھائی کو لئے ہوئے صبح: ۶/ بجے کی ٹرین سے سورت پہنچ گئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جہاز سویرے کنارے لگ گیا تھا، اڈریگ کے پسینجر نو بجے اتار لئے گئے۔

(۱۷)...... جناب حافظ ابراہیم بریاوا صاحب لاجپوری مرحوم نے جو ایک سن رسیدہ ذاکر، شاغل، صابر بزرگ تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میاں احمد دیوان - جو حضرت صوفی صاحب کے عزیزوں میں تھے اور حضرت شاہ موسیٰ جی مہتر صاحب ترکیسری سے بیعت تھے اور زیادہ تر اپنے شیخ کی خدمت میں رہا کرتے تھے - وہ ایک دن لاجپور آئے۔ اور حضرت صوفی صاحب سے آپ کے مکان میں ملاقات کی اور کہا کہ حضرت موسیٰ جی صاحب نے آپ کو سلام کہا ہے، آپ نے وعلیکم السلام کہا اور کہا کہ موسیٰ جی بھائی تو آرہے ہیں، احمد دیوان صاحب نے کہا کہ میں کل تو ان کے پاس سے آرہا ہوں، اگر حضرت کا ارادہ لاجپور آنے کا ہوتا تو مجھ سے ضرور فرماتے، ابھی حضرت تشریف نہیں لائیں گے، حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ موسیٰ جی بھائی تو آرہے ہیں، احمد دیوان صاحب ضد کرنے لگے کہ نہیں آئیں گے، اگر آنے کا ارادہ ہوتا تو مجھ سے ضرور فرماتے میں تو کل آپ سے رخصت ہو کر آیا ہوں، احمد دیوان صاحب یہی کہتے رہے کہ نہیں آئیں گے۔ حضرت صوفی صاحب نے غصہ سے فرمایا کہ جاؤ باہر نکل کر دیکھو وہ تمہارے باوا آگئے، یہ گھر سے باہر نکلے دیکھا تو بنگلے کے قریب نال کے راستہ سے حضرت موسیٰ جی صاحب دو آدمیوں کے ساتھ تشریف لارہے ہیں، یہ دیکھ کر میاں احمد دیوان صاحب حیرت میں پڑ گئے، اور آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، اور حضرت کے مکان میں لے آئے، حضرت سے ملاقات ہوئی، بہت دیر تک بغل گیر رہے، حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ موسیٰ جی بھائی آپ نے اپنے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی، فرمانے لگے کہ کل تو ارادہ نہیں تھا، میاں احمد دیوان کے ساتھ میں نے آپ کو

سلام بھی کہلایا تھا ان کے جانے کے بعد طبیعت ہوگئی کہ بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی چل کر ملاقات کریں اس ارادہ سے چلا آیا۔

(۱۸)......حاجی اسماعیل احمد بکھاریہ صاحب (حضرت کے پوتے داماد) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت بزرگوار صوفی صاحب نے مجھے ایک وظیفہ پڑھنے کو بتایا تھا، ایک دن بعد نماز عشاء لاجپور کی جامع مسجد کے جنوبی کونے میں زینے کے قریب بیٹھا ہوا میں وظیفہ پڑھ رہا تھا، رات زیادہ گذر چکی تھی مجھے غنودگی کا غلبہ ہوا تو میں لیٹے ہوئے وظیفہ پڑھنے لگا، کچھ نیند اور کچھ بیداری کی حالت تھی کہ میری پشت کی طرف مسجد کے زینے سے کسی آدمی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی، دیکھا کہ دو شخص اجنبی سفید پوش زینے سے اتر کر سیدھے حضرت کی چارپائی کے پاس پہنچے اور کھڑے کھڑے خاموشی کی حالت میں حضرت کے پاؤں دبانے لگے، مجھ پر اس واقعہ سے کچھ ایسی ہیبت طاری ہوگئی کہ باوجود حضرت کی چارپائی سے کوئی بیس قدم فاصلہ پر ہونے کے میں اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ سرکتا ہوا مسجد سے باہر نکل کر مکان چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ: میاں اسماعیل! تم رات کو کیوں ڈر کر چلے گئے؟ جیسے تم لوگوں کو میری خدمت کا شوق ہے، ویسے ہی اور مخلوق کو بھی شوق ہے' تم کو ڈر کر چلے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خاصان خدا کی خدمت گذاری کے لئے کچھ مخلوقات از قسم رجال الغیب یا از قسم جنات مامور ہیں جن سے کچھ ضرر اوروں کو نہیں ہوتا۔

(۱۹)......حضرت رحمہ اللہ ڈابھیل کی جامع مسجد میں بعد عشا کچھ رات گذرے مسجد کی شمالی دیوار سے سہارا لگائے بیٹھے ہوئے تھے، چند مرید و احباب بھی مجلس میں موجود تھے، جناب سید محمد ی صاحب لاجپوری مرحوم- جو حضرت کے ہم عمر' ہم سبق اور بچپن کے دوستوں میں

تھے-تشریف لائے،سلام علیک ومصافحہ کے بعد حضرت سے کوئی مسئلہ دریافت کیا،حضرت نے مناسب جواب دیا، یہ حضرت جواب ملنے کے بعد بہت جلد السلام علیکم کہتے ہوئے روانہ ہوگئے،حضرت کے محبوں میں بعض آدمی اس خیال سے ان کے پیچھے گئے کہ رات زیادہ گزر چکی ہے،رات کے وقت لاجپور جانا مشکل ہے،ان کو آج یہاں روک لیں، جب انھوں نے باہر نکل کر دیکھا تو کوئی نظر نہیں آیا، ہرچند تلاش کیا لیکن سید محمدی صاحب کا کچھ پتہ نہیں لگا، حضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ میاں سید محمدی صاحب کی شکل میں کوئی خدا کی مخلوق ہوگی تم اس فکر میں کیوں پڑے ہو، جانے دو، بعد کو معلوم ہوا کہ کوئی جن تھا جو حضرت کے دوست کی شکل میں نمودار ہوا تاکہ مجلس کے لوگوں کو کچھ وحشت نہ ہو۔

مرغوب احمد عفی عنہ

نوٹ:......حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ذخیرۂ اوراق میں سے ایک یہ تحریر ملی، مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ''درمختار'' ''کتاب الشھادت'' کے ''باب القبول وعدمہ'' کا ترجمہ ہے۔ واللہ اعلم حضرت نے صرف اسی ایک باب کے چند صفحات کا ترجمہ کیوں فرمایا؟ آپ کے مضامین میں اسے بھی شامل اشاعت کیا جاتا ہے۔ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ باب ہے قبول شہادت وعدم قبول شہادت میں

یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کی واجب نہیں؟ نہ یہ کہ کس کی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً، اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے۔

(۱)......مقبول ہے گواہی اہل ہواء کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں، چنانچہ جبر اور قدر اور روافض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں، تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے۔

(۲)......اور ذمی کی گواہی اس کے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے، مگر پانچ مسائل میں، تفصیل اس کی مطولات میں مذکور ہے۔

(۳)......ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے، اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو، چنانچہ یہود اور نصاری، اس واسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے۔

(۴)......اور ذمی کی گواہی مستامن پر مقبول ہے نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں، کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے، اس واسطے کہ دارالاسلام میں رہتا ہے۔

(۵)......اور مرتد کی گواہی مرتد پر مقبول نہیں صحیح مذہب میں۔

(۶)......اور مقبول ہے گواہی مستامن کی مستامن پر جب کہ دونوں ایک ہی ملک میں رہتے ہوں، اس واسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے، جیسے توارث کا مانع ہے، مثلا ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دارالاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں۔ اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت اور حکومت کے۔

(۷)......اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اس واسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے، بخلاف عدوات دنیوی کے کہ اس میں اطمینان نہیں دروغ گوئی سے، چنانچہ آگے آوے گا' یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے، اس واسطے کہ عدالت گاہے واجب ہوتی ہے، اس طرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اس کے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے، اسی واسطے مسلمان کی شہادت کافر پر مقبول ہے، باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے۔

(۸)......اور دوست کی گواہی دوسرے دوست کے واسطے مقبول ہے، مگر جبکہ دوستی غایت درجہ ہو کہ تصرف کرتا ہو ایک دوست دوسرے کے مال میں تو اب مقبول نہیں۔

(۹)......اور مقبول ہے گواہی اس کی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار، بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو، یا صواب اس کا غالب ہو اس کے صغائر یعنی خطا پر، تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے' یا کرنے سے خوش ہو' یا اس کو ہلکا جانے' یا عالم ہو' اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں' تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا۔

(۱۰)......اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے، اگر ترک ختنہ عذر سے ہو، اور اگر بلا عذر ہو تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔ عذر یہ ہے کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے۔

(۱۱)......اور مقبول ہے گواہی خصی اور دست بریدہ کی۔ اور جس کا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا

ہو،اس کی گواہی اس وقت مقبول ہے جبکہ وہ عادل ہو۔

(۱۲)......اور ولدالزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے۔

(۱۳)......اور بھائی کی گواہی بھائی کے واسطے، اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے، اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتہ کے محرم سے گواہی مقبول ہے، مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہو، اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں۔

(۱۴)......تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں۔

(۱۵)......اور مقبول ہے گواہی کافر سے، اس غلام کافر پر جس کا مولی مسلم ہے۔

(۱۶)......رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اس کی ستم گاری کے۔

(۱۷)......اور ظلم سے خراج جمع کرنے والے کی گواہی اور صراف اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو تجار اہل حجاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں۔ اور چودھری اور مہتروں کی۔

(۱۸)......اور اس کی گواہی جو قاضیوں کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی۔

(۱۹)......اور قبالہ نویسوں کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں، مانند ان لوگوں کے جو ٹھیڑوں کے بازار کو یا نخاس کے بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں۔

(۲۰)......اور گواہی مقبول نہیں جو اقرار باطل اور فعل باطل پر گواہی دے۔

(۲۱)......اور ''وہبانیہ'' میں ہے کہ: امیر کبیر نے دعوی کیا، سو اس کے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اس کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں، جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے واسطے مقبول نہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ: عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور

مراد ہیں یعنی وہ پیشہ کہ جو باپ دادا کا پیشہ ہے۔اور اگر پیشہ نالائق ہے' باپ دادا کا مخالف تو اس پیشہ ور میں مروت اور جواں مردی نہیں۔اور اگر اس کا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اس کی گواہی بھی مقبول نہیں،اس واسطے کہ عدالت کا داخل ہونا' حد عدالت میں معلوم ہو چکا۔

(۲۲)......اور اندھے کی گواہی مقبول نہیں مطلقا، یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے۔

(۲۳)......گونگے کی گواہی مطلقا قبول نہیں۔

(۲۴)......اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں۔

(۲۵)......اور صغیر اور اور غافل اور دیوانہ کی گواہی مقبول نہیں،مگر دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے،مگر غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہے۔اگر چہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے والے کے حق میں گواہی دے۔

(۲۶)......اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اندھے کی بعد بینائی کے،اور کافر کی بعد اسلام کے،اور فاسق کی بعد توبہ کے،اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے،اس واسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے۔

''بحر الرائق'' میں ہے کہ: جبکہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے' پھر وہ علت زائل ہو جاوے پھر شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی،مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے: غلام' صغیر' اعمیٰ' کافر۔

(۲۷)...... اور اس کی گواہی مقبول نہیں جس پر کوئی حد قذف لگائی گئی ہو، بعضوں کے نزدیک اکثر حد، اگر چہ محدود فی القذف میں توبہ کی ہو' اپنی دروغ گوئی ظاہر کر دے۔

اور جو حرام کاری کا عیب لگاوے گا محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاوے تو ان کو: ۸۰ر کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی۔

(۲۸)......مشہود بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں، کیونکہ اس کا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور شاہد زور کی گواہی بعد توبہ کے موافق صحیح مذہب کے مقبول ہوگی۔

(۲۹)......اور محبوس کی گواہی اس حادثہ میں جو کہ حبس قید میں واقع ہو مقبول نہیں۔

(۳۰)......اور بچوں کی گواہی ان واقعوں میں جو کہ لہو ولعب میں واقع ہوئے ہوں مقبول نہیں۔

(۳۱)......اور نہ عورتوں کی گواہی ان واقعوں میں جو حماموں کے اندر واقع ہو، لیکن حاوی میں ہے کہ: فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے، بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہ ہوجاوے۔

(۳۲)......اور زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں، اور زوج کی زوجہ کے حق میں مقبول نہیں۔ اور زوج کی گواہی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے ضرر پر۔

(۳۳)......نہیں جائز ہے شہادت والد کی اپنے ولد کے حق میں اور نہ ولد کی والد کے لئے۔

(۳۴)......اور (گواہی مقبول نہیں ہے) آقا کی غلام کے حق میں اور نہ غلام کی آقا کے حق میں، اور نہ مزدور کی اس شخص کے لئے جس نے اس کو اجرت پر رکھا ہے۔

(۳۵)......اور مخنث کی گواہی مقبول نہیں۔

(۳۷)......اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں، اگر چہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناتی ہو۔

(۳۸)......اور نوحہ گر عورت کی گواہی مقبول نہیں' جو کہ اجرت لے کر نوحہ کرتی ہو۔

(۳۹)......اور اس دشمن کی گواہی جس کی دشمنی بسبب دنیا کے ہو مقبول نہیں، نہ بسبب دین کے، عداوت دنیوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ میں لٹا اس کی گواہی رہزن غارت گر پر۔ اور یہ مطلب نہیں کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں خصومت اور نزاع کرے وہ اس کا دشمن دنیاوی ہے۔

(۴۰)......اور جاہل کی گواہی عالم پر درست نہیں بسبب فاسق ہونے جاہل کے اس چیز کے ترک کرنے سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے شرعاً' یعنی احکام شرعیہ، پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اس کی گواہی درست نہیں، ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر۔

(۴۱)......اور گواہی اس شخص کی مقبول نہیں جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو، یا اپنے اولاد یا غیر اولاد کو گالیاں دیا کرتا ہو، اس واسطے کہ گالیوں کی عادت کبیرہ گناہ ہے۔

(۴۲)......اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے، اور سمندر کی سواری فسق ہے، اور ریشمی کپڑا پہننا، اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف مسقط عدالت ہے۔

(۴۳)...... اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانوروں کو گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں۔

(۴۴)......اور بخیل کی گواہی مقبول نہیں۔

(۴۵)......اور تبدیلی مذہب (بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے) مسقط عدالت ہے۔

(۴۶)......اور کفن اور اس کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں (بسبب تمنا رکھنے اس

شخص کے موت کو)۔

(۴۷)......اور دلال کی گواہی مقبول نہیں۔

(۴۸)......اور گواہی ہمیشہ نشہ پینے والے کی مقبول نہیں۔

(۴۹)......اور جو شخص لڑکوں کے ساتھ کھیلے اس کی گواہی درست نہیں۔

(۵۰)......اور پرندے اڑانے والے کی گواہی مقبول نہیں۔

(۵۱)......اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے۔

(۵۲)......اور سود کھانے والے کی گواہی درست نہیں۔

(۵۳)......اور جس کا فسق ظاہر ہو اس کی گواہی مردود ہے۔

(۵۴)......اور جو شخص کہ راہ میں کھاوے یا پیشاب کرے، اور اسی طرح ہر ایک فعل جو مخل مروت ہو۔ ازاں جملہ اپنی شرمگاہ کھولنا' تالاب کے کنارے استنجاء کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہوں، فتح القدیر میں ہے: اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جو افعال نالائق و رذیل کرے گو وہ حرام نہ ہوں جیسے راہ میں کھانا، اور فقط پائجامہ پہن کر چلنا پھرنا، اور لوگوں کے روبرو پاؤں پھیلانا، اور اس جگہ سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اور حیا میں اس کو شمار کرے۔

(۵۵)............اور سلف صالحین کی بدگوئی کرنے والے کی گواہی مردود ہے۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

حضرۃ الاستاذ کی تصانیف پر

یعنی

صاحب سوانح رحمہ اللہ کے استاذ محترم حضرت العلام مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی تین تصانیف ’’ذخیرۃ العلوم‘‘ و’’ہدیۃ الجلیس‘‘ اور’’ دلیل الطالب علی مناہج المطالب‘‘ کے آخر میں ’’التماس ضروری‘‘ و’’ضروری معروض‘‘اور’’ضروری التماس‘‘ کے عنوان سے تین تحریریں آپ کے مضامین کے ساتھ شائع کی جارہی ہیں۔

التماس ضروری

ناظرین ذی المجد والتمکین کتاب ہٰذا کو واضح ولائح ہو کہ مصنف علام مرحوم مولوی احمد میاں صاحب نے ایک مرتبہ ایک نئی تعلیم کے شیدائی ودلدادہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''عربی زبان میں علوم ہی کیا ہیں، بجز مسائل دینیہ ضروریہ کے اور کچھ نہیں۔ انگریزی میں جس قدر علوم وفنون ہیں عربی میں ان کا پتہ بھی نہیں''

اس بات کے سننے سے آپ کو بغایت رنج وملال ہوا' اور آپ کو خیال پیدا ہوا کہ عام فہم سلیس اردو میں مختصر طور پر ایک رسالہ اس قسم کا تالیف کیا جاوے کہ جس میں مختصراً ہر علم وفن کو ایک ایک کر کے' بترتیب حروف تہجی' مع مختصر حالات اس علم کے' جس میں اس علم وفن کی تعریف وموضوع وغایت سے بحث ہو' تا کہ عالم وخاص ناظرین کتاب اس امر سے مجملاً آگاہ ہو جاویں کہ عربی میں جس قدر علوم وفنون کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے اس کا عشر عشیر بھی دنیا کی دیگر کسی زبان میں موجود نہیں۔ بنابریں مصنف مرحوم نے کتاب ہٰذا ''ذخیرۃ العلوم'' (حدائق العلوم) اس غرض وغایت سے تصنیف فرمانی شروع کی۔ اس کتاب کو آپ نے ردیف دال تک تحریر فرمایا' جس میں (۱۱۹) تک علم وفن کی تعداد پہنچی ہے۔

یہ کتاب اس حد تک پہنچنے کے بعد آپ کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہر علم وفن کو اجمالاً دکھلانے کے لئے اس قدر بھی سردست کافی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس اجمال کو تفصیلی شکل وصورت میں دکھایا جاوے، یعنی ساتھ ہی ساتھ ہر علم وفن کی ایک ایک معتبر ومستند کتاب کا سلیس اردو ترجمہ یا شرح کر کے شائع کرائی جائے تا کہ علاوہ عربی داں حضرات کے اردو خواں حضرات بھی علوم عربیہ اسلامیہ سے بالتفصیل آگاہ ہونے کے علاوہ اپنے حوصلہ اور استعداد کے موافق فائدہ حاصل کریں۔

ماہرین علوم پر مخفی نہیں کہ جس عظیم الشان امر کا آپ نے بیڑا اٹھایا تھا' اس کا پورا کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اس کی انجام دہی میں استقامت قلب اور بڑے دل و دماغ کی ضرورت کے علاوہ فراغ مالی و جمعیت قلب کے ساتھ ایک غیر محدود زمانہ کی ضرورت تھی، تب جا کر ایک عرصہ دراز کے بعد یہ امر اہم بوجہ احسن سرانجام پاتا۔ اس امر اہم کے پورا کرنے کا ولولہ اور طبعی شوق آپ کے قلب میں نہایت پختگی کے ساتھ جاگزیں ہو چکا تھا، اور ہر وقت اس ملہم غیب کی بے نیاز اور بے چوں وچگون بارگاہ سے بصدق دل نہایت خلوص سے اس امر گرانبار کے اختتام کے خواہاں و متمنی رہا کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے دفعتۃً ایک ہی ساتھ بہت سی کتابیں ترجمہ یا شرح کے لئے شروع کر دیں، چنانچہ اس سلسلہ سے آپ نے متعدد کتابوں کے ترجمے اور بعض کی شرحیں لکھیں: اصول حدیث میں ''نخبۃ الفکر'' اصول فقہ میں نہایت دقیق اور جامع رسالہ ''مسلم الثبوت'' کی اردو شرح، صرف میں ''شافیہ'' نحو میں ''الفیہ'' علم معانی میں ''تلخیص مفتاح'' و علم حکمت میں معلم ثانی ابونصر فارابی کی کتاب ''فصوص الحکم'' علم منطق میں شیخ الرئیس بوعلی سینا کے منظوم رسالہ ''عیون المسائل'' علم ہیئت میں ''تصریح'' علم کلام میں ''قصیدہ بدء الامالی'' وغیرہ کتابوں کی شرحیں نہایت عمدگی اور بسط سے لکھیں۔ علم تصوف میں ''لوائح جامی'' و ''جوہر الحقائق'' علم مناظرہ میں ''مناظرہ رشیدیہ'' ریاضی میں ''خلاصۃ الحساب'' حکمت میں ''ہدیہ سعیدیہ'' منطق میں ''شرح تہذیب'' عروض وقوافی میں ''عروض المفتاح'' تہذیب الاخلاق میں ''بدایۃ الہدایہ'' وغیرہ وغیرہ کتابوں کے ترجمے نہایت سلیس اردو میں کیئے۔

فقہ میں یہ خیال دامن گیر ہوا کہ سلیس اردو میں ایک مستقل کتاب جو قریب قریب تمامی

کلیات فقہ واکثر جزئیات کو حاوی ہو مع دلائل تحریر کریں۔ بنابریں اس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا اور چندروز میں آپ نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا' جس میں رؤس ثمانیہ وموضوع علم کی بحث قابل مطالعہ ہے۔

آپ کو جملہ علوم وفنون کو بالتفصیل بتلانا منظور تھا' لہٰذا آپ نے مرکوز خاطر یہ امر رکھا کہ اوّلاً دینی خدمت کو مقدم کی جاوے اور بعد فراغت اس دینی خدمت کے جملہ فنونات کی جانب عنان عزیمت منعطف کی جاوے۔ بنابریں حیات مستعار کو جو فی الحقیقت چندروزہ ہے' دینی خدمت میں اولاً صرف کرنے کو باعث وسیلہ نجات اخروی اور سفر آخرت کے لئے توشہ سمجھ کر علوم اسلامیہ دینیہ اور اس کے مبادی کی تسہیل وتیسیر میں خامہ فرسائی کی، چنانچہ مذکورہ بالا کتابیں آپ کو شرحاً یا ترجمۃً حل کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے بعض مکمل ہیں اور بعض ناتمام رہیں۔

بعدازاں بوجہ عوارضات مختلفہ یہ سلسلہ یک لخت منقطع ہو گیا اور آپ کو اس سلسلہ کی کامل کتابوں کے طبع کرانے اور ناتمام کتابوں کے پورا کرنے کا اتفاق نہ ہوا، بایں وجہ کتاب ہذا (ذخیرۃ العلوم یا حدائق العلوم) ناتمام رہی، ورنہ یہ کتاب اپنے فن میں اردو تصنیفات وتالیفات کے سلسلہ میں سب سے پہلی کتاب ہونے کے علاوہ تالیفات عالم کی مختلف شاخوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتی' جس سے علماء سلف کے علمی کارنامے' ہر علم وفن میں کمال دستگاہ' دقت نظری وموشگافی کے اعلیٰ جوہر' صاف نظر آتے' تاہم یہ ناتمام رسالہ اپنے آغوش میں بہت سے علوم وفنون کو لئے ہوئے ہیں۔ بایں وجہ اس کا طبع کرانا انسب سمجھا گیا' جو باوجود اپنی ناتمامیت کے بھی علوم عربیہ کے شائقین کی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

معزز ناظرین! یہ امر مسلم ہے کہ جس نے دنیا میں قدم رکھا اسے ایک دن ایسا ضرور

بالضرور پیش آنے والا ہے کہ جس دن اسے موت کا تلخ اور زہر آلود ساغر طوعاً ہوتو اور کرہاً ہو تو پینا ہوگا۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا اور اس کی جملہ چھوٹی بڑی چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی ہیں۔ ہر شخص یقیناً جانتا ہے کہ خود میں اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یا آئندہ کروں گا چند روز میں اس کا نام ونشان مٹ جائے گا اور صفحۂ ہستی پر ایک شمہ برابر بھی اثر باقی نہ رہے گا، کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور حیرت ناک تغیر وتبدلات ہر وقت زبان حال سے گویا ہیں کہ بڑے بڑے اولوالعزم خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے جنہیں چند روز اور صرف چند روز مسافرانہ زندگی بسر کر کے اپنے اصلی مرکز دارالبقاء کی طرف رجوع کرنا پڑا، ہزاروں عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور اور نامور تاجدار کہ ؎

جن کی نوبت کی صدا سے گونجتے تھے آسمان
دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

اور جن کی سطوت وجبروت کے پرشوکت وشان دار جھنڈے چار دانگ عالم میں گڑے نظر آتے تھے، دیکھتے دیکھتے اس طرح غائب ہوگئے کہ آج ہزار کھوج کے بعد بھی جن کا پتہ نہیں لگتا ؎

تخت والوں کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے
کھوج چلتا ہے یہیں تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں

انقلابات عالم کے حیرت ناک نمونے ہر وقت وہر آن ہمیں سبق پڑھاتے ہیں کہ دنیا حقیقت میں دو دروازوں کا ایک مکان ہے جس میں ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے دروازہ سے نکل جانا پڑتا ہے۔ اور جب یہ ہے تو جینا مرنا ایک معمولی بات ہے، اس پر خوش

ہونے اور اس پر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

مگر صاحبوا! جب کوئی فخر خاندان وقوم اور ہر دلعزیز شخص اپنے دل میں سینکڑوں آرزو لئے ہوئے عین عالم شباب میں دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو سنگ دل سے سنگ دل بھی دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے۔ مولوی احمد میاں صاحب مرحوم نے جس دینی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر شروع کیا تھا اس باب میں آپ کو بہت کچھ امنگیں تھیں، لیکن سچ ہے ۔

ما کل مایتمنی المرء یدرکه   تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

ع   ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

وَاللّٰہُ غَالِبٌ علٰی اَمْرِہٖ

افسوس کہ مشیت ایزدی متعلق نہ ہوئی اور آپ کی حیات مستعار کا مختصر پیمانہ لبریز ہو گیا۔ دو ماہ کی کامل علالت کے بعد مورخہ: ۷؍شعبان ۱۳۲۷ھ بروز منگل مطابق: ۲۴؍اگست ۱۹۰۹ء آپ کی روح اس قالب جسمانی سے عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔

آپ کی پیدائش مورخہ: ۸؍یا ۹؍ذیقعدۃ الحرام ۱۲۹۴ھ بروز چہار شنبہ ہے۔ آپ کا تاریخی نام ''حفیظ الدین عاقل'' ہے۔ آپ نے عین عالم شباب میں بعمر: ۳۳؍سال وفات فرمائی۔ مادہ وفات آپ کا '' ادخله الحق فی جنة'' ہے۔

اللهم اغفره وارحمه رحمة واسعة وسکنه فی الجنة جنة الفردوس آمین ' بجاه النبی الامین۔

ضروری معروض

معزز ومحترم ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ کتاب ''ھدیۃ الجلیس'' برائے نام ترجمہ ''عقدالنفیس'' کا ہے، اس واسطے کہ ''عقدالنفیس'' علامہ سید احمد ادریس قدس سرہ کی تصنیف سے دو صفحہ کا قلمی رسالہ عربی میں ہے، جو غالبًا اب تک کسی مطبع میں طبع نہیں ہوا۔ فن تصوف میں چار قاعدوں پر مشتمل ہے ''ھدیۃ الجلیس'' جس میں ''عقدالنفیس'' کے اصل مطلب کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے، دو قاعدے اور اضافہ کئے ہیں۔ اصل رسالہ میں اشعار، اخبار، حکایات، آیات، مقدمہ، تمہید، تعریف، تقسیم کچھ نہیں۔ ''ھدیۃ الجلیس'' میں علاوہ دو قاعدہ کے اضافہ کے اردو، فارسی، عربی اشعار کثرت سے موقع بموقع درج کئے گئے ہیں، جابجا احادیث وآیات واخبار درج ہیں، اور موقع بموقع حکایات وتمثیل سے پُر ہے۔ ابتدا میں ایک مقدمہ ہے، جو مشتمل تعریف وتقسیم پر ہے۔ ہر ایک قاعدہ کے شروع میں اس قاعدہ کے مناسب حال تمہید بیان کی گئی ہے۔

دراصل ''ھدیۃ الجلیس'' کو بجائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتاب اپنی جامعیت اور اعلیٰ مضامین کے اعتبار سے ہر شخص کے مذاق کے مناسب ہوگی، باوجود ان تمام اوصاف کے مصنف مغفور کا اس کتاب کو ترجمہ کہنا آپ کے عجز وافتقار ومنکسر المزاجی وغایت فروتنی کی بین دلیل ہے۔

مصنف مرحوم نے یہ کتاب بزمانہ طالب العلمی ہندوستان کے دارالسلطنت شہر دہلی میں تصنیف فرمائی تھی، جو مسودہ کی شکل میں ایک عرصہ تک پڑی رہی۔ بعدازاں: ۱۳۱۹ھ میں آپ کو چند دن شہر سورت میں قیام فرمانے کا اتفاق ہوا، اس اثناء میں آپ نے علاوہ مختصر درس وتدریس کے اس مسودہ کو بعد نظر ثانی صاف کیا، بایں وجہ خطبۂ کتاب میں یہ

تحریر کیا گیا ہے کہ:

''ریاست سچین اس وقت زیر حراست سرکار انگریزی ہے'' الخ۔

یہ تحریر: ۱۳۱۹ھ اور اس کے قبل کی ہے، بعدازاں: ۱۳۲۵ھ مطابق: ۱۹۰۷ء میں سلطنت وابہت پناہ رفعت وشوکت دستگاہ مسند نشین محفل عزو اقبال صدر آرائے بارگاہ جاہ وجلال جوان بخت وجواں دولت جواں سال، مالک تخت وتاج امیر والا احتشام حضور نواب ابراہیم محمد یاقوت خاں صاحب دام ملکہ وادام اللہ اقبالہ فرماں روائے ریاست سچین مسند آرائے سریر حکمرانی ہوئے۔ سرکار عالی ایک مدبر، روشن خیال، فیاض، رعایا پرور، رحم دل حاکم ہونے کے علاوہ عدل وانصاف کی مجسم تصویر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم دعا گو رعایا کے سر پر، حاکم اسلام کے ظل عاطفت کو عرصۂ دراز ومدت متماون تک قائم ودائم رکھے، آمین۔

سرکار والا تبار نے ازراہ دوراندیشی واسطے خیر خواہی وبہبودی رعایا کے اپنے حقیقی عم بزرگوار جناب نقادہ دودمان عزوعلا وعضادہ خاندان مجد واعتلا، عالی مرتبت ومعالی منقبت معلی القاب جناب نواب زادہ نصر اللہ خاں دام اقبالہ کو (جو ایک نہایت دوراندیش، عقیل، ذہین، مدبر، سنجیدہ مزاج، نیک دل، صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند، علم دوست بزرگ ہیں، جو اپنی موروثی عزت وبیرسٹری وقانون دانی کی اعلیٰ لیاقت کی وجہ سے دور دور مشہور ومعروف ہیں) معتمد علیہ ریاست فرما کر ریاست کا کلی وجزوی انتظام آپ کے سپرد کیا ہے۔

سرکار والا نامدار والئ ریاست سچین خلد اللہ ملکہ ودولتہ، کی مسند نشینی کی تقریب کے موقع پر آپ نے ایک پرجوش مدحیہ قصیدہ فارسی میں موزوں فرمایا تھا جس کے چند اشعار ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جس سے آپ کی (باوجود شاعر نہ ہونے کے) موزونی طبع، قادر الکلامی، وفارسی اعلیٰ انشاپردازی کا اندازہ ناظرین کتاب بآسانی فرما سکتے ہیں۔

انتخاب از: قصیدہ مدحیہ از: نتیجہ طبع جناب مولانا احمد میاں صاحب

درشان نواب صاحب بالقابہ

قدسیان درور دحمدت شادماں عزلت گزیں
صد ہزاراں شکر گویم پاک رب العالمیں

نعمت افزوں زاحصائے ملک جن وبشر
مالک الملکی وہم حاکم ترین حاکمیں

آں جواں دولت اسیر باشہامت بختور
بارک اللہ شد جلوس آرائے مسند درسچیں

بخت مے بوسد سریرش چوں غلامان روز وشب
فتحمنداں چاکرے داغ غلامی برجبیں

ہر یکے زاقبال ونصرت ہم رکیب وہم عناں
باظفر ہر جا کہ کوبد پائے خیلش برزمیں

یعنی ابراہیم خاں نواب ذی عزوشرف
بارک اللہ شد سریر آرائے چوں ماہ مبیں

آسماں زیبا بود گرد ر بیاری بر زمیں
بر عروج حامی اسلام نواب سچیں

آں فلک نازش نما بر ساکنان قصر خود
درکنارت پروریدی ماہ رخ یک نازنیں

دور تو آغاز شد آمد ہمایوں روزگار
فرش عنبرا تازہ ہمچوں بہشت برتریں

عدل پیشینان شنیدن شد کہن افسانہ وار
نخل باغ دادرا تازہ ثمر بین درسچیں

سطوت دارا تو داری صولت افراسیاب
داد کسریٰ باد در تو از خداوند بریں

در ریاست شداماں ہر چارسو سر وعلن
گوش کس نشنید ہرگز شور وغوغا وانیں

در بر آئی حوائج زود کوشاں بر محل
ہر کہ حاجت سوئے او آوردہ از راہ حنیں

بذل کردی در رفاہ اہل خود اموالہا
سیل خیرت بر رعایا از چنیں ماء معیں

ظل مہرت منبسط کن بر رعایا روز وشب
در ثغور سلطنت دل از ستم ناید حزیں

کس نہ بیند شاکی از جور کسے در دور تو
ہر کسے را متکا شو بلکہ خود حصن حصیں

در نیا گانت کرم رسم قدیم است از قدم
پس کریم ابن الکریم ابن الکریم استی متیں

از خلیل اللہ پرتو بر تو آمداے عجب | برگزیدی دردلت حلم و مدارارفق ولیں
این رعایا از مسرت می نگجند درلباس | چوں بہ بیند حاکم اسلام رابرتخت وزیں
مخلصان بارگاہ ایزدی صبح و مسا | دست شان مرفوع بودے سوئے حق درار بعیں
علم مغرب مے درخشد بررخ وسیماے تو | وقت آنست علم مشرق راشوی از دل حنیں
ہم چو مامون سرپرست وقدرداں علم شو | رایت حکمت بگرداں ہم چو مہر مستبیں
خیر خواہے درریاست مہربان داری عمو | یعنی نصر اللہ خاں مصئون زشر حاسدیں
عندلیب بوستان فخر باغ قادری | باشکر خنداں سخن گوئی ز قندو انگبیں
دل بدست آور کنوں کیں حج اکبر گفتہ شیخ | باتواضع باش پیش آنکہ پوشد کودریں
احمدا اکنوں کشادست دعا سوئے خدا | کیں مکان معمور دارد حق تعالیٰ از مکیں
گادیت بادا مبارک دائما از فضل حق | دائما باشی بلطف وفضل رب العالمیں
حق تعالیٰ رحم خود ممدود دارد برسرت | مشتغل مانی بسوئے امر حق دین متیں
آفتاب عمرو اقبال اے شہم بادا درخش | از طفیل حضرت واصحاب وآل طاہریں

بعدازاں مصنف مرحوم کو اس کتاب کے طبع کرنے کا اتفاق بوجہ مشاغل متفرقہ اپنے حین حیات میں نہ ہوا، بایں وجہ خطبہ کتاب ہذا میں کوئی مناسب تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

علاوہ ازیں آپ نے نہایت ضروری اور مفید تالیفات کا سلسلہ شروع کیا تھا' لیکن افسوس کہ مشیت ایزدی متعلق نہ ہوئی' اور یہ مفید سلسلہ انجام کو نہ پہنچا' اور آپ کی حیات مستعار کا جام لبریز ہوگیا' اور آپ نے: ۷؍شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴؍اگست ۱۹۰۹ء بروز سہ شنبہ بوقت عصر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

آپ کی پیدائش مورخہ: ۸؍یا ۹؍ذیقعدہ ۱۲۹۴؍ہجری بروز چہارشنبہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام ''حفیظ الدین عاقل'' ہے۔ آپ نے عین عالم شباب میں بعمر: ۳۳؍سال وفات فرمائی۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر بعض موزوں طبع احباب نے چند قطع آپ کی تاریخ وفات میں موزوں کئے ہیں، انشاء اللہ العزیز اگر فضل خداوندی شامل حال رہا، اور توفیق رفیق ہوئی، تو تاریخ وفات کے کامل قطعات آپ کی سوانح عمری میں، جو خدا کے فضل سے قریب قریب اختصار کے ساتھ مرتب ہوچکی ہے، شائع کئے جائیں گے۔ دو تاریخوں کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ آپ کی وفات کا مادہ ''ادخلہ الحق فی الجنة'' ہے۔

ضروری التماس

حضرت مصنف علام اعنی عالم علوم عقلیہ وفاضل فنون حکمیہ وماہر علوم نقلیہ ماوائی وملجائی سر برآوردہ اذکیاء زماں جناب مولانا مولوی احمد میاں صاحب لاجپوری سورتی نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہ نے عین عالم شباب یعنی تینتیس سالہ سن میں: ۷؍شعبان ۱۳۲۷ھ بوقت عصر وفات فرمائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کے قیمتی کتب خانہ سے بعد وفات تلاش کرنے سے چند مسودات آپ کی تالیف سے دستیاب ہوئے۔ ان مسودات میں بعض مستقل کتابوں کے ترجمے اور بعض ملخصات وتالیفات ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ کو ان رسائل کے صاف کرنے کے بعد طبع کرانے کا خیال تھا، لیکن بوجہ عروضِ مختلفہ جس میں بڑا سبب آپ کی کم فرصتی تھی' اس کی طبع کی جانب توجہ تام نہ ہوئی، حتی کہ آپ کی حیات کا جام لبریز ہوگیا اور آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔

چونکہ یہ رسائل اپنے فن اور طرز میں عمدہ اور مفید رسائل تھے اور جس سے عام اہل اسلام خصوصا اردو فارسی پڑھے لکھے حضرات کو زیادہ تر مفید ہونے کی امید تھی، حق جل وعلیٰ شانہ کی رضا جوئی کے ساتھ مصنف مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے جی یہ چاہا کہ اگر ان رسائل کو طبع کا جامہ پہنایا جائے تو علاوہ فیض عام ہونے کے آپ کی روح کو تازگی کے ساتھ حیات جاودانی نصیب ہوگی۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے طبع کا کافی اسباب مہیا فرما دیا اور مولانا مرحوم کے والد ماجد قبلہ بزرگوار حضرت مولانا شاہ صوفی صاحب ادام اللہ برکاتہ کی توجہ اس کے طبع کی جانب مبذول ہوئی، اور اول ہی اول کتاب ''فاتحہ العلوم'' جو حضرت علام حجۃ الاسلام امام

غزالی رحمہ اللہ کی تصنیف سے عربی کا ایک نہایت مفید اور قابل قدر رسالہ تھا اور جس کا یہ ترجمہ ہے' طبع کے لئے دہلی گزٹ پریس میں باہتمام سیادت پناہ جناب سید سجاد حسین صاحب مالک مطبع کے دیا گیا۔ میر صاحب موصوف نے ازراہ عنایت اس کے طبع میں امید سے زیادہ اہتمام فرمایا۔ جس دن سے اس کے طبع کا کافی انتظام ہولیا۔

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے راقم الحروف بندہ مرغوب احمد لاجپوری کے قلب پر خاص شہر دہلی مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم میں عالم رویا میں ایک دل خوش کن غیبی بشارت ظاہر فرمائی جسے بطور تحدث نعمت ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

اثناء زمانہ طبع کتاب میں استاذی المرحوم جناب مولانا مولوی احمد میاں صاحب عالم رویا میں تشریف لائے۔ آپ نہایت بشاش وشاداں وفرحاں تھے اور نہایت بے تکلفی سے مثل ان دو صادق الودود دوستوں کے جو ایک دوسری کی گردن میں ہاتھ دیئے ہوئے چلتے ہیں میری گردن میں ہاتھ دے کر تھوڑی دور خراماں خراماں چلے اور یہ فرمایا کہ: دوست تم نے مجھے زندہ کر دیا، انتہی۔

مصنف مرحوم کو ان مسودات پر نظر ثانی کا اتفاق نہ ہوا، لہذا معزز ناظرین باتمکین سے عاجزانہ التماس ہے کہ آپ کسی غلطی پر متنبہ ہوں تو براہ کرم وبنظر عطوفت۔

بقدر وسع در اصلاح کوشند

واں خطا پوشی کو کام فرمادیں، اور مصنف مرحوم کو دعاء مغفرت سے یاد فرمادیں۔

اللهم اغفره وارحمه رحمة واسعة وسكنه فى الجنة الفردوس ، آمين جزاه الله تعالىٰ ايانا و اياكم بالجود و الكرم ' والله ذو الفضل العظيم۔

راقم الحروف بندہ: مرغوب احمد لاجپوری عفا اللہ عنہ وعن والدیہ ولاساتذہ الکرام

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات پر مختلف مضامین

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے مختصر وہ حالات و واقعات جو دیگر علماء نے مضمون کی شکل میں مرتب وجمع فرمائے ہیں۔

مضامین تحریر فرمانے والے اکابر کے اسماء

۱	حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری
۲	حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ.....
۳	والد محترم حضرت الحاج اسماعیل صاحب مدظلہ.....
۴	حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دیوان مدظلہ........
۵	جناب الحاج پروفیسر مرتاض حسین قریشی صاحب.

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ

از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلما ، اما بعد،

حضرت العلام الحاج مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری: ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن لاجپور کے مدرسہ اسلامیہ میں پائی۔ استاذ العلماء حضرت مولانا احمد میاں صاحب صوفی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا تھا۔

''مشکوۃ شریف'' پڑھنے کے بعد'' جامع العلوم'' کانپور تشریف لے گئے، کچھ عرصہ قیام کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔آب وہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکے اور دہلی میں مدرسہ عبدالرب میں داخل ہوئے۔ صدر مدرس حضرت مولانا عبد العلی محدث سے بہت متأثر ہوئے ،دورۂ حدیث کی کتابیں حضرت موصوف سے پڑھیں۔

۱۳۲۳ھ میں فارغ ہوئے اور حضرت مولانا شاہ محمد نعیم فرنگی محلی لکھنوی کے خلیفہ حضرت مولانا اعظم حسین صدیقی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف حاصل فرماکر لاجپور تشریف لائے۔

کچھ مدت مدرسہ اسلامیہ میں پڑھایا اور مخلص احباب کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے ،وہاں'' مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ'' قائم کیا اور صدر مدرس ومفتی کی حیثیت سے کافی عرصہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر سورتی جامعہ مسجد کے دارالافتاء کی خدمت پر مامور ہوئے اور بڑی شان اور نہایت خوبی کے ساتھ عظیم ذمہ داری اور مفوضہ دینی خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ کے وطن لاجپور کی جامع مسجد بہت بوسیدہ اور مخدوش حالت میں تھی،اس کی تعمیر کے لئے آپ نے بڑی کوشش فرمائی اور اسی مقصد سے لاجپور قیام فرمایا، اور بہت شاندار

مسجد تعمیر ہوگئی۔ حق تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے، آمین، بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ و سلم۔

حضرت مولانا کو زمانہ طالب علمی سے اتباع سنت کا التزام تھا، چھوٹی چھوٹی سنتوں پر پابندی سے عمل تھا، اور اس کی برکت سے بزرگان دین اور علماء ربانی کی صحبت اور زیارت اور ان کی دعا حاصل کرنے کے مواقع بسہولت نصیب ہوتے رہے، اور قلب صاف اور شفاف ہوتا گیا۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

''من حفظ سنتی اکرمه اللّٰه تعالی باربع خصال : المحبة فی قلوب البررة ، والهیبة فی قلوب الفجرة ، والسعة فی الرزق ، والثقة فی الدین''۔

جس نے میری سنت کا تحفظ کیا' حق تبارک وتعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم فرمائیں گے:

(۱)...... پاکبازوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

(۲)......اور بدکاروں کے دلوں میں ہیبت۔

(۳)......رزق کو فراخ کردے گا۔

(۴)......اور دین میں پختگی اور استقامت نصیب فرمائے گا۔ (شرح شرعۃ الاسلام)

مذکورہ چاروں نعمتیں مولانا کو حاصل تھیں، ذلک فضل اللّٰه یوتیه من یشاء۔

مولانا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علمبردار تھے۔ فرمان نبوی:

''من رای منکم منکراً فلیغیره بیده ' وان لم یستطع فبلسانه ' فان لم یستطع فبقلبه ' وذلک اضعف الایمان'' رواه مسلم۔

یعنی تم میں سے جو بھی کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی

استطاعت نہ ہوتو زبان سے اس کی مذمت کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہوتو دل میں اس کو برا مانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۳۶) پر شدت سے عمل تھا۔ کیسا ہی موقعہ ہو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے باز نہیں رہتے تھے۔ مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت شاہ صوفی صاحب لاجپوری کو عوام کی اصلاح کی بڑی فکر لاحق تھی، جمعہ کے بعد لوگ ٹھہرتے نہیں تھے' اس لئے خطبہ جمعہ کے بعد نماز سے پہلے بیان فرماتے، اور عصر کے وقت بھی موقع نکال ہی لیتے، چنانچہ ایک روز عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور حضرت صوفی صاحب نے بیان شروع کیا، پھر مکبر سے اقامت کہنے کا حکم فرمایا، اقامت کے بعد پھر دوبارہ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نصیحت شروع کی' پھر تیسری بار اقامت کے لئے حکم دیا تو حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب سے رہا نہ گیا، بصد احترام اور تواضع عرض کیا کہ تکرار اقامت مشروع نہیں ہے۔ حضرت صوفی صاحب کو غصہ آ گیا اور فرمایا کون ہے؟ عرض کیا مرغوب! فوراً یہ فرماتے ہوئے واپس لوٹے کہ وقفہ ہو گیا تھا، اس لئے اعادہ کے لئے کہا، نماز کے بعد فرمانے لگے یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے؟ عرض کیا حضرت! کتب فقہ میں موجود ہے، اور ''بہشتی گوہر'' میں بھی یہ مسئلہ ہے، چنانچہ بہشتی گوہر لائی گئی اور حضرت کو پوری تفصیل سنائی تو بہت خوش ہوئے، اور شکریہ ادا کیا اور بہت دعائیں دیں۔

حضرت مولانا موصوف کی وصیت تھی کہ نماز جنازہ احقر پڑھائے، میں اس وقت سفر حج میں تھا، حضرت کی وفات کے روز نوساری آ گیا اور لاجپور سے اطلاع آئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا خدا کی شان دیکھئے اور مرحوم کی کرامت کہئے کہ حضرت کی خواہش پوری ہو گئی۔

مولانا میں بڑی خوبیاں تھیں، علم وعمل میں بڑے پختہ تھے، سنت کی اتباع اور عشق

رسول کے ساتھ اہل بیت اور آل رسول سے والہانہ محبت تھی، سادات کی بڑی تکریم اور تعظیم فرماتے، اسی جذبہ کے ساتھ اہل بیت کے فضائل اور حالات پر کتاب ''سفینة النجات فی ذکر مناقب السادات '' مرتب فرمائی، اور عوام وخواص میں بہت مقبول ہوئی، اور یقیناً مذکورہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر شخص اس کا مطالعہ کرے، بچوں کو بھی پڑھ کر سنائی جائے، تا کہ ہر شخص کے دل میں اہل بیت کی محبت وعظمت (جو جزو ایمان ہے) پیدا ہو۔

مولانا مرحوم کے نیک سیرت اور پاک طینت صاحبزادے جناب الحاج اسماعیل (عرف بھائی میاں) سلمہ اور پوتے عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ اور دوسرے پوتے رشید احمد اس کتاب کو دوبارہ طبع کرانے کا ارادہ کررہے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو کامیاب اور بارآور فرمائے، اور امت مسلمہ اس سے فیض یاب اور ان کے قلوب اہل بیت کی محبت سے سرشار ہوں، اور مرحوم کے لئے اور طبع کرانے اور سعی کرنے والوں کے لئے اسے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔ مولانا مرحوم کی اور بھی گراں قدر تصنیفات:

(۱)......توحید الاسلام۔

(۲)......جمع الاربعین۔ (۴۰/احادیث مع ترجمہ اور فوائد) وغیرہ ہیں۔

''توحید الاسلام'' میں اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کو نقلی وعقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ فی زماننا اس کی طباعت کی بھی از حد ضرورت ہے، مرحوم کے صاحبزادے اور پوتے اس کی طباعت کی بھی فکر اور کوشش کریں تو مرحوم کے علمی کارنامہ اور دینی خدمت سے امت فیضیاب ہوگی، اور مرحوم کی علمی یادگار تازہ اور آشکارا ہوگی، مرحوم کے مراتب اور درجات بلند اور مرحوم کی روح خوش ہوگی۔

حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر ومغرب قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے:

’’ لا الٰـه الا اللّٰـه وحده لاشریک له ‘ له الملک وله الحمد بیده الخیر ‘ یحی ویمیت وهوعلی کل شئي قدیر ‘‘

دس بار پڑھتے تھے۔اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔’’مشکوٰۃ شریف‘‘میں حدیث ہے:

عـن عبـد الـرحـمٰـن بن غنم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : من قال قبل ان ینصرف (من مکان صلٰوته) ویثنی رجلیه من صلٰوة المغرب والصبح ’’ لا اله الا اللّٰه وحـده لاشـریک لـه ‘ له الملک وله الحمد بیده الخیر یحی ویمیت وهوعلی کل شـئی قدیر‘‘ عشرمرات کتب له بکل واحدة (من المرات) عشر حسنات ومحیت عـنه عشر سیئاٰت ورفع له عشردرجات ‘ وکانت له حرزاً من کل مکروه وحرزاً من الشیـطـان الـرجیـم ‘ ولم یحل لذنب ان یدرکه الا الشرک ‘ وکان من افضل الناس عملاً الا رجلا یفضله یقول افضل مماقال، رواه احمد۔

(مشکوٰۃ شریف:ص۹۰/باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جوشخص فجراورمغرب کی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ سے ہٹنے سے پہلے قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے یہ کلمات ’’لا الــه الا الـلـه‘‘ الخ ،دس مرتبہ پڑھے، توہرمرتبہ کہنے پراس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں،اوردس درجات بلند کئے جاتے ہیں، اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان اورشیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں، اورسوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا، اورعمل کےاعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا البتہ وہ شخص جواس سے افضل کلمات کہے،

مولانا موصوف کوعربی ادب پرکافی عبورتھا۔اردوزبان بڑی فصیح بولتے تھے۔اوراعلیٰ

درجہ کے خوش نویس تھے۔تقریر وتحریر دونوں میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

آپ کے علمی ذوق اور سنت کی پیروی کا جذبہ تادم حیات رہا۔حضرت کی ولادت کی تاریخ:۳۰رذی قعدہ الحرام:۱۳۰۰ھ ہے،اوروفات:۱۳۸۲رمیں بعمر:۸۱رسال ہوئی۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ، غفر اللّٰہ لہ ، واسکنہ جنۃ الفردوس ، وافاض علیہ شاٰبیب رضوانہ ، اللّٰھم رب الحل والحرام ورب البیت الحرام ورب الرکن والمقام ابلغ لروح سیدنا محمد منا السلام،

حضرت مولانا کا وصال ہوگیا ہے،مگر حضرت مرحوم کی دینی اور علمی خدمات وتقوی اور مبارک تالیفات مولانا کی یادگار اور آثار حیات ہیں۔

موت التقی حیاۃ لا نفاذ لھا قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

جو متقی اور پرہیزگار ہے اس کی موت کے بعد اسے ایسی زندگی میسر ہوتی ہے جس کے لئے فنا نہیں ہے۔

ہاں ایک قوم ظاہر کے اعتبار سے مرچکی ہے،حالانکہ وہ لوگوں میں زندہ ہے۔

شہیدانِ محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا حیات جاوداں ملتی ہے ان کو تو فنا ہوکر

رویائے صادقہ اتباع سنت کی برکت تھی کہ حضرت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا،اور حضور اقدس ﷺ کی متعدد بار زیارت نصیب ہوئی۔ایک دفعہ لاجپور کی جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد برآمدہ میں دوگانہ پڑھتے ہوئے آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے،’’سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر‘‘

العبد الضعیف السید عبدالرحیم لاجپوری غفراللہ ولوالدیہ

۲۸رمحرم الحرام۱۴۱۱ھ مطابق:۲۰راگست ۱۹۹۰ء

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

از: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہم
سابق رئیس فلاح دارین ترکیسر

نوٹ:...... یہ مضمون رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کی وساطت سے موصول ہوا، جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیرا۔ مرغوب احمد

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب ضلع سورت کے مشہور قصبہ لاجپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے لے کر ’’مشکوۃ شریف‘‘ تک تعلیم لاجپور کے مشہور عالم استاذ العلماء مولانا احمد میاں صوفی صاحب سے حاصل فرمائی، اس کے بعد کانپور، دہلی کا سفر فرمایا۔۱۳۲۳ھ میں مدرسہ عبدالرب دہلی میں علوم کی تکمیل فرمائی۔

جامعہ ڈابھیل کی طالب علمی کے زمانے میں کبھی جمعرات کی شام اور کبھی جمعہ کے روز لاجپور جاکر زیارت کرتے تھے۔آپ کی مجلس خالص علمی مجلس ہوتی۔طلباء کو دیکھ کر طبیعت کھل جاتی اور بزرگوں کے واقعات، ان کی علمی خدمات کا تفصیلاً تذکرہ فرماتے۔اللہ تعالی نے بہت عمدہ حافظہ عطا فرمایا تھا۔

چہرہ پر عالمانہ وقار نظر آتا تھا۔وضع قطع بھی بہت صاف ستھری تھی۔گھر میں ہر طرف کتابیں سلیقہ سے رکھی ہوئی نظر آتی تھیں۔اردو زبان دہلی والوں کی طرز پر بہت اچھی بولتے تھے۔ہر ملاقات پر مختلف کتابوں کی نشاندہی فرماتے، اور مطالعہ کرنے کی تاکید فرماتے۔

مولانا کا تصنیفی ذوق بھی اچھا تھا۔اہل بیت کے فضائل ومناقب پر ’’سفینہ النجات فی ذکر مناقب السادات ‘‘کتاب تصنیف فرمائی۔دوتین بار مختلف مجلسوں میں تقریر سننے کا موقع ملا۔فصیح اردو میں اچھی تقریر فرماتے تھے۔

کچھ مدت کے لئے جامعہ ڈابھیل کے اہتمام کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔مولانا بہت نیک سیرت انسان تھے۔طلبہ خدمت میں آتے اور مختلف اعذار پیش کرکے گھر جانے کی رخصت طلب کرتے۔بندہ اس زمانہ میں جامعہ میں ابتدائی درجات کا مدرس تھا اور حضرت کے قریب والے کمرے ہی میں قیام تھا، چند روز طلباء کی آمد رفت دیکھی تو عرض کیا کہ

حضرت یہ طلباء غلط بہانے بنا کر رخصت لیتے ہیں، مگر حضرت کو اس کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ شام کو ایک طالب علم پھٹے کپڑے پہن کر آیا اور مسکین بن کر کپڑے بنانے کے لئے گھر جانے کی رخصت طلب کی۔ بندہ نے کمرہ سے نکل کر درخواست کی' حضرت اس کے کمرے سے صندوق طلب کرتا ہوں آپ اس کو ملاحظہ فرما کر رخصت کا فیصلہ فرمادیں۔ جب صندوق منگوا کر کھولا تو تین جوڑے اچھے کپڑے موجود تھے۔ حضرت دیر تک ''لا حــول'' پڑھتے رہے اور فرماتے رہے کہ: اچھا اب طلباء بھی اس طرح مکر و فریب کرنے لگے ہیں۔ اس کے بعد رخصت کا معاملہ بندہ کو سپرد فرمایا کہ: مولوی صاحب آپ ہی ان سے نمٹ لیں۔ یہ حضرات اپنے خلوص اور پاک طینتی کے سبب طلباء سے اس طرح کذب بیانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مولانا کے زمانہ اہتمام ہی میں بعض گھریلو اعذار کے سبب جامعہ سے الگ ہونے کا فیصلہ کرنا پڑا تو مولانا افسوس کا اظہار فرماتے رہے اور فرمایا کہ: ''بھائی سر کیا منڈ وایا کہ اولہ پڑا'' والی بات ہوگئی، ہمیں اپنے کام کے لئے آدمی ملا تھا، مگر اب یہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ ان بزرگوں کو اپنے خوردوں کی ترقی اور ان کو آگے بڑھانے کا مخلصانہ جذبہ ملا تھا، اس لئے ایسے فیصلوں سے رنجیدہ ہو جاتے تھے، بندہ نے تفصیلی حالات رکھے تو فرمایا کہ: ہاں واقعی مجبوریاں ہیں اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

مولانا عبدالاحد کوثر مرحوم نے آپ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا ہے اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

آپ ہی کی ذات تھی گنجینۂ علم و ہنر
آپ ہی کی ہستی تھی ہم سب کے لئے آب حیات

(ماہنامہ ''حرا کا پیغام'' نومبر' دسمبر ۲۰۰۶ء۔ رشد و ہدایت کے منارص ۱۳۳)

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

از: والد محترم حضرت الحاج اسمٰعیل صاحب المروف بہ ''بھائی میاں''

فہرست مضامین

ولادت..	۳۷۴
تدریس..	۳۷
سفر رنگون..	۳۷
رویائے صادقہ..	۳۷
ضیافت وسخاوت..	۳۷
متفرقات..	۳۷
وفات..	۳۷

ولادت

آپ کی ولادت: ۳؍ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ بروز پنجشنبہ لاجپور میں ہوئی۔ احمد میاں اصل نام اور مرغوب احمد تاریخی نام ہے۔

اردو اور گجراتی کی تعلیم لاجپور کے اردو اسکول میں ہوئی، پھر حفظ شروع کیا، لیکن فطری اور پیدائشی ضعف اور کمزوری کے سبب پورا نہ ہوسکا۔

ابتدائی فارسی حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے حاصل کی، بعدہ صوفی صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا احمد میاں صاحب سے فارسی کی تکمیل کے بعد: ۱۳۱۵ھ سے عربی شروع کی اور: ۱۳۱۸ھ کے اختتام تک صرف ونحو، فقہ، اصول فقہ، منطق میں شرح تہذیب تک اور ''مشکوۃ شریف'' پڑھ لی۔

اب مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں تعطل پیدا ہوجانے کے سبب: ۱۳۱۹ھ میں جامع العلوم کانپور میں داخلہ لیا۔ ۲۰ھ میں طاعون کی وجہ سے دہلی چلے گئے۔ رمضان دہلی میں گذارنے کے بعد شوال میں دیوبند پہنچے۔ حضرت شیخ الہند نے ''شرح جامی، شرح تہذیب، قطبی اور ''میر قطبی'' کا امتحان لیا۔ ''مشکوۃ، جلالین'' وغیرہ مختلف اساتذہ سے پڑھنے لگے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی درس کے ساتھی تھے۔ صحت کی خرابی کے سبب جلد ہی دیوبند چھوڑنا پڑا۔ خیال تھا کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی کی خدمت میں جائے، لیکن دہلی میں بعض سورتی احباب کے پاس مدرسہ عبدالرب میں قیام کرنے سے یہاں کی علمی فضا زیادہ پسند آئی اور حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی، شیخ الحدیث وصدر مدرس مدرسہ مذکور سے بہت متأثر ہوئے اور دہلی ہی میں قیام کو ترجیح دی۔ ۱۳۲۳ھ تک فنون اور دورۂ حدیث کی تکمیل کرلی۔ سالانہ جلسہ میں تقریر کا موقع بھی ملا۔ حضرت

مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی کے دست بابرکت سے سند حدیث حاصل کی۔

حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ کو کسی خاص علمی کام کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی، اس خدمت کے لئے مولانا عبدالعلی صاحب کے مشورہ سے آپ کو طلب فرمایا، کام لیا اور بہت بہت دعائیں دیں۔

قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں تجوید سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے، لیکن برادر معظم کی طرف سے طلبی کے تار پر واپس آ گئے۔ ۱۳۲۴ھ میں ایک شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا تو علامہ شیخ حسین یمنی محدث وقاضی شہر سے علمی استفادہ کیا۔

حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلی لکھنوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی رحمہ اللہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ دو ماہ مستقل قیام فرما کر اوراد و وظائف اور مراقبہ ومحاسبہ کی تعلیم پائی۔

تدریس

۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ کو جو کچھ عرصہ سے بند تھا از سر نو جاری کیا جس میں عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ گجراتی زبان کی تعلیم کا بھی انتظام کیا تا کہ بچوں کو سرکاری اسکول میں جانا نہ پڑے۔ ۱۳۳۳ھ تک مدرسہ اسی انداز پر چلتا رہا اس کے بعد بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کی بنا پر مدرسہ بند ہو گیا۔

سفر رنگون

۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب راندیری کے اصرار سے رنگون کا سفر کیا۔ وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ کی داغ بیل ڈالی۔ عربی اور فارسی کے مدرس ہوئے۔ ساتھ ہی دارالافتاء بھی قائم ہوا جس کی تمام ذمہ داریوں کو آپ نے باحسن وجوہ نبھایا۔

۱۹۱۹ء میں بھائی صاحب افریقہ چلے گئے گھر پر کوئی مرد نہ رہا اس لئے مدرسہ سے مستعفی ہوکر گھر آ جانا پڑا۔ ۱۹۲۴ء تک مکان پر رہے۔ ادھر مدرسہ معلمیہ میں انحطاط پیدا ہو جانے کی وجہ سے ناظم مدرسہ نے پھر مولانا کو مجبور کیا کہ رنگون پہنچ کر مدرسہ کو سنبھالیں، ادھر مولانا کو بھی لاجپور جامع مسجد کی تعمیر جدید کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی، جس کی فراہمی رنگون میں خاطر خواہ ہوسکتی تھی، اس لئے اس طلب اور اصرار کو امداد غیبی تصور فرما کر: ۱۹۲۵ء میں دو بارہ رنگون گئے۔ سال سے کچھ زیادہ قیام فرما کر واپس آ کر تعمیر جدید شروع کر دی۔ اہل قریہ کے تعاون اور ابراہیم خاں نواب سچین نیز دیگر اصحاب خیر کی امداد سے: ۱۹۲۷ء میں بتیس ہزار کی لاگت سے شاندار جامع مسجد تیار ہوگئی۔ کچھ متعلقات کا کام باقی تھا تو سہ بارہ رنگون جا کر اس کو بھی مکمل کر لیا۔ یہ جامع مسجد گاؤں کی متفق علیہ جامع مسجد ہے، باوجودیکہ گاؤں میں دو اور مسجدیں موجود ہیں، لیکن نماز جمعہ صرف اسی میں پڑھا جاتا ہے، اس میں مولانا کی نیک نیتی کو بہت دخل۔

رؤیائے صادقہ

حضرت کو طالب علمی کے زمانہ سے ہی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے قلبی تعلق اور سید المرسلین ﷺ سے فرط محبت کی وجہ سے بار بار خواب میں ان حضرات کی زیارت نصیب ہوئی، جس کو حضرت نے اپنی بیاض میں ''تحدیث نعمت'' کے عنوان سے دن اور تاریخ کے تعیین نیز کیفیات کی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

زمانہ طالب علمی میں مدرسہ عبد الرب میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا۔ جوانی اور طالب علمی کے زمانہ میں لاجپور میں سیدنا محمد ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں بھی حضور ﷺ کی زیارت منامی ہوئی۔ ظاہر

ہے یہ سعادت اس کو حاصل ہوسکتی ہے جو صفائے باطن کے ساتھ عشق رسول ﷺ سے آشنا ہو، جس کا ہر قدم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اٹھتا ہو۔ مولانا الحمدللہ اس دولت سے مالا مال تھے، اس لئے جامع مسجد کی تعمیر کے بعد ابھی خدشہ دل میں باقی تھا کہ معلوم نہیں یہ میرا عمل عنداللہ مقبول ہوا یا نہیں؟ اسی فکر میں تھے کہ: ۲۱ / ربیع الاول ۱۳۵۰ھ میں بروز دوشنبہ صبح کے وقت آقائے نامدار ﷺ کو جامع مسجد لاجپور کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلی پر داہنی جانب دوگانہ ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ حضرت خود تحریر فرماتے ہیں:

''اس واقعہ سے دل کو اطمینان حاصل ہوا کہ انشاء اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں حکم خداوندی ہے ﴿لا تقم فیه ابدا﴾ آپ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں، اور مقبول مسجد کے بارے میں ﴿احق ان تقوم فیه﴾ ارشاد ہوا ہے۔ اس واقعہ کے ساتھ دو شعر بھی لکھے ہیں جو جذبۂ دروں کی ترجمانی کررہے ہیں وہ یہ ہیں ؂

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ الی من قرفی صدری هواه

فجسمی ظاهراً منه بعید بعین باطن قلب یراه

اے نسیم صبح میرا اسلام اس ذات اقدس کو پہنچادیں جن کی محبت سینہ میں جمی ہوئی ہے۔

جسم اگرچہ بظاہر ان سے دور ہے لیکن دل کی آنکھ ان کے دیدار سے شرف یاب ہے۔

رنگون میں دوبارہ خدمت افتاء کے وقت آقائے دوجہاں ﷺ کی رویت منامی اور ہمنشینی کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر درج کیا ہے ؂

سلام علی انوار طلعتک اللتی اعیش بها شکراً و نغمتی بها وجدا

آپ کے روئے انور کے انوار کو سلام جن کی بدولت شکر کی زندگی بسر کررہا ہوں اور جن

پر وجد کرتے ہوئے قربان ہورہا ہوں۔

اسی طرح حضرت سیدنا موسی علیہ السلام اور حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کو بھی دیکھا۔ یہ تمام رؤیائے صادقہ حضرت کے علوم رتبت اور نسبت تامہ کے شاہد ہیں۔

ضیافت وسخاوت

حضرت انتہائی مہمان نواز اور کشادہ دست واقع ہوئے تھے۔علماء کرام اور مدارس سے متعلق جو کوئی بھی لاجپور آجائے وہ آپ کا مہمان ہوتا، آپ پوری بشاشت سے اس کی تواضع فرماتے۔علامہ کشمیری، علامہ عثمانی وغیرہ اکابر دیوبند سے ڈابھیل تشریف لائے تھے، جب کبھی لاجپور آتے تو آپ ہی کے یہاں قیام ہوتا، علمی تذکرے رہتے۔

متفرقات

آپ کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔اخیر تک کتابوں کے بہت شائق رہے۔تدریس کے انقطاع کے باوجود اس ذوق میں کمی نہیں آئی۔آخر عمر میں کئی سال صاحب فراش رہے، لیکن ذوق مطالعہ بیمار نہیں ہوا۔جامعہ ڈابھیل کا اہتمام بھی عارضی طور کچھ مہینوں کے لئے سنبھالا۔تحریر کا ذوق بھی قابل تعریف تھا اور نہایت عمدہ اور شگفتہ لکھتے تھے۔علاقائی زبان کا اثر بالکل نہیں تھا۔ماہنامہ ''دارلعلوم'' دیوبند کے صفحات میں علماء گجرات کا تعارف آپ کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔حضرت شیخ محمد طاہر پٹنی ،حضرت مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاجپوری، حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی ،حضرت مولانا قاری اسمٰعیل صاحب راندیری اور حضرت مولانا حافظ غلام محمد صاحب راندیری کے تذکرے: ۱۳۷۱ھ سے سن ۱۳۷۳ھ تک دارالعلوم میں، اور فقیہ مفسر حضرت مخدوم علی مہائمی کا ترجمہ ''البلاغ'' بمبئی دسمبر: ۱۹۵۷ء میں محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ متعدد تصانیف مولانا کی یادگار ہیں۔''جمع الاربعین فی تعلیم الدین ، توحیدالاسلام، ارکان اسلام، سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات ''زیورطبع سے آراستہ ہوکر طبع ہوچکی ہیں۔

خوف خدا اور محبت رسول ﷺ آپ کے رگ وپے میں سرایت تھا۔مولانا کا نورانی چہرہ زیارت کرنے والوں کو اللہ جل شانہ کی یاد سے تڑپا دیتا تھا۔

وفات

اخیر عمر میں فالج کا اثر ہوگیا تھا۔کئی سال صاحب فراش رہنے کے بعد: ا/محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق: ۵/جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز ظہر اپنے مولی کی آغوشِ رحمت میں منتقل ہوگئے ۔اللہ بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے، اور ہم کو ان کے نقش قدم پر چلائے ۔نماز جنازہ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

....

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے معمولات

از: والدمحترم الحاج اسماعیل صاحب' المعروف بہ''بھائی میاں''

میرے والد مرحوم کے مختصر حالات جو مجھے یاد ہیں وہ یہ ہے کہ:

والد صاحب ہمیشہ رات کو چار بجے اٹھ کر تہجد کی نماز ادا فرماتے' پھر ذکر ومراقبہ میں رہتے تھے۔فجر کی سنت گھر میں ادا فرما کر فرض نماز کے لئے جامع مسجد تشریف لے جاتے، نماز کے بعد گھر آ کر تلاوت فرماتے اس میں یٰسین شریف بھی شامل ہوتی' تلاوت کے بعد ''حزب الاعظم'' کی ایک منزل پڑھ کر نماز اشراق سے فارغ ہوتے' پھر ناشتہ کے لئے تشریف لے جاتے اور ناشتہ سے قبل ہی بچوں سے نماز فجر کی تحقیق فرماتے، اگر ہماری نماز

فجر چھوٹ جاتی تو بہت افسوس اور غصہ وناراضگی کا اظہار فرماتے۔ ناشتہ کے بعد محلّہ یا گاؤں میں رشتہ داروں کی' بیماروں کی' ضرورت مندوں کی خبر گیری فرماتے۔ اس کے بعد مکان آ کر کوئی مہمان ہوتا تو اس کو وقت دیتے' اگر مہمان نہ ہو تو کتاب کا مطالعہ فرماتے، اس درمیان میں ڈاک وغیرہ دیکھ کر جواب ارسال فرماتے۔ مشورہ طلب کرنے والوں کو مفید مشوروں سے نوازتے۔ دوپہر کا کھانا بارہ بجے کھا کر قبل از ظہر قیلولہ فرماتے، پھر نماز ظہر کے لئے وضو فرما کر مسجد تشریف لے جاتے۔ بعد نماز ظہر نئے آنے والوں سے ملاقات فرما کر چند منٹ جامع مسجد کے برآمدے میں بائیں طرف تشریف فرماتے اور ملنے والوں کی خیریت پوچھ کر ساتھ میں گھر تشریف لا کر حسب ضرورت مہمان کو کھانے یا چائے کے لئے اصرار فرماتے۔ ان سے فراغت پر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

عصر سے کچھ قبل تسبیح ہاتھ میں لے کر کبھی بیٹھے بیٹھے' کبھی چت لیٹ کر ذکر واذکار میں لگ جاتے۔ ان معمولات کے علاوہ درود شریف کثرت سے پڑھتے رہتے۔

نماز عصر کے بعد گھر تشریف لا کر صحت کے زمانہ میں روزانہ عصر کے بعد مقامی علماء حضرات کی مجلس ہوتی تھی۔ جس میں حضرت مولانا سید عبد الحئی قاضی صاحب' حضرت مولانا محمد یوسف صاحب' حضرت مولانا براہیم صاحب' حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب وغیرہ علماء شرکت فرماتے، اور ہمیشہ یہ مجلس علمی مذاکرہ سے پر رہتی، پھر یہ حضرات ساتھ ہی نماز مغرب کے لئے تشریف لے جاتے۔

مغرب بعد فوراً کھانا کھاتے، اس وقت بھی مہمانوں کا بہت خیال فرماتے۔ کھانے کے بعد کچھ دیر کے لئے ہمارا سبق یا چند سورتیں زبانی سنا کرتے اور بعد نماز عشاء ذکر واذکار میں مشغول رہ کر آرام فرماتے، اور بچوں کو نماز فجر کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ (انتہی)

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب

لاجپوری رحمہ اللہ

واقعات وتأثرات کی روشنی میں

از: حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دیوان لاجپوری مدظلہ

....

فہرست مضامین

قصبۂ لاجپور..	۳۴۲
حضرت مفتی صاحب سے تعارف..............................	۳۴۴
حضرت مفتی صاحب کے کچھ اوصاف حمیدہ.................	۳۴۹
سفرآخرت یاالی رحمۃ اللہ.....................................	۳۵۳

بسم الله الرحمن الرحيم

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکو گے

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوشنوا   شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اڑ گیا

علم والے علم کا دریا بہا کر چل دیئے
واعظانِ قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے
کچھ سخن ور تھے کہ سحر اپنا دکھا کر چل دیئے
کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلا کر چل دیئے

احقر سے حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے متقی وصالح فرزند مولانا اسماعیل بھائی میاں سلمہ، [۱] اسی کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کے پوتے مولوی مرغوب احمد سلمہ بن مولوی بھائی میاں سلمہ- جو اس وقت انگلینڈ میں تعلیمی وتدریسی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں- ان ہر دو موصوف کی بار بار کی گزارش پر یہ سیاہ کار حضرت مفتی صاحب کے کچھ مختصر حالات وتأثرات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ناچیز خود کو اس قابل سمجھتا ہی نہیں کہ حضرت مفتی صاحب کے متعلق کچھ تحریر کرے، کہاں حضرت مفتی صاحب کی بلند وبالا ذاتِ گرامی اور کہاں یہ ادنی طالب علم؟ ''چہ نسبت خاک را بعالم پاک'' لیکن دونوں عزیزوں کی گزارش پر چند مختصر واقعات قلم

---

[۱]...... جو اس سیاہ کار کے مخلص رفیق قدیم بھی ہیں، دینی وعلمی ذوق وشوق خوب رکھتے ہیں، نہایت سلیم الطبع اور ہر دل عزیز ہیں، بڑے فیاض اور مہمان نواز ہیں، اپنے والد مرحوم حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی کچھ خاص صفات حمیدہ اور عمدہ خوبیاں اللہ رب العزت نے موصوف کو بھی عطا فرمائی ہیں، ''الولد سر لابیہ''۔

بند کررہا ہے۔

قصبۂ لاجپور

قصبۂ لاجپور جو تاریخی شہر سورت-جس کو ''باب المکہ'' کہا جاتا تھا- سے قریباً بارہ میل کی مسافت پر واقع ہے۔آزادئ ہند سے قبل یہ قصبہ نواب صاحب کی زیرِ حکومت تھا۔نوابی حکومت کا یہ مشہور قصبہ شمار کیا جاتا تھا۔قصبۂ لاجپور ایک تاریخی قصبہ ہے، بڑی شاندار روایات اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں، جس کی تفصیل کا اس وقت موقع نہیں۔صوبہ گجرات میں قصبۂ لاجپور کو اہل علم حضرات کی ایک خاص بستی مانا جاتا تھا۔شیخ طریقت اور قطب وقت حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے مبارک زمانہ میں قصبۂ لاجپور کی شہرت دور دور تک پھیلی۔جلیل القدر نامی گرامی علمائے کرام اس قصبہ میں پیدا ہوئے، جن کی محنتوں وقربانیوں سے غیر اسلامی رسومات وبدعات کا زور ٹوٹا، اسلام کی صحیح تعلیمات، اللہ رب العزت کے سچے احکامات، اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتیں اور آپ کے نورانی اعمال زندہ ہوئے۔

یوں تو بے شمار علمائے کرام وحفاظ قرآن قصبہ لاجپور میں پیدا ہوئے، ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی نمونہ وبرکۃً تحریر کرتا ہوں۔ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی شان اور اپنا اپنا مقام ہے، جس طرح گلستاں میں ہر پھول کا اپنا رنگ اور اپنی خوشبو ومہک ہوتی ہے، اسی طرح علماء کرام نے دینی' قومی اور ملی خدمات اپنی صلاحیتوں کے مطابق انجام دیں اور دے رہے ہیں، لیجئے کچھ خاص علماء کرام کے اسمائے مبارکہ پیش کرتا ہوں:

حضرت مولانا احمد میاں صوفی، مولانا عبدالحی قاضی صاحب، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب، جدامجد حضرت مولانا محمد یوسف دیوان صاحب، مولانا سید عبدالکریم

صاحب، مولانا ابرہیم جھٹپٹیا صاحب، مولانا ابرہیم جھٹپٹیا صاحب، والد ماجد مولانا عبدالحی دیوان صاحب، مولانا محمد جھٹپٹیا صاحب، مولانا ابرہیم ڈایا صاحب، مولانا عبدالسلام صوفی صاحب، عم محترم مولانا عبدالعزیز دیوان صاحب وغیرہم بہت سے علماء کرام وحفاظ عظام اسی قصبہ لاجپور میں پیدا ہوئے، اوراپنے اپنے دورحیات میں دینی خدمات انجام دیتے ہوئے، اورقوم وملت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے اس دارفانی سے کوچ فرما گئے اور اللہ کی رحمت کو پہنچ گئے، رحمهم الله تعالىٰ رحمةً واسعةً ومغفرةً تامةً۔

آج بھی اسی بستی کی باقیات صالحات میں چند مقتدر ومعزز بزرگ ہستیاں بقیدحیات موجود ہیں: مثلاً مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی سیدعبدالرحیم لاجپوری صاحب دامت برکاتہم' حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب صوفی زیدمجدکم' حضرت مولانا عبدالقدوس دیوان صاحب دامت فیوضکم (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب جے پوری) حضرت مولانا اسماعیل حاجی واڑی صاحب زیدمجدکم' مولانا قاری عبداللہ دیوان صاحب زیدمجدکم' مولانا عبدالرؤف صاحب دیوان دامت برکاتہم (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب) اس کے علاوہ اوربھی اکابرواصاغر علمائے کرام وطن لاجپور میں اور بیرون ممالک میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں صرف چند حضرات کے ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

الحاصل یہ کہ قصبۂ لاجپور اہل علم حضرات کی ایک قدیم آبادی ہے۔اسی مبارک بستی میں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی پیدائش ہوئی۔آپ کی ولادت: ۳/ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق: ۱۸۸۳ء بروز پنجشنبہ لاجپور میں ہوئی۔حضرت مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم گجراتی' اردو' فارسی اوراسی طرح ''مشکوٰۃ شریف'' تک اپنے وطن لاجپور ہی میں

حاصل کی۔اس کے بعد جامع العلوم کانپور، دارالعلوم دیوبند اور آخر میں دورۂ حدیث مدرسہ عبدالرب دہلی میں پڑھا اور یہیں سے فراغت حاصل کی۔علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کے لئے مولانا محمد نعیم فرنگی محلی لکھنوی کے خلیفہ مولانا اعظم حسین صدیقی مہاجر مدنی کی خدمت میں مستقل قیام فرما کر تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن سے مشرف ہوئے،اور اوراد و وظائف کا اہتمام اور مراقبہ ومحاسبہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب سے تعارف

بندہ نے جب سے ہوش سنبھالا تب سے حضرت مفتی صاحب کا اسم گرامی چھوٹے بڑے لوگوں سے سنتا تھا، یہی سنتا تھا کہ: بہت بڑے عالم ہیں، بڑے مفتی ہیں، لاجپور کی عالیشان مسجد کی تعمیر موصوف ہی کی محنتوں وقربانیوں کا نتیجہ ہے، ایک مدت تک رنگون (برما) میں قیام فرما کر وہاں بڑی خدمات انجام دیں۔اس طرح کا ذکر کانوں میں پڑتا تھا۔شروع میں تو ہمت نہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری دے اور مجلس میں بیٹھ کر آپ کے علوم سے مستفید ومستفیض ہوں، پھر اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اپنا علمی ذوق وشوق بڑھانے کے لئے آہستہ آہستہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوتا رہا۔آپ کی مجلس میں بیٹھ کر اپنی علمی پیاس بجھاتا رہا، علمی مسائل، بزرگوں کے واقعات وغیرہ سننے کا خوب موقع ملتا رہا، اور جب باہر کے علماء کرام آپ کی زیارت وملاقات کے لئے تشریف لاتے تو پھر مجلس کا رنگ کچھ اور ہی ہو جاتا، علمی نکات، گہرے مسائل، بزرگان دین کے مبارک واقعات خوب سننے کو ملتے۔مجلس میں ایک خاص بہار ورونق آجاتی۔میرا چھ سالہ طالب علمی کا دور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں گزرا، اس کے بعد دورۂ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ملا، وہاں سیدی واستاذی شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز اور دیگر جلیل القدر اساتذہ کرام کی خدمت میں رہ کر دورۂ حدیث شریف کی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کر کے اپنے وطن لاجپور واپس لوٹا۔ ڈابھیل کی طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی چھٹیوں میں گھر آتا تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری نصیب ہوتی، دل کو بڑی خوشی وطمانیت حاصل ہوتی۔ فراغت کے بعد کم وبیش پانچ سال تک حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت مفتی صاحب کی علمی ونورانی مجلس میں بندہ نے جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا۔ وہ آج چالیس سال کے بعد حافظہ پر زور دیکر قلمبند کرنا مشکل ہے، پھر بھی عزیز فرزندوں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے' چند خاص واقعات مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور غلطیوں کو معاف کریں، آمین۔

(۱)......حضرت مفتی صاحب کا علمی مقام بہت بلند تھا، وسیع النظر عالم تھے، آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے رنگون (برما) کا سفر کیا، وہاں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا نے حضرت مفتی صاحب سے فرمایا کہ میں احادیث قدسیہ کے متعلق کتابوں کو تلاش کر رہا ہوں، میرا ارادہ ہے آسان اردو زبان میں احادیث قدسیہ کا ترجمہ کردوں تاکہ عام مسلمانوں کے لئے مفید ونافع ہو اور میرے لئے نجات آخرت کا سبب اور باقیات الصالحات کا موجب ہو۔ اس پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے وقت کے سحبان الہند سے فرمایا کہ حیدر آباد کی مجلس دائرۃ المعارف سے علامہ محمد مدنی کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، کتاب کا نام ''الاتحاف السنیہ بالاحادیث القدسیہ'' ہے۔ آپ نے

حضرت سحبان الہند کو اس کتاب کی طرف توجہ دلائی۔ سفر سے واپسی پر حضرت سحبان الہند نے یہ مبارک کتاب حاصل کی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب احادیث قدسیہ کے سلسلہ میں بڑی جامع ومکمل ہے۔ سوچئے کہ حضرت مفتی صاحب کا مطالعہ کتنا وسیع ہوگا۔

(۲)...... گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے علمی وروحانی مقام کے اعتبار سے عالم اسلام میں مشہور ومعروف ہے۔ جامعہ اسلامیہ کی یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی مایۂ ناز ہستیاں علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری، شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر علمائے کرام کی ایک خاص جماعت دیوبند سے جامعہ ڈابھیل میں تشریف لائی، اس سے جامعہ کو چار چاند لگ گئے، اور پورے عالم اسلام میں اس کی شہرت ہوگئی، جامعہ کا مقام بہت ہی بلند ہوگیا، پھر جامعہ پر ایک نازک وقت بھی آیا، جس سے عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً پورے گجرات میں ہلچل مچ گئی۔ ارباب جامعہ نے' جامعہ اسلامیہ کو دنیوی درسگاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ یہ فیصلہ ایک عظیم الشان دینی درس گاہ کی زندگی وموت کا فیصلہ تھا، دنیا کو کھلے طور اور کھلم کھلا دین پر ترجیح دینا تھا، علمائے کرام اور بزرگانِ ملت اور دین سے محبت رکھنے والے مسلمانوں پر امتحان وآزمائش کی نازک گھڑی آگئی تھی، حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے دل پر بھی اس کا بہت بڑا اثر تھا، بے چین تھے' پریشان تھے' دعائیں کرتے تھے۔ دینی وعلمی بصیرت وبصارت رکھنے والے حضرات نے اس نازک موقع پر مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو خاص دعوت دے کر بلایا، حضرت مجاہد ملت اپنی بے حد مصروفیتوں ومشغولیتوں کے باوجود تشریف لائے۔ اس موقع پر ارباب جامعہ اور فکرمند علمائے کرام نے مجاہد ملت سے مل کر گفتگو کی۔ اور جامعہ کے احاطہ میں ایک عام جلسہ بھی رکھا گیا تھا۔ اس عظیم الشان جلسہ میں حضرت مجاہد ملت نے بڑی پُر جوش تقریر

کی۔ دوران تقریر بڑے پرجوش انداز میں آپ نے موجودہ دور میں دینی مدارس کی سخت ضرورت واہمیت کو بے نظیر دلائل وبراہین کے ذریعہ ثابت کیا۔ دینی مدارس کو اسلام کے قلعے بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''ملت اسلامیہ کے دین وایمان کی بقاوحفاظت کا ذریعہ یہی مدارس ہیں''۔

آپ نے تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ:

''کوئلے کی کان سے کوئلے ہی نکلتے ہیں، اور علم کے معدن سے علماء ہی نکلتے ہیں، دارالعلوم دیوبند نہ ہوتا تو علامہ انورشاہ کشمیری کہاں پیدا ہوتے، علامہ انورشاہ اپنے رفقاء کرام کے ساتھ آپ کے جامعہ میں تشریف لائے، جامعہ کو چار چاند لگ گئے''

ارباب جامعہ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ایسے نازک وقت میں جامعہ اسلامیہ کو ایک اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والے مہتمم کی سخت ضرورت تھی، سب کی نظر حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب ہی پر آکر ٹھہری۔ حضرت سے التجا کی گئی' گزارش کی گئی' ضعیف العمری اور مسلسل علالت کے باوجود حضرت نے عارضی طور پر اہتمام کی ذمہ داری قبول فرمالی، اس طرح جامعہ کی گرتی ہوئی دیوار کو آپ نے تھوڑا سا سہارا دیا۔ آج جامعہ اسلامیہ اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ چل رہا ہے، یہ آپ کی خاص دعاوتوجہ ہی کا اثر ہے۔ اللہ رب العزت قبول فرمائے۔

(۳)......حضرت مفتی صاحب کے علمی وروحانی مقام کا اندازہ اس سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء کرام جب کبھی گجرات کے دورہ پر تشریف لاتے یا جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ودیگر مدارس دینیہ میں تعلیمی تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے مقرر ہوتے تو اکثر حضرت مفتی صاحب کی زیارت وملاقات کے لئے تشریف لاتے، علمی مجلسیں

آپ کے دولت کدہ میں قائم ہوتیں، بڑی نورانی فضا ہوتی، علمی و دینی باتوں سے اہل مجلس خوب فیضیاب ہوتے، اہل علم حضرات کا ورود مسعود بستی والوں کے لئے بھی بہت مبارک ہوتا، حضرت مفتی صاحب کے طفیل عام مسلمانوں کو بھی علماء کرام کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوجاتا اور کبھی وقت میں گنجائش ہوتی تو عام وعظ وتقریر کی مجلس بھی قائم ہوتی، جس سے اہل قصبہ اور قرب وجوار کے مسلمان بھی مستفید ومستفیض ہوتے۔

(۴)......حضرت مفتی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں یہ بات بھی بطور خاص قابل ذکر ہے کہ آپ بڑے سخی وفیاض تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔آپ کا دست مبارک کشادہ تھا۔ علماء کرام تشریف لاتے تو خوشی وشادمانی سے دل باغ باغ ہوجاتا، مہمان نوازی خوب کرتے۔حسب مراتب مہمان نوازی کرتے۔امیر وغریب ہرایک آپ کے مہمان ہوتے، کوئی حاجت مند آتا تو آپ کے در سے خالی ہاتھ نہ جاتا۔ ہندوستان کے طول وعرض گجرات' یوپی' وغیرہ دور دراز کے علاقوں کے اہل مدارس اپنے سفراء (سفیروں) کو چندہ کے لئے بھیجتے تو وہ جب قصبۂ لاجپور میں تشریف لاتے تو اولاً حضرت مفتی صاحب کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کرتے اور اپنے چندہ کی ابتداء برکۃً آپ ہی کے درِ دولت سے کرتے' آپ سے دعائیں لیتے، بالخصوص رمضان المبارک میں سفراء کرام کا تانتا لگ جاتا، حضرت مفتی صاحب ہرایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، اورحسب توفیق خود بھی امداد فرماتے اور دوسروں کو بھی تعاون وامداد کی ترغیب دیتے۔

(۵)......حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگوں اوراہل اللہ کی صحبت سے مشرف تھے،اورسلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت ہوئے تھے،اس لئے اوراد وظائف کی بڑی پابندی تھی۔نماز باجماعت کا بڑا اہتمام

تھا۔ ذکر والی زبان اور شکر والا دل اللہ رب العزت نے عطا فرمایا تھا۔ آخری ایام میں جب کبھی اس عاجز کو حاضری نصیب ہوئی تو تسبیح ہاتھ میں دیکھی، اور زبان پر سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ مبارک دعائے یوسفی کا وردسنا ﴿ فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ﴾ یہ مبارک دعا بڑے ذوق ولذت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ یہ: ۱۹۵۷ء سے قبل کی بات ہے، جب یہ عاجز وطن لاجپور ہی میں مقیم تھا۔ اکتوبر: ۱۹۵۷ء میں یہ عاجز تعلیمی وتبلیغی خدمات انجام دینے کے لئے جزیرۂ فیجی میں پہنچ گیا۔

(۶)......علمائے حق کے کچھ نہ کچھ مخالفین تو ہوتے ہی ہیں، اور سنت اللہ بھی یہی ہے، آپ کے بھی کچھ مخالف ودشمن تھے، جو ایذائیں وتکلیفیں پہنچانے پر تلے رہتے، لیکن آپ کو مخالفین کی طرف سے جو بھی ایذائیں پہنچائی جاتیں تو آپ صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرتے، اپنے مخالفین سے انتقام لینے کا کبھی خیال بھی نہیں کرتے، قوت برداشت بے مثل تھی۔ مخالفین کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے، حسن سلوک اور احسان کی تلوار سے مخالفین ودشمنوں کے سر جھکادیتے، یہی سنت نبوی ﷺ ہے، اسی کا حتی الامکان اتباع کرتے۔

حضرت مفتی صاحب کے کچھ خاص اوصاف حمیدہ

(۷)......ایک مرتبہ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں اس عاجز کی حاضری ہوئی تو فرمایا کہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا بدر عالم صاحب نور اللہ مرقدہ کی حدیث شریف کی ایک نئی کتاب چھپ کر آئی ہے پھر ''ترجمان السنہ'' کی جلد اول دکھائی اور فرمایا: حضرت نے احادیث مقدسہ کی بڑی عمدہ تشریح فرمائی ہے۔ احقر کو کتاب دیتے ہوئے فرمایا کہ: اس کو پڑھیں۔ اس کے بعد جب کبھی کوئی نئی کتاب آپ کے پاس آتی تو آپ اکثر پڑھنے کے لئے عنایت

فرماتے۔اسی طرح اردو ماہنامے ورسائل جو بھی آپ کے پاس آتے تو ملاقات کے وقت عنایت کرتے' یا عزیزی مولوی بھائی میاں سلمہ کے ہاتھ بھیج دیتے۔اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت مفتی صاحب کا جذبۂ دین کیا تھا؟ اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا کیا ہی مبارک شوق تھا۔ یہ بھی تربیت کا ایک خاص طریقہ ہے۔

(۸)......ایک مرتبہ اس سیاہ کار نے عیدگاہ میں نماز عید الفطر سے قبل بڑے جوش وجذبہ سے تقریر کی۔قرآن مجید کی آیت مبارک: ﴿ فاما من طغى و اثر الحيوة الدنيا فان الجنة هى الماوىٰ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک خاص جذبہ کے ساتھ اس کا شان نزول بیان کیا، الحمد للہ مجمع بڑا متأثر ہوا، حضرت مفتی صاحب بھی موجود تھے، نماز کے بعد ملاقات کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، بستی کے اور کفلیتہ کے علماء کرام اور دیگر حضرات موجود تھے، یہ عاجز سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوا تو دیکھتے ہی چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اٹھا، میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، بڑی محبت سے ہاتھ پکڑ لیا، بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے، پھر فرمایا آج آپ کی تقریر سن کر بڑی خوشی ہوئی' سبحان اللہ' ماشاء اللہ' جزاک اللہ' انداز بیان بہت ہی دلکش تھا، پھر فرمایا کہ آیتوں کا شان نزول کہاں پڑھا؟ میں نے ادب سے عرض کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر ''فتح العزیز'' (تفسیر عزیزی) میں ہے۔ بڑے خوش ہوئے' مبارکباد دی۔آج ایک مدت کے بعد اس واقعہ کو سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیا مبارک زمانہ تھا، جب ہمارے اسلاف اپنے چھوٹوں کی علمی ترقی کے کیسے خواہشمند ہوتے تھے، ورنہ یہ عاجز تو اس وقت بھی ایک طالب علم تھا اور آج بھی طالب علم ہی ہے، لیکن آج طبقۂ علماء میں یہ اعلیٰ صفات مشکل ہی سے نظر آئیں گی۔

(۹)......۱۹۵۵ء میں بندہ کی شادی عم محترم حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب دامت برکاتہم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد میں نکاح کی مجلس قائم ہوئی، حضرت مفتی صاحب نے بھی دعوت قبول فرما کر حاضری کا شرف بخشا، خطبۂ نکاح حضرت مفتی صاحب نے پڑھا اور ایجاب وقبول عم محترم مدظلہ نے کرایا، اس طرح دونوں بزرگوں نے مل کر بندہ کے نکاح کے مبارک کام کو انجام دیا۔ یہ اس عاجز کے لئے بڑی سعادت تھی۔

(۱۰)......ہمارے گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہوتا اور جنازہ گاہ میں جنازہ لایا جاتا تو حضرت مفتی صاحب کی تلاش ہوتی۔ علم وتقویٰ اور بزرگیت کی وجہ سے لوگ آپ ہی سے نماز جنازہ پڑھواتے تھے' اکثر وبیشتر آپ ہی نماز جنازہ پڑھاتے، اس لئے حضرات اہل علم آپ کو ''امام المیت'' (مُردوں کا امام) کہتے، اور جامع مسجد کے امام صاحب کو ''امام الحی'' (زندوں کا امام) کہتے۔

مؤرخہ ۲۳؍ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۶ء کو بندہ کی والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا، (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) نماز جنازہ میں حضرت مفتی صاحب بھی تشریف لائے، بندہ نے گزارش کی کہ حضرت آپ جنازہ پڑھادیں، آپ نے بڑی محبت وشفقت سے فرمایا: آپ عالم دین ہیں اور آپ کی والدہ ہیں، اس لئے آپ ہی کا زیادہ حق ہے، آپ ہی نماز پڑھائیں۔ نماز تو احقر ہی نے پڑھائی، لیکن آج سوچتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اللہ رب العزت نے کتنے بلند اخلاق عطا فرمائے تھے ''حق بحقدار رسید'' کا کتنا خیال فرماتے تھے۔

(۱۱)......استاذ المحترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا ورود مسعود کبھی قصبۂ لاجپور میں نہیں ہوا تھا، بستی کے ہر چھوٹے بڑے کی تمنا تھی کہ حضرت

شیخ مدنی جب کبھی بھی صوبۂ گجرات کا دورہ کریں تو لاجپور بھی تشریف لائیں، مرحوم حاجی احمد میاں کا سوجی نے تمام خرچ اٹھانے کا وعدہ کیا، حضرت شیخ مدنی کا دورۂ گجرات شروع ہوا، تو حضرت مفتی صاحب نے دعوت قبول کرانے میں بڑی جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا کہ حضرت شیخ لاجپور تشریف لائے، رات کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، قرب وجوار کی بڑی تعداد نے جلسہ میں شرکت کی، مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد بیعت سے مشرف ہوئی، حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ کے ساتھ ساتھ رہے، حضرت شیخ حضرت مفتی صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے، مفتی صاحب کے علمی مقام سے حضرت شیخ خوب واقف تھے۔ آج تک حضرت شیخ کی تشریف آوری کا روحانی ونورانی نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ بھی حضرت مفتی صاحب ہی کا خاص فیض تھا کہ حضرت مدنی جیسی مقدس ہستی لاجپور میں تشریف لائی۔ اس سے مفتی صاحب کا مقام کتنا بلند تھا، یہ سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱۲)......۱۹۵۷ء کو تعلیمی وتبلیغی خدمات انجام دینے کے لئے جزیرۂ فیجی کے لئے بندہ کا سفر بزرگوں کے مشورہ سے طے ہوا، اس وقت احقر جامع مسجد کی امامت کے فرائض انجام دیتا تھا، آخری جمعہ میں نے پڑھایا، جوں ہی نماز ختم کی فوراً حضرت مفتی صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ: مولوی بشیر احمد سفر پر جا رہے ہیں، ان کے لئے خصوصی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سفر کو کامیاب کرے، اور دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں، اور سفر پر روانگی کے وقت خوب الحاح وزاری سے مفتی صاحب نے دعاء فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب اور دوسرے مخلصین حضرات کی دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ آج سینتیس سال سے مسلسل جزیرۂ فیجی میں دینی خدمات انجام دے رہا ہوں، اللہ رب العزت قبول فرمائے، آمین۔ حضرت مفتی صاحب کی خاص دعائیں اور شفقتیں اس ناچیز کے ساتھ ہمیشہ رہیں

اور قدم قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔

اس سیاہ کار کے لئے آخری الوداعی جلسہ مرحوم حاجی ابراہیم عابد کے مکان پر ہوا، مرحوم حاجی صاحب میرے قریبی رشتہ دار بھی تھے اور اس سیاہ کار سے بڑی محبت بھی کرتے تھے، رات کے اس الوداعی جلسہ میں حضرت مفتی صاحب خاص تشریف لائے، حالانکہ مفتی صاحب ضعیف العمری اور علالت کی وجہ سے رات کو کسی جلسہ اور کسی دعوت میں شرکت نہیں فرماتے تھے، معذرت فرمادیتے، لیکن اس الوداعی جلسہ میں تشریف لائے، آخر تک تشریف فرما ہوئے، بڑے غور سے بندہ کی تقریر سنی اور خوب دعائیں کیں۔ اپنے وقت کے ایک بہت بزرگ کا تشریف لانا اور دعائیں کرنا اس سیاہ کار کے لئے کتنی بڑی سعادت ہے۔ یہ تھے حضرت مفتی صاحب کے بلند اخلاق۔ یہ اوصاف حمیدہ آج طبقۂ علماء میں بہت کم نظر آتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

سفر آخرت یا الی رحمۃ اللہ

ذاتِ معبود جاودانی ہے   باقی جو کچھ ہے وہ فانی ہے

مورخہ ۳؍ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ کو علم و عمل کا جو آفتاب قصبۂ لاجپور میں طلوع ہوا تھا، جن کا اصل نام ''احمد میاں'' اور تاریخی نام ''مرغوب احمد'' تھا اس فانی دنیا کی اسّی بہاریں دیکھ کر یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۵ جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز ظہر رحمتِ الٰہی کو پہنچ کر غروب ہوگیا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ حضرت مفتی صاحب کی نماز جنازہ مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

بستی لاجپور ایک نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہوگئی، اہل گجرات ایک اولوالعزم ہستی کے نورانی فیض سے محروم ہوگئے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنی خاص رحمتیں حضرت مفتی صاحب

پر نازل فرمائیں، مغفرت تامہ اور رحمتِ واسعہ سے نوازے۔

غفر اللّٰہ لہ ونور مرقدہ واکرم مثواہ واعلی درجاتہ فی الجنۃ الفردوس

اللہ تعالیٰ اہل خاندان کو صبر جمیل عطا کرے، امت مسلمہ کو اس کا نعم البدل عنایت کرے، آمین۔

حضرت مفتی صاحب اپنے پیچھے ایک ولد صالح، متقی، پرہیزگار، فرزند اسماعیل المعروف بہ ''بھائی میاں'' سلمہ اور ایک دختر نیک اختر پہلی اہلیہ کے چھوڑ گئے ہیں۔ دوسری اہلیہ سے بھی چند اولاد ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو بخیریت رکھیں، اور ایمان ویقین والی زندگیاں نصیب کرے۔

مولوی بھائی میاں زید مجدکم حضرت مفتی صاحب کے خاص علم وعمل کے وارث ہیں۔ اللہ رب العزت نے مفتی صاحب کے کچھ خاص اوصاف حمیدہ موصوف کو عطا فرمائے ہیں، بستی کے ہر دل عزیز ہیں، اس عاجز کے رفیق مکرم ہیں۔

موصوف کے دو صاحبزادے مولوی مرغوب احمد سلمہ اور مولوی رشید احمد سلمہ، عربی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام عزیزوں کو علم وعمل کی دولت سے مالا مال کرے، اور دین وملت کی مزید سے مزید خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، وعلی الہ واصحابہ اجمعین

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

از...... پروفیسر مرتاض حسین قریشی صاحب
ایس، بی، گارڈا کالج نوساری

موصوف کی ولادت لاجپور میں: ۳؍ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ (مطابق ۱۳؍ستمبر ۱۸۸۳ء) کو بروز جمعرات ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اور قرآن شریف کے چند پارے لاجپور اور سورت میں رہ کر حفظ کیے، پھر چند ابتدائی کتابیں حضرت صوفی سلیمان صاحب سے پڑھیں۔ صوفی صاحب کے صاحبزادے مولانا احمد میاں سے فارسی، عربی، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، حدیث اور تفسیر کی اکثر متعلقہ کتابیں صرف پانچ سال میں مکمل طور پر پڑھ لیں۔ مزید تعلیم کے لئے مدرسہ جامع العلوم کانپور، دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ عبدالرب دہلی تشریف لے گئے اور ان جامعوں میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم سبق رہ چکے ہیں۔

آپ کا تاریخی نام ''مرغوب احمد'' مولانا عبدالحمید بھوپالی نے نکالا تھا۔

مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو جو عرصہ سے بند پڑا تھا آپ نے دوبارہ جاری فرمایا، لیکن ۱۳۳۳ھ میں بعض نامساعد حالات کی وجہ سے یہ مدرسہ پھر بند ہوگیا۔

پھر آپ رنگون تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ میں درس وتدریس اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔

برما کے مخیّر حضرات اور نواب سچین کے تعاون سے: ۱۹۲۷ء میں لاجپور میں جامع مسجد جو ایک عالیشان عمارت ہے، تعمیر کروائی۔

مولانا مرغوب احمد صاحب بڑے صاف گو اور حق گو بزرگ تھے۔ اردو تحریر و تقریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ مہمان نوازی اور خوش خلقی کی وجہ سے عوام و خواص سب آپ کو بہ نظر احترام دیکھتے تھے۔

راقم الحروف دو چار بار آپ سے لاجپور جا کر مل چکا ہے، آخر میں (۴۸ء) میں نوساری میں بھی ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارے مرشد کامل حضرت شاہ غلام محمد مجددی نقشبندی کابلی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور اسی ملاقات میں خلافت حاصل ہوئی تھی۔

اخیر عمر میں فالج ہو گیا تھا۔ یکم محرم ۱۳۸۳ھ (مطابق ۵/ جون ۱۹۶۲ء) لاجپور میں اسی مرض میں انتقال فرمایا۔ خدا رحمت کرے۔

آپ کی تصنیفات میں ''سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات'' اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب و فضائل پر ایک قابل قدر کتاب ہے۔ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب اردو میں آج تک نظر سے نہیں گذری۔ طرز تحریر شگفتہ اور دلچسپ ہے، ہر ورق سے عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ کانپور، دیوبند اور پھر دہلی میں قیام کا اثر تھا کہ پوری کتاب پڑھ جایئے، کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ایک گجراتی عالم کی تصنیف ہے، جن کا تعلق سنی بوہرہ جماعت سے تھا۔

دوسری تصنیف ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' چہل منتخب احادیث کا مجموعہ ہے۔ ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ۔ تیسری کتاب 'توحید الاسلام' ہے، جس کا موضوع نام سے ظاہر ہے، اور چوتھی تصنیف مسلک شافعی پر ''ارکان اسلام'' ہے۔ ان کے علاوہ آپ کے مضامین ''برہان'' وغیرہ جیسے مؤقر رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

(جنوبی گجرات کے چند اردو نویس علماء کرام)

مکتوباتِ مرغوب

اس رسالہ میں جدامجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ سابق مفتی اعظم برما کے مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے۔شروع میں چند اکابر کے مکتوبات بھی، جو مل سکے شامل کردیئے گئے ہیں۔

جمع وترتیب

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

ایک عرصہ سے راقم جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری کی سوانح حیات مرتب کرنے' ان کے فتاوی کو تلاش کرنے اور ترتیب دینے' ان کے مکتوبات و مضامین کو جمع کرنے کی فکر میں تھا۔ الحمدللہ ''من جد وجد'' کے مصداق حضرت کے فتاوی کی تین جلدیں ترتیب و حواشی کے ساتھ مرتب ہو چکی ہیں۔ حضرت کی سوانح بھی تتبع و کوشش سے تیار ہوگئی، اور اب مکتوبات بھی جتنے موصول ہو سکے' جمع کر لئے گئے ہیں، انہیں سوانح کا جز بنا کر شامل کر رہا ہوں۔

حضرت کے مکتوبات کے شروع میں تین اکابر: حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی' حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب' اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی کے گرامی نامے جو مفتی صاحب کے نام تھے' بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ بڑی تلاش کے باوجود اکابر کے دیگر مکتوبات دستیاب نہ ہو سکے۔ حضرت مفتی صاحب کے استاذ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا، مگر حضرت نے اسے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی تھی، اس لئے اسے شامل اشاعت نہیں کیا گیا۔

پہلے ارادہ تھا کہ حضرت کے مکتوبات میں انتخاب کر کے مفید اور علمی و اصلاحی مضامین پر مشتمل مکتوبات ہی کو شائع کروں گا، مگر جب دیکھا کہ مکتوبات کی یہ تعداد کوئی بہت زیادہ نہیں، اس لئے سب ہی کو شائع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی اس رسالہ کو نافع بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۹ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۹ر جنوری ۲۰۰۷ء،

بروز دوشنبہ

مقدمہ

قلم کی قوت وعظمت

حضرت نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی اس میں قلم کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے قلم کی اہمیت کو بتلایا کہ قلم کس قدر عظیم الشان چیز ہے۔اسی لئے دنیا کے سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے پیغمبر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی فن کتابت سکھایا گیا، بلکہ بعض حضرات کا تو کہنا ہے کہ سب سے پہلے فن کتابت آپ ہی کو سکھلایا گیا، گرچہ بعض حضرات نے فرمایا کہ: سب سے پہلے یہ فن حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام کو ملا ہے۔

(معارف القرآن ص۸۶ے ص۸)

اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے بعد ''الذی علّم بالقلم'' کے ذریعہ اس کی تعلیم کو بیان فرمایا۔اور تعلیم کی عام صورتیں دو ہیں: زبان وقلم۔اور اس آیت میں تو قلم کو مقدم فرمایا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''قلم اللہ تعالیٰ بہت بڑی نعمت ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے علم کتابت کی ترغیب دی، کیونکہ اس میں بیشمار اور بڑے منافع ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، تمام علوم وحِکَم کی تدوین اور اولین وآخرین کی تاریخ ان کے حالات ومقالات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں سب قلم ہی کے ذریعہ لکھی گئیں اور رہتی دنیا تک باقی رہیں گی، اگر قلم نہ ہوتو دنیا ودین کے سارے ہی کام مختل ہوجائیں۔

علماء سلف وخلف نے ہمیشہ تعلیم خط وکتابت کا بڑا اہتمام کیا' جس پر ان کی تصانیف کے

عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں۔افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء وطلباء نے اس اہم ضرورت کوایسا نظر انداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریر کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں،فالی الله المشتکی۔(معارف القرآن ص۷۸۶ ج۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''بعض لوگ ایک زمانہ میں پیدا ہوئے اور دوسرے لوگ ان سے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئے،سو پچھلوں کو پہلوں کے علوم پر اطلاع نہیں ہوتی،مگر قلم کے واسطے سے۔اسی طرح بعضے لوگ ایک ملک اور اقلیم میں رہتے ہیں اور دوسرے لوگ دوسری اقلیم میں ہیں،تو ان دور والوں کا مطلع ہونا ان کے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کی مدد کے ممکن نہ تھا۔اسی واسطے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے جنوں سے سخن کی فضیلت سے پوچھا،تو جنوں نے عرض کیا کہ حضرت!سخن ایک ہوا ہے کہ منہ سے نکلا اور فنا ہوگیا۔پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:اس کے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہے؟انہوں نے عرض کی اس کی تدبیر لکھنا ہے۔(تفسیر عزیزی اردو ص۴۱۸ ج۴)

قلم کی عظمت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی قسم کھائی ہے۔ارشاد فرمایا:﴿نٓ والقلم وما یسطرون﴾،قسم ہے قلم کی اور(قسم ہے)ان(فرشتوں)کے لکھنے کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس کی قسم اس لئے کھائی گئی کہ دنیا میں بڑے بڑے کام سب قلم ہی سے ہوتے ہیں، ملکوں کی فتوحات میں تلوار سے زیادہ قلم کا مؤثر ہونا منقول ومعروف ہے۔ابوحاتم بستی نے اسی مضمون کو دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اذا اقسم الابطال یوما بسیفهم وعدّوه مما یکسب المجد والکرم

کفی قلم الکتاب عزا و رفعة مدی الدهر ان الله اقسم بالقلم

جب کہ قسم کھائیں بہادر لوگ کسی دن اپنی تلوار کی، اور اس کو شمار کریں ان چیزوں میں جو انسان کو عزت وشرف بخشتی ہیں۔

تو کافی ہے لکھنے والوں کا قلم ان کی عزت و برتری کے لئے، ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے، کیونکہ اللہ نے قسم کھائی ہے قلم کی۔ (معارف القرآن ص ۵۳۱ ج ۸)

قلم کے متعلق کسی نے کہا ہے:

''القلم لسان الید، سفیر الضمیر، مستودع الاسرار، و منبسط الاخبار، وحافظ الاٰثار''

یعنی قلم ہاتھ کی زبان ہے اور دل کا درمیانی اور مترجم ہے اور بھیدوں کا خزانہ ہے اور خبروں کا ظاہر کرنے والا ہے اور نشانیوں کا یاد رکھنے والا ہے۔ (تفسیر عزیزی اردو ص ۵۰ ج ۳)

نوٹ...... قلم کی مزید تشریح اور اس کے عجائبات کا بیان دیکھنا ہو تو تفسیر عزیزی کا مطالعہ کیا جائے،

آپ ﷺ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت سیکھنے کی ترغیب دی، بلکہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ ''کتابت'' طے کیا گیا۔

علامہ عبدالحیٔ کتانی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''التراتیب الاداریة'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''الاستیعاب میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو کتابت سکھائیں، وہ بہترین کاتب تھے، اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اہل صفہ کے کچھ لوگوں کو کتابت اور قرآن سکھایا۔ حضرت حکم بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر آیا ہے۔

کافر قیدیوں کا فدیہ کتابت سکھانا

غزوۂ بدر کے کافروں سے فدیہ قبول کیا گیا کہ وہ مسلمانوں میں دس لڑکوں کو کتابت سکھائیں اوراس کے بدلے میں ان کو چھوڑ دیا جائے۔انصاری بچوں میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کتابت سیکھی۔اس طریقہ سے ان حضرات میں فن کتابت کی کثرت ہوئی، پس جوں جوں اسلام پھیلتا گیا' کتابت بھی عام ہوتی گئی۔(امام سہیلی اورامام ابوالوفاء)

اس وقت فدیہ کی رقم چار ہزار درہم تھی،لیکن کتابت سیکھنے کو مال پر ترجیح دیتے تھے۔قلم کی عظمت اور نفع ان حضرات کے قلوب پر ظاہر تھا۔(عہد نبوی کا اسلامی تمدن ص ۴۱)

خط وکتابت کی تاریخ بہت قدیم ہے

خط وکتابت کا رواج کوئی آج کی ایجاد نہیں، بلکہ اس کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔آج سے تقریباً چار ہزرا سال سے بھی کچھ پہلے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ملکۂ سبا بلقیس کے نام جوگرامی نامہ تحریر فرمایا تھا' اس کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

پھر آپ ﷺ کے وہ مکتوبات جو آپ نے بادشاہوں کے نام صلح حدیبیہ والے سال یا محرم ۷ھ میں ارسال فرمائیں،وہ سیرت وتاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

مؤرخین نے ان حضرات صحابہ کے اسماء بھی محفوظ رکھے' جو آپ ﷺ کے خطوط اور دستاویز لکھا کرتے تھے۔ان میں حضرت ابی ابن کعب' حضرت زید بن ثابت' حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان خطوط کو لکھا کرتے تھے' جو آپ ﷺ اور عرب لوگوں کے درمیان ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کے زمانہ میں کھال اور چمڑے پر خطوط لکھے جاتے تھے۔ایک خط کے چمڑے کی سائز چار انگل کے بقدر اور لمبائی ایک بالشت تھی۔(عہد نبوی کا اسلامی تمدن ۷۵)

حضرات خلفاء راشدین خصوصا حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پر اثر خطوط ان کی سوانح و مستقل کتابوں کی شکل میں شائع ہو گئے ہیں۔

یہ مکتوب ہی کا تو کرشمہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک گرامی نامہ کے ذریعہ قوم سباء کو ہدایت ملی۔ بلقیس نے اس کو ''کتاب کریم'' سے تعبیر کیا۔

حضرت نجاشی رحمہ اللہ کی ہدایت کا ذریعہ بھی تو آپ ﷺ کا وہ تاریخی گرامی نامہ ہوا جو آپ نے شاہ حبشہ کے نام ارسال فرمایا تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گرامی نامے جو حضرت ابو موسی اشعری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے' ان کی حیثیت اسلام کے نظام عدالت میں سنگ میل کی ہے۔ ان خطوط میں اسلام کے قانون قضائی کے بنیادی خطوط واضح کر دیئے گئے ہیں۔ ہر وہ کتاب جو اسلام کے نظام قضاء پر لکھی جائے گی' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ خطوط اس کے لئے مناسب ترین دیباچہ اور پیش لفظ کا درجہ رکھتے ہیں۔ (اسلامی عدالت ص ۱۳۵)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خط نے، بلکہ خط کے ایک جملہ نے اہل فارس کو تعجب میں ڈال دیا۔ حضرت بجیر رضی اللہ عنہ کے ایک خط ہی نے تو ان کے بھائی کعب کو جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا اشعار کہے تھے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال کر شہادت کی گواہی پر مجبور کر دیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۱۷ ج ۱)

خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں عمال حکومت اور امراء اجناد (فوجی افسروں) کو جو خطوط لکھے وہ بقول مفکر اسلام حضرت

مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کہ: ''انتظامی سے زیادہ دینی و اخلاقی ہیں اور ان میں حکومت کی روح سے زیادہ مشورہ ونصیحت کی روح ہے''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص۳۹ ج۱)

ہندوستان کے سات راجاؤں نے حضرت رحمہ اللہ کے خطوط ہی سے اسلام قبول کیا' اور اپنے نام بھی عربوں کے نام پر رکھے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص۴۹ ج۱)

امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنے مفصل خطوط اور ہدایت ناموں میں بڑی جرأت وصفائی کے ساتھ حکومت کی بدنظمیوں' حقوق کی پامالی' حکام کی مردم آزاری' اہل کاران دولت کی دولت ستانی' ذمہ داروں کی غفلت کی طرف توجہ دلائی، اور خدا کا خوف دلا کر پچھلے وزراء اور صدور حکومت کا انجام یاد دلا کر اصلاح وتنظیم کی طرف متوجہ کیا، ان کے یہ خطوط شخصی جرأت' اظہار حق اور تاثیر وقوت انشاء وتحریر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص۱۶۱ ج۱)

پھر اکابر واسلاف کے مکتوبات وملفوظات کی افادیت سے بھی ناواقف ہی انکار کرسکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ناظرین اس سے اختلاف کریں، مگر راقم کا تجربہ ہے کہ بعض مرتبہ انتھک محنت وتحقیق سے لکھے گئے مضامین وتصنیفات سے دل وہ تأثر نہیں لیتا جو اکابر کے مکتوبات کے مطالعہ سے پیدا ہوتا ہے۔

مکتوبات پر ایک نظر

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے گرامی ناموں نے اپنے مکتوب الیہم کے دلوں پر جو اثر ڈالا اور اکبری الحاد کے طوفان کو کس طرح تبدیل کیا، اس کا اندازہ ''تاریخ دعوت و عزیمت'' (حصہ۴) کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مجدد صاحب نے .....امرائے کبار اور ارکان سلطنت کو اپنا مخاطب بنایا، ان سے

مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور صفحۂ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے۔ یہ خطوط اپنے درد وا خلاص، جوش وتاثیر، زورِ قلم اور قوت انشاء کے لحاظ سے ان خطوط ومکاتیب کے مجموعہ میں جو دنیا کی کسی زبان میں اور کسی دینی اصلاح وتحریک کی تاریخ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں، خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اور سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد آج بھی ان میں اثر و دلاویزی پائی جاتی ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے مکتوب الیہم کے دلوں پر کیا اثر ڈالا ہوگا؟ حقیقت میں یہی خطوط مجدد صاحب کی دعوت وتبلیغ کے قاصد، ان کے زخمی دل کے صحیح ترجمان، ان کے قطرات اشک اور ان کے لختہائے جگر ہیں۔ اور دسویں صدی میں ہندستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا، اس میں ان کا بنیادی حصہ اور سب سے بڑا دخل ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص۳۰۳ ج۴)

حضرت مجدد کے علاوہ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کے مکتوبات ''مکتوبات سہ صدی'' بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور انہیں اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز حاصل ہیں۔ بقول حضرت مولانا علی میاں ندوی کہ:

''ہمارے محدود علم میں پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت مخدوم کے مکاتیب اور مکتوبات امام ربانی کی نظیر نظر نہیں آتی''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص۲۴۰ حصہ ۳)

اسلامی کتب خانہ میں خطوط کے مجموعوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہیں، جو بڑا تاریخی اور علمی مقام رکھتا ہے، ان میں خیر المجالس، سرور الصدور، انفاس رحیمیہ (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی)، مکتوبات شیخ عبد القدوس، مخدوم الملک بہاری، شاہ ولی اللہ، مرزا جان جانان وغیرہ بھی قابل مطالعہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ''کلماتِ طیبات'' حضرت سید احمد شہید کے ''مکاتیبِ

سید احمد شہیدؒ' مرزا جان جاناں کے'' مکاتیبِ مرزا مظہر' حضرت شاہ عبد الرزاق علوی کے'' مکتوباتِ عالیہ'' حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے'' مکتوباتِ امدادیہ اور'' مکتوباتِ ہدایت'' حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کے مکتوبات' حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے'' مکاتیبِ رشیدیہ'' حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ''تربیت السالک'' اور'' مکاتیبِ حکیم الامت بنام حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب'' حضرت شیخ الہند کے'' مکتوباتِ شیخ الہند'' وغیرہ بھی اس سلسلہ کے قیمتی ذخیرے ہیں۔

ماضی قریب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے'' مکتوباتِ شیخ الاسلام'' حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے'' مکاتیبِ طیب'' اور حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب کے'' ضیاء السالک'' میں بھی ناقابل فراموش علمی و مفید ذخیرہ ہیں۔

دعوت و تبلیغ میں منہمک حضرات کے لئے حضرت مولانا الیاس صاحب کے'' مکاتیبِ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب'' اور حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب کے مکتوبات (جو بہت کم تعداد میں شائع ہو سکے) یقیناً قیمتی تحفہ ہیں۔ جن میں انسانی نفسیات کی باریکیاں' دعوت و تبلیغ کے نکات' کام کے اہم اصول' طریقہ کار' دین کی محنت کے لئے ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنے والی ایسی طاقتور زبان استعمال کی گئی ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے مکتوبات کی کئی جلدیں'' مکتوباتِ محمد زکریا' مکتوباتِ شیخ الحدیث' مکاتیبِ شیخ الحدیث' مکتوباتِ مرشدی'' وغیرہ ناموں سے شائع ہو چکی ہیں۔ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے'' مکتوباتِ فقیہ الامت'' کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

اس وقت تو بعض اکابر کے وہ مکتوبات بھی شائع ہوئے جو خالص نجی مضامین پر مشتمل

ہیں، جن سے ناظرین کو بظاہر کوئی فائدہ نہیں، مگر ان حضرات اکابر کی نسبت کی برکت ہے کہ انہیں بھی دینی حلقوں میں قبولیت ملی۔

بعض اوقات مکتوبات کی اہمیت، سیرت وسوانح سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ خطوط ان کے دلی جذبات اور اصلی خیالات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ مجموعے ان کے صحیح حالات وخیالات اور ان کی دعوت وتحریک کے اصلی محرکات معلوم کرنے کا، ان کی سوانح وسیر کے مقابلہ میں زیادہ مستند ذریعہ سمجھے جاتے ہیں، اس لئے کہ سوانح اور سیرتیں دوسرے اشخاص کی مرتب کی ہوئی ہوتی ہیں، اور ان میں ان کے مصنفین کے ذوق ورجحان کا اچھا خاصا دخل ہوتا ہے، کم از کم ترجمانی اور استنباط تمام تر مصنفین کی طرف سے ہوتا ہے، اور اپنے ذوق اور رجحان سے بالکل آزاد اور مجرد ہوجانا نہایت مشکل بات ہے۔ اسلامی کتب خانہ میں خطوط کے مجموعوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، جو بڑی تاریخی اور علمی اہمیت رکھتا ہے۔ ہندوستان کے اسلامی دور نے اس کتب خانہ کو بڑے بڑے بیش قیمت عطیے پیش کئے ہیں''۔ (مکتوباتِ حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب ص۲)

مرغوب احمد لاجپوری

۲ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱ر مارچ ۲۰۰۷ء

بروز بدھ

مکتوب گرامی: حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ

بنام حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

کرم فرمائے محترم، برادر معظم

بعد سلام مسنون آنکہ:

آج آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کی یاد فرمائی اور محبت سے بہت خوشی ہوئی۔ حق تعالی آپ کو صحت وقوت عطا فرمائے اور دارین میں فائز المرام اور خوش رکھے۔ آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کو اپنے لئے ذخیرہ سمجھتا ہوں۔ حق تعالی آپ کی پرخلوص دعاؤں کو قبول فرمائے۔

میں ابھی دو تین روز ہوئے مسہلوں سے فارغ ہوا ہوں۔ تین مسہل ہوئے، اب حالت یہ ہے کہ پہلے سے بفضلہ تعالی افاقہ ہے، درد کی تکلیف اب نہیں ہے، لیکن ٹانگیں اور گھٹنیں ابھی تک بیکار ہو رہے ہیں، اس میں بھی فرق تو ضرور ہے۔ اب لاٹھی کے سہارے سے بہت آہستہ دو چار قدم اٹھالیتا ہوں۔ حق تعالی کے فضل سے امید ہے کہ چند روز میں چلنے پھرنے کے قابل ہوسکوں گا۔

آپ کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔

از محمد یحیٰ:

سلام مسنون بعد دعا کی درخواست معروض ہے۔

(مولانا) شبیر احمد عثمانی بقلم محمد یحی

از: دیوبند بیت الفضل

۲۵/ذی الحجہ ۶۳ھ

مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ
بنام حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

مؤرخہ: ۹/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۱۰/مئی ۱۹۳۷ء

کشمیری دروازہ دہلی

محبّ محترم مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب دام فیضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ایک ایسے بے مروت ناکارہ انسان کا خط ہے، جو دو ماہ تک آپ کے سایۂ عاطفت میں، آپ کی محبت اور مہربانیوں کا مورد رہ کر بھی ایک مہینہ کے طویل عرصہ کے بعد آپ کو خط لکھنے بیٹھا ہے، بہت ممکن ہے کہ آپ جوش غضب (جو بجا ہوگا) میں اسے پڑھنا بھی پسند نہ کریں، اور پڑھنے سے پہلے ہی چاک کر دیں، لیکن نہیں مجھے آپ کی بے حد مہربانی سے جو میرے اوپر مبذول فرماتے تھے اس کا خوف نہیں ہے۔

آپ اس خط کو پڑھیں گے، اور یہ پرچہ بھی آپ کے اس لطف وکرم سے محروم نہ رہے گا جس سے اس کا لکھنے والا ابھی تک مالا مال ہے۔

اچھا سنئے! واقعہ یہ ہے کہ آپ کی شب وروز کی مسافرنوازی اور محبت کا دل ودماغ پر ایسا گہرا نقش بیٹھا کہ ہر وقت وہی محبت اور پر لطف منظر پیش نظر رہا ہے، یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ آپ سے جدائی ہوگئی ہے، اور خط لکھنے کی حاجت ہے، یہ شاعری نہیں ہے بلکہ آپ کے کرم ولطف نے ازسرتاپا بلکہ رونگٹا رونگٹا رشتۂ احسان مندی میں باندھ لیا ہے، میں تو یوں حیران ہوں کہ جب میرے جیسے ناکارہ ناقابل التفات شخص کے ساتھ آپ نے یہ لطف اور حسن سلوک فرمایا تو مستحقینِ التفات کو کس قدر مورد افضال بے پایاں فرماتے

ہوں گے۔ بہرحال آپ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مکافات میں میری طرف سے کیا ہوسکتا ہے۔

از دست گدائے بے توانا ید ہیچ   جز آنکہ بصدق دل دعائے کند

اللہ تعالیٰ آپ کو بایں لطف وکرم تادیر اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور دینی ودنیوی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔ آپ کا مخلص شکر گزار

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مکتوب گرامی: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی رحمہ اللہ بنام حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

جناب مولانا مرغوب احمد صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آپ کے مرسلہ پیسے کی رقم موصول ہوئی، دونوں قربانی کردی گئیں۔ ایصال ثواب کردیا گیا ہے، اطلاعا عرض ہے۔

مولوی رفیع ومولوی محبوب الٰہی صاحب سلام فرماتے ہیں۔ خیریت سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ فقط والسلام

محمد شفیع

مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی

مکتوب گرامی: بنامِ محدث جلیل حضرت شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی رحمہ اللہ

مخدومی متعنا اللہ بحیاتہ

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ

الحمد للہ خادم بخیر ہے وخیریت مزاج وہاج آنمخدوم مدام مطلوب۔

سرفراز نامۂ نامی موصول ہوا، کوائف مندرجہ سے کما ینبغی آگاہ ہوا، قبل سرفراز نامہ وصول ہونے کے اس مسئلہ کی تحقیق علماء محققین سے دریافت کر چکا تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ بوقت فرصت لکھوالوں، مگر یہ خیال بوجہ چند در چند عوائقات کے معرض تعویق میں پڑا ہوا تھا کہ دفعۃً جناب کے سرفراز نامہ نے اس خیال کے انجام پر مجبور کردیا، لہذا یہ استفتاء ارسال خدمت ہے۔

شہر بھوپال کے حال کے واقعات کو قدمبوسی پر چھوڑتا ہوں۔

دیگر معروض یہ کہ حال میں مولوی محمد اسحاق صاحب کے ہاں نیلام کی مد میں یعنی نیلام کرنے کو ایک شخص دے گیا ہے، پرانہ ہے مگر عمدہ ہے، ایک دو جگہ پر اس میں باریک ٹکڑے سونے کے بھی لگے ہیں، اور پشت پر اکثر کام چاندی کا ہے، ایک ولایتی نے پانچ روپیہ قیمت لگائی ہے، مگر مالک دس روپیے کہتا ہے، مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بین بین پر فروخت ہوگا۔

ایک خاص گزارش یہ ہے کہ اگر مولوی اسحٰق صاحب کو یہ لکھ دیا جائے کہ موقع محل پر ایسی کوئی عمدہ چیز از قسم.....مل جاوے یا ان کی تلاش سے ہی میسر آجاوے تو آپ میرے لئے رکھ لیں، تو مولوی صاحب موصوف اس کا خیال رکھیں۔

اور یہ بیان مولوی صاحب کا ہے کہ اس کا آپ تک پہنچنا، اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا پلندہ اور پارسل کتابوں کا بھیجنا ہو اس میں .....تو بخوبی مضبوط لپٹ کر بھیج سکتے ہیں اور.....تو بر وقت ملنے کے لکڑی میں بھی میں لاسکتا ہوں' ورنہ بمقدار .....کے لانبا پارسل بنایا جاوے تو بخوبی بلا تکلف پہنچ سکتی ہے، اس کے سوا آسان ترکیب سمجھ میں نہیں آسکتی، تو اس نسخہ کے بارے میں آپ بہت جلد تحریر فرماویں اور میں اس عرصہ میں اور بھی تلاش کرتا ہوں۔

''ترجمان القرآن'' مولوی صاحب نے نو روپیہ میں دینے کو فرمایا ہے، مگر اس کا بوجہ ....اس پر..... ہے تو ساتھ لانے میں تنہا ہونے کی وجہ..... سیر کے قریب بوجہ..... ہے اگر کہیں وزن کیا گیا تو.....روپیہ لگ جائیں گے، اس واسطے مولوی اسحٰق صاحب نے ایک روپیہ میں آپ تک پہنچانے کا وعدہ کیا ہے تو مبلغ دس روپیہ ہوں گے تو وہ کتاب پہنچنے پر آپ ارسال فرمادیں، اگر ہفتہ عشرہ کے لئے آپ کا کبھی یا اس وقت بھوپال تشریف لانا ہو تو آپ عمدہ عمدہ کتابیں ملاحظہ فرماسکتے ہیں، یہ سرکاری کتب خانہ قابل دید ہے۔

زیادہ نیاز مولوی عبدالرحمٰن و نیز ان کے بھائی صاحبان سلام و نیاز عرض کرتے ہیں۔

''ملفوظات مخدوم جہاں نیاں جہاں گشت'' اردو..... قیمت ہے، ۸۷۲/صفحہ کی عمدہ کتاب ہے، امید ہے کہ کچھ قدرے قیمت اس سے بھی کہنے سننے سے کم ہو جائی گی۔ اصل کتاب فارسی ہے، وہ بے نظیر کتاب ہوگی، مگر نایاب ہے۔ ''قضاء الارب'' بھی آٹھ دس آنہ میں مل جائے گی، خیال ظاہر فرماویں۔ برادرم مولوی محمد صاحب کی خدمت میں سلام۔

جواب کا منتظر

مرغوب احمد عفی عنہ

گرامی نامہ: حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے نام

بقیۃ السلف حجۃ الخلف، سرگروہ ارباب دین، سر دفتر اہل یقین، مخدومنا ومخدوم علماء زماں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی متع المسلمین بوجودکم الشریف مدظلکم و دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مجلس کا ایک بےنوا فقیر، مرغوب احمد لاجپوری سورتی غفر اللہ لہ ولوالدیہ عاجزانہ دست بستہ عارض ہے کہ حامل عریضہ عزیزی مولوی عبدالحفیظ بن مولانا واستاذنا مولوی احمد میاں صاحب خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری خدمت والا میں حاضر ہے۔ فقیر کو خدمت والا میں حاضری کا اشتیاق تھا اور تمنا تھی کہ دست بوسی کے بعد عزیز موصوف کی تکالیف کا اظہار کرتا، لیکن حضور والا کو معلوم ہے کہ فقیر دائم المریض نحیف ضعیف اور تقریباً فریش رہتا ہے، اس لئے قدم بوسی سے محروم رہا، اور اپنی حاضری کے قائم مقام اس عریضہ کو یہ سمجھتے ہوئے پیش کر رہا ہے کہ بذات خود فقیر خدمت والا میں حاضر ہو کر عاجزانہ عرض معروض کر رہا ہے۔ عزیز موصوف بھی کئی مرتبہ حضور سے نیاز حاصل کر چکے ہیں اور اپنی پریشانی کا حال عرض کر چکے ہیں۔

اور حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مدظلہ سے بھی اپنے مقدمات میں امداد کے طالب ہوئے ہیں، اور حضرت مولانا موصوف نے کسٹوڈین کے محکمہ کے سوا دوسرے محکمہ میں مقدمہ چلنے پر متعلقہ حکام سے سفارش فرمانے کی امید دلائی ہے۔ اب عزیز کا مقدمہ کسٹوڈین نے خارج کر دیا ہے، اور ان کے قابل وکیل نے دہلی میں کسی دوسرے محکمہ میں مقدمہ پیش کر دیا ہے، اور اس جدید مقدمہ کی نوعیت رحم کی طلب ہے، اگر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب صحت یاب ہونے کے بعد جناب والا کے توجہ دلانے کے بعد گونہ سعی

فرماویں تو اللہ کی بے نیاز ذات سے قوی امید ہے کہ عیال دار عزیز مخدوم زادہ کی املاک کسٹوڈین کے پنجہ سے گذار ہو جائی گی' اور املاک نیلام ہونے سے رک جائیں گی' اور عزیز کو رہائشی مکان (جس کا کرایہ ادا کر رہے ہیں) اور زمین دس بیگہ مل جائے گی۔ حضور والا سے عاجزانہ درخواست ہے کہ فقیر کے مخدوم زادہ کو موجودہ مصائب سے چھڑانے کے لئے حضور والا مولانا حفظ الرحمٰن اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کو اس کام کے کرنے کی طرف والا نامجات سفارش تحریر فرما کر فقیر اور مخدوم زادہ پر احسان فرماویں۔ حضور کا ادنی اشارہ حضرات موصوفین کو اس کے کرنے پر ضرور آمدہ و مستعد فرماوے گا۔ اللہ نے آپ کی حسن توجہ سے صدہا ہزار مصیبت زدوں کو مصائب سے چھڑایا ہے' آپ ایسی بافیض بابرکت ہستی سے ہم خداموں کو بہت کچھ امیدیں ہیں۔

فقیر باوجود ضعیف و نحیف ہونے کے صرف عزیز موصوف کی خاطر خدمت اقدس میں حاضری کے لئے دہرہ دون اکسپریس میں ٹکٹ ریزو کرانے کی تاریخ مقرر کرا چکا تھا کہ دفعۃً یوٗپی میں موسم سرما کی بارش اور ''شملہ'' کے اطراف و جوانب میں برف باری کے حالات معلوم کر کے ہمت سفر کی نہیں رہی۔ اللہ جناب والا کو بایں ہمہ فیوض و برکات ظاہری و باطنی تا دیر عام مسلمانوں کے لئے اور خاص ہم متوسلین و خداموں کے سروں پر سلامت با برکت رکھے، آمین۔ اللہ تعالی محترمی مولانا اسعد صاحب کو جناب کا سچا خلف و جانشین فرماوے، آمین۔ موصوف کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

فقیر پا برکاب ہے، دعائے حسن خاتمہ وقت اخیر' اور مرتے دم تک اپنی مرضیات پر چلنے کی اللہ توفیق دے، یہ دعا فرماویں۔

مرغوب احمد لاجپوری' سورتی

۱۳/ جمادی الاولی ۷۶ھ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث مدرسہ عبد الرب دہلی) کے نام

از نیاز مند خادم قدیم: مرغوب احمد عفی عنہ

بشرف ملاحظہ گرامی حضرۃ الاستاذ مولانا محمد شفیع صاحب مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

خادم نہایت ضعف ونقاہت کی زندگی گذار رہا ہے، الحمد لله على كل حال

حامل عریضہ ہذا عزیزی مولوی عبد الحفیظ بن مولانا واستاذنا مولوی احمد میاں صاحب مرحوم بن حضرت زبدۃ العارفین حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری سورتی، خدمت والا میں حاضر ہو رہے ہیں۔ موصوف کے خاص کام کے لئے نیاز مند کا عزم صمیم تھا کہ حاضر ہو کر جناب کو تفصیلی واقعات سنا کر دعا کی درخواست کے ساتھ جناب والا کو اپنے ساتھ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مدظلہ کے پاس بطور سفارش لے جانے کی عاجزانہ درخواست کرتا، اور جناب والا کے ساتھ فقیر اور عزیز موصوف مجاہد ملت اور سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب والا سے عزیز کے کام کے لئے سفارش کراتا، لیکن دائم المریض فریش ہے، اور موسم سخت جاڑے کا ہے، گجرات کی دسمبر اور جنوری کی سردی میرے لئے ناقابل برداشت ہے، تو دہلی کی چلّے کی سردی کی برداشت کیسے کرسکتا ہے؟ اس لئے حاضری سے قاصر رہا، اور اس عریضہ کو اپنی حاضری کے قائم مقام سمجھتے ہوئے عارض ہے کہ جناب عزیز موصوف کی، جو فقیر کے مخدوم زادے ہیں، حقیقت حال سن کر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب سے ضرور سفارش کرے کہ عزیز کے حال پریشان پر توجہ فرما کر جس محکمہ میں ان کا مقدمہ ہے،

وہاں کے افسراں سے مل کر عزیز کا مکان رہائشی جس میں یہ فی الحال کرایہ سے رہتے ہیں' اور دس بیگہ زمین جو کسٹوڈین کے قبضہ میں ہے، گذار فرما کر عزیز عیال دار پر اور فقیر پر جوان کے بزرگوں کا پالا ہوا ہے' خاص احسان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور عندالناس مشکور ہوں۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ جناب والا عزیز کے ساتھ ٹیکسی میں ہر دو حضرات کے پاس (بشرط صحت) تشریف لے جا کر سفارش فرماویں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ حضرات آپ کی سعی سے ضرور اس کام کو کرنے میں دریغ نہ کرسکں گے۔ اللہ جناب کو بایں ہمہ فیوض و برکات تا دیر سلامت با برکت رکھے، آمین۔

مولوی محمد رفیع صاحب اور دیگر مدرسین کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

مرغوب احمد عفی عنہ

۱۳؍ جمادی الاولی ۷۶ھ

....

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے نام

یادگار سلف خادم ملک وملت سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب، امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے

فقیر مرغوب احمد نحیف' ضعیف اپنے عزیز مولوی عبدالحفیظ بن حضرۃ الاستاذ مولانا احمد میاں صاحب خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری سورتی کے ہمراہ خدمت والا میں حاضری کا مصمم قصد رکھتا تھا، لیکن بدن میں خون نہیں، دل و دماغ میں طاقت نہیں، ضعف اعصاب نے ناکارہ کر رکھا ہے، پھر دہلی کا سرد موسم' چلے کا جاڑا' ان

اسباب نے سفر کی ہمت توڑ دی اور یہ عریضہ خدمت والا میں یہ سمجھتے ہوئے پیش کر رہا ہوں کہ خدمت والا میں بذات خود حاضر ہوکر عزیز کے مصائب دور کرنے کی طرف جناب کی توجہ مبذول کر رہا ہوں۔

مرغوب احمد عفی عنہ

۱۳/ جمادی الاولی ۷۶ھ

....

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از نیاز مند خادم: مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ ولمشائخہ الکرام

بخدمت مخدومی ومخدوم علماء زماں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب متع المسلمین بطول حیاتکم الطیبہ۔

فقیر نحیف وضعیف دور افتادہ از بزرگاں بفضل خدا و ببرکت دعائے آنمخدوم زندگی کے بقیہ سانس پورے کر رہا ہے، اور حضور کی طول حیات کے لئے بارگاہ ایزدی سے دعا کی درخواست ہے۔

جناب مولانا محفوظ علی صاحب سفیر مدرسہ فیض ہدایت مؤرخہ: ۴/ جولائی کو لاجپور تشریف لائے، ملاقات سے دل بہت خوش ہوا، حضور کے حالات معلوم ہونے سے مجلس خیر و برکت کی گویا شرکت نصیب ہوگئی، اللہ حضور کے ظل عافیت کو بایں ہمہ فیوض ظاہری و باطنی مستفدین کے سروں پر مع صحت و عافیت سلامت با کرامت رکھے ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حامل عریضہ ہذا جناب قاری سلیمان نولکھی صاحب بغرض زیارت ودست بوسی جناب والا حاضر ہورہے ہیں، موصوف حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ العالی سے بیعت ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ اور آنجناب کی زیارت سے مشرف ہونے کے ارادہ سے اپنے صاحبزادہ عبدالحق کو (جو لاہور میں کسی کالج میں تعلیم پا رہا ہے) ساتھ لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ کی محبت اور حاضری سے عبدالحق کو دینی ذوق وشوق پیدا ہو اور اس کی زندگی دین کے کاموں میں گذارے۔

دیگر فقیر کے مخلص حاجی محمد موسی موتی والے' اور جناب حاجی ہاشم صاحب' اور عزیزی مولوی عبدالحفیظ صوفی کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ ان صاحبوں کی پریشانیوں اور مشکلات کو آسان فرماوے، اور ان کے رزق میں اور سلسلہ تجارت میں برکت دے۔ اور عزیزی مولوی عبدالحفیظ صوفی جو پاکستان ٹھہر گئے ہیں اور ان کا رہائشی مکان نیلام ہوا چاہتا ہے، دعا فرماویں کہ نیلام ہونے سے بچ جائے' اور اگر نیلام ہی ہو تو ارزاں قیمت پر عزیز کی عیال دار کو مل جائے۔ عزیز حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ کے پوتے ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ توجہ فرما کر عزیز کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں، یہ عزیز فقیر کے استاذ زادے ہیں۔ جناب مولانا عبدالحنان صاحب' جناب مولانا سید محفوظ علی صاحب' جناب متولی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب' جناب راؤ فضل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون دعا کے لئے درخواست ہے۔ والسلام مع الاحترام

خادم: مرغوب احمد عفی عنہ

لاجپور ضلع سورت

۷رمحرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق: ۴راگست ۱۹۵۸ء، بروز یکشنبہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے نام صاحبزادے کے نکاح پڑھانے کی دعوت

از: لاجپور، مرغوب احمد

مخدومی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیر و عافیت طرفین مطلوب۔ امید مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

باعث تکلیف اینکہ آج کئی ماہ سے صاحب فراش ہوں، نقل وحرکت سے عاجز ہو چکا ہوں، زبان وقلم سے محتاج ہوں، مذکور عریضہ دوسرے کے ہاتھ لکھا جارہا ہے، امید کہ توجہ فرما کر مشکور فرمایا جاؤں گا۔

یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت والا راندیر وغیرہ سالانہ اجلاس میں تشریف لا رہے ہیں، اھلا وسھلا و مرحبا۔

احقر متمنی ہے کہ کچھ وقت عنایت فرماتے ہوئے عزیزم بھائی میاں سلمہ کا نکاح' تبرکا آپ ہی پڑھادیں۔ انشاء اللہ آپ کی دعاء وبرکت سے اولاد کی زندگی تادم حیات کامیاب گذرے گی۔ ساتھ ہی ساتھ اہل قریہ کو بھی حصول برکت کا موقع نصیب ہوگا۔ میرے لئے زیادہ خوش نصیبی ہوگی کہ آپ تشریف لائیں اور آپ کی تشریف آوری میرے لئے باعث برکت ثابت ہوگی، امید کہ توجہ فرما کر مشکور فرمائیں گے ع

گر قبول افتدز ہے عزوشرف

والسلام۔ لاجپور آمد ورفت کا انتظام انشاء اللہ مکمل رکھا جائے گا، آمد ورفت میں کوئی تکلیف انشاء اللہ نہ ہوگی۔

مرغوب احمد لاجپوری

گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد یوسف دیوان صاحب رحمہ اللہ

سوانح لکھنے کے اصول

از: دور افتادہ دوستاں

بندہ: مرغوب احمد

بخدمت مخدومی و معظمی جناب محسن وکرم گستر مولانا محمد یوسف صاحب زادمجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

پس از سلام مسنون دوستانہ وعقیدت نیازمندانہ کے واضحائے اقدس ہو کہ ایک طویل عرصہ کی خاموشی اور بے توجہی اور دور دست ملکوں کے طویل سفر کے بعد شدید انتظار کے مصائب برداشت کرنے کے بعد مایوسی کی حالت میں: ۱۵؍ربیع الثانی کو ایک مسودہ بک پوسٹ پلندہ کی شکل میں وصول ہوا۔

آپ کی تحریر کا عنوان دیکھ کر تعجب کے ساتھ بے حد خوشی ہوئی۔ پلندہ کھولا، مضمون مافیہ سے آگاہ ہونے سے پہلے مکتوب گرامی کی تلاش میں اوراق کو بار بار الٹ پھیر کرتا رہا، لیکن کوئی مکتوب مستقل دستیاب نہ ہوا، بالآخر بعد تجسس بلیغ اخیر اوراق میں مکتوب گرامی مرقوم نظر آیا۔ مطالعہ سے جی خوش ہوا کہ آپ نے ضروری ضروری مختصر مضامین کو قلم بند کرلیا۔

آپ نے مجھ ناکارہ کے پاس بغرض اصلاح روانہ فرمایا، بجائے لفظ ''اصلاح'' کے ''مشورہ'' پڑھتا ہوں۔

بہر حال آپ کے حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھ کر بغور دیکھنے کے لئے کوئی فرصت کا اچھا وقت کارہائے ضروری سے فراغت کا ڈھونڈتا رہا، اسی تلاش میں دس روز گذرے، بالآخر کل بروز پنجشنبہ بعد ظہر دیگر ضروری امور کو چھوڑ کر اسی کے مطالعہ میں رہا۔ دو تین جلسوں

میں آج جمعہ کے بعد: ۳؍ بجے ختم کیا۔

آپ کے مسودہ کے متعلق دو تین باتیں قابل ذکر ذہن میں ہیں، جسے مختلف نمبروں میں بالترتیب عرض کرتا ہوں، اگر پسند ہو فبہا' ورنہ''' کالائے بد بریش خاوند'' پر عمل کیجئے۔ وہو ھذا:

(۱)......سوانحات میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا کتابی شکل میں مستقل طور پر سوانح عمری لکھی جانے کے وقت درج ہونا مناسب ہے، جس میں طوالت اور تفصیل محمود اور مطلوب ہے، بعض بہت غیر ضروری باتیں کتاب کے ہمراہ مناسب نہیں۔

مصنف کتاب کے حالات بہت مختصر کتاب کے شروع میں ہونا مفید ہے، لہذا میری رائے یہ ہے کہ اس کا انتخاب کیجئے ،اور غیر ضروری امور کو حذف کیجئے ،اور بہت ضروری بصیرت افروز حالات درج کیجئے۔

اور دیگر حالات کو مع شئی زائد علیحدہ کتابی شکل میں طبع کرائیں، لیکن اس کام میں بہت کچھ دیگر احباب کے امداد و مواد و حالات معلومہ کے جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام ایک شخص کا نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر واقعات' واردات و حالات و کرامات و کمالات ایجاد کر کے قلمبند کر لے۔

(۲)......سوانح نگاروں کے فرائض ضروریہ اور وظائف منصبیہ میں سے یہ امر ہے کہ واقعات و حالات محققہ جمع کریں۔ رطب و یابس اور غیر محقق اور بے سند باتیں جمع نہ کریں، واقعات صحیحہ صادقہ جمع کئے جائیں' ورنہ واقعات غیر صحیحہ سے حقیقتِ واقعیہ پر پردہ پڑ جاتا ہے' اور صحیح واقعات بھی غیر صحیح کے ساتھ پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں، جس سے مخالفوں کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے' اور موافقین کو خاموش رہنا پڑتا ہے۔

(۳)......معروض سابق کی بنا پر آپ نے عمر کے حساب میں عجیب استدلال سے کام لیا ہے، ہر استدلال صرف عمر زیادہ ثابت کرنے کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ کہاں بوڑھان کا واقعہ اور کہاں نواب صاحب کے سنوات حکومت؟ ان استدلال کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جبکہ حضرت قدس سرہ کے زمانہ طفولیت وشباب کے رفقاء ابتک حیات ہیں۔ پانچ غایت دس سال کے فرق میں مولانا میاں اور موسی بھانا بھائی بقید حیات ہیں۔ پھر حضرت استاذ المرحوم (مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ) نے تحقیق کے بعد حضرت قدس سرہ کے سن ولادت کو قلمبند کر دیا ہے، جس کو آپ نے بھی کئی بار ملاحظہ فرمایا، پھر خواہ مخواہ اپنے قلم سے ایک غلط واقعہ کو دلیل سے ثابت کرنے کی کونسی ضرورت ہے؟ مرحوم بریاوا حافظ صاحب' بارہ گاؤں والے' اسحاق جی بریاوا موسی بھانا بھائی' مولانا میاں' قاضی رحمت اللہ مانکپور ٹکولی والے' مرحوم اسماعیل یعقوب عابد کی بڑھیا وغیرہ سے جو بات ثابت ہوئی، ساتھ ہی حضرت استاذ مرحوم کی تحریر سے جو بات و اندازہ معلوم ہوا' وہ یہ ہے کہ حضرت قدس سرہ کا سن شریف نوے اور پچانوے کے درمیان ہے۔

مہربان من! انسان کی سب سے بڑی اولاد سے بھی عمر کا پتہ تقریبا لگ جاتا ہے۔ آپ نے حضرت قدس سرہ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ: ابتدائے عمر میں حضرت کا عقد ہو گیا تھا۔ اب دیکھئے! بڑی اولاد میں بڑے ماموں صاحب' ماشاء اللہ سلامت ہیں' جو ستر برس کے سن میں ہیں، تو کیا ان کی پیدائش کے وقت میں حضرت کی عمر پچاس سے زائد تھی؟ حالانکہ سب سے پہلی اولاد ہے۔

(۴)......حضرت قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کے نسب کی مجھے مطلق تحقیق نہیں، لہذا نہ ''اقرار می کنم ونہ انکار می کنم'' آپ کو اس کی تحقیق ہوگی۔

آپ نے حضرت قدس سرہ کے والد ماجد کا نام ''یعقوب'' لکھا ہے۔ اور نانا کا نام بھی ''یعقوب'' لکھا ہے۔ پھر آپ نے لکھا کہ: پھر کٹھور سے لاجپور آئے، تو لاجپور میں مرحوم ''یعقوب'' کا سلسلہ ظاہر کرنا زیادہ مفید تھا، اور اگر جو ''یعقوب'' لاجپور آئے وہی حضرت کے دادا ہوں تو پھر نانا و دادا ہر دو کو ایک سمجھنا کیسے صحیح ہوگا؟ لہذا دو ''یعقوب'' ضرور ماننے ہوں گے۔ بہر حال نہ میں کچھ سمجھ سکا' اور نہ ناظرین کچھ سمجھ سکیں گے، بلکہ غلطی سے ہر دو ''یعقوب'' ایک ہی سمجھ میں آئیں گے، تو حافظ احمد آمنہ ہر دو بہن' بھائی سمجھے جائیں گے۔ بہر حال غور کیجئے۔

(۵)...... جہاں تک مجھے تحقیق ہوا وہ یہ ہے کہ کھجور کاٹنے والوں میں حضرت قدس سرہ شامل ہی نہ تھے۔ میں نے جن صاحب سے تحقیق کی تھی وہ اس وقت حیات نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ سے میں نے خود ہی آپ کی شرکت یا غیر شرکت کے متعلق دریافت کیا تھا، مگر حضرت نے کچھ جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔

(۶)...... آپ کے والد صاحب مرحوم کا نام آپ نے ''یوسف شاہ'' لکھا ہے، چونکہ کتاب مطبوع ہوکر موافق ومخالف' خاص وعام کے ہاتھوں میں پہنچے گی، موافق اور معتقد تو خوش ہوگا، لیکن مخالف مضحکہ اڑائے گا۔ میں نے اس لفظ پر لکیر پھیر دی ہے۔ رکھنا نہ رکھنا آپ کی مصلحت پر ہے۔

یہ چند باتیں ذہن میں تھیں' جسے مختصر طور پر عرض کر دیا گیا۔

(۷)...... اس مسودہ کو آپ مبیضہ فرمالیں' تو یہ دوبارہ میرے پاس بھیج دیں تاکہ ضروری حالات جمع کرنے میں مجھے مدد ملے۔

(۸)...... اسمائے تاریخ میں سے آسان نام ''اشارت العارفین'' سمجھ میں آتا ہے۔ میرے

خیال میں ''معارف صوفیہ، المعروف بہ اشارۃ العارفین'' تجویز فرمائیے۔

آپ کاٹھیاواڑ تشریف لے گئے اسی اثناء میں، میں نے ایک عریضہ آپ کے گرامی نامہ کا جواب ارسال خدمت کیا تھا، معلوم نہیں ہوا کہ وہ عریضہ آپ کے ملاحظہ عالی سے گذرا یا نہیں؟ آپ نے اس کے متعلق کچھ لکھا نہیں، امید تو ہے کہ مل گیا ہوگا۔ بہرحال اپنے نیاز مندوں میں محسوب فرماتے رہیں۔

(۹)...... پندرہ کی صبح کو یہاں سے جناب مولوی محمد صدیق صاحب بڑودوی و برادر یوسف ابراہیم صاحب کو جہاز پر روانہ کرنے کے بعد کوئی: ۹/ بجے یہ مسودہ ملا، یوسف سے ملاقات ہوئی ہوگی۔ اگر حاضر ہوں تو سلام فرماویں۔

(۱۰)...... حضرت استاذ مرحوم کے تلامذہ کے اسماء اگر مناسب سمجھیں تو جہاں تین نام گنائے ہیں، وہاں اوروں کے بھی گنا دیجئے۔

دیگر حالات بخیر ہیں۔ امید کہ مجھ ایسے ناکارہ نیاز مند کو وقت بے وقت اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ والسلام

مرغوب احمد

۲۵/ ربیع الثانی

یوم جمعہ

....

مکتوبات: بنام حضرت مولانا سید عبدالحئی صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

خسر محترم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

مسجد کے مفاد کے لئے اپنا مفاد قربان کرنے کا خوگر ہوگیا ہوں

جسم رنگون میں ہے، لیکن روح لاجپور میں ہے

از: مرغوب احمد

۱۷ر فروری، یوم شنبہ

کرم گستر وعنایت فرمائے من جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب زاد کرمکم و

اوصلکم الی اللہ ما یتمنا کم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین کی طلب کے بعد واضحائے گرامی ہو کہ آپ کو نوساری اسٹیشن پر الوداع کہنے کے بعد رنگون کی روانگی کا تہیہ ہر وقت رہا، لیکن بعض قوی ممانعت کے حائل ہوتے رہنے سے روانگی میں تاخیر ہوئی، یہاں تک کہ نومبر کے وسط میں جناب فتح محمد صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر اخبارات میں معلوم ہوئی، مجھے امید ہوگئی کہ نیٹال کے سفر کا یہ موقع عمدہ ہے، اگر چہ رنگون کے لئے پابرکاب تھا، آپ کے آنے تک سفر ملتوی کرکے آپ کو: ۲۴ر نومبر چند احباب کے مشورہ کے بعد تار دیا اور تار سے ہی جواب طلب کیا تھا، انتظار ہی میں تھا کہ: ۲۹ر نومبر کو سورت میں جناب مولوی عبدالرحیم سے سید باپو میاں صاحب کے فرزند کی شادی کی تقریب کے موقع پر ملاقات ہوئی، تو معلوم ہوا کہ آپ اب تک کام پر نہیں ہیں، یہ سن کر اور تکلیف ہوئی، میں نے تار کا واقعہ ان سے بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھے مولوی صاحب کی بیکاری کا علم ہوتا تو میں ہرگز اس تحریک وتکلیف دہی پر اقدام نہ

کرتا۔ بہرحال جو وقت گذرتا تھا وہ صرف نفی یا اثبات کے جواب کے انتظار میں گذرتا تھا۔ آپ کا جواب ملا نہیں۔ اب میری حالت نہایت ایچ پیچ اور لیت ولعل میں رہی۔ تار دے کر اور مصیبت اپنے سر خرید لی۔ خدا خدا کر کے: ۲۲ر ستمبر کو آپ کا ایک مکتوب رنگون سے واپس لوٹتا ہوا لاجپور پہنچا، جس میں آپ کے حالات' ماجرا کی تفصیل تھی، دوسرے روز: ۲۹ر نومبر کا مرقومہ گرامی نامہ: ۲۳ر کو وصول ہوا، جو میرے تار کے جواب میں تھا۔ حالات مندرجہ سے آگاہ ہوا، پریشانی سے اور پریشان ہوا۔ ایک تو آپ کی بیکاری' دوسرے ایک غم خوار اور ہمدرد کی جدائی' سفر کا معاملہ۔ ان جملہ امور پر نظر پڑی تو میرا قلب آپ کی موجودہ پریشانی سے بہت متأثر ہوا، بجز دعا اور مجلس احباب میں حسرت وافسوس کے اظہار کے اور کیا کر سکتا تھا، اس گرامی نامہ سے یہ بھی امید بندھی کہ آپ کے ویزے نیو کاسٹل روانہ ہوں گے، اب آپ کو فوراً جواب لکھوں یا رنگون پہنچ کر؟ اس تردد میں سفر کی تیاری میں رہا، بالآخر خدا خدا کر کے: ۷ر جنوری کو یکا یک تیار ہو کر روانہ ہو گیا، اور کلکتہ میں چار روز قیام کرتا ہوا ۱۷ر جنوری جمعہ کی صبح بعافیت تمام رنگون پہنچا۔ ہر روز آپ بلا ناغہ یاد آتے تھے، تفصیل خط لکھنے کے لئے فرصت کے مواقع کے لئے متلاشی تھا۔ رنگون پہنچتے ہی سالانہ امتحان کے اہتمام میں لگا رہا۔ ۲۸ر جنوری کو امتحان سے فراغت ہوئی، یکم فروری سے رمضان المبارک شروع ہوا، روزہ' تراویح اور نیند یہ تین ضروری مشاغل ہیں۔ اس اثناء میں آپ کا تیسرا مکتوب سامی مرقومہ: ۱۰ر جنوری لاجپور کے پتہ سے مکان پہنچا' اور گھر سے یہاں: ۱۰ر فروری کو وصول ہوا، آپ کے سابقہ ولاحقہ حالات کا علم ہوا، آپ کا دل ایسے ہی اچاٹ تھا کہ لخت جگر فاطمہ کی علالت کا حال معلوم ہونے سے آپ کی پریشانی میں اور اضافہ ہوا۔ خدا آپ کی طبیعت کو سنبھالے اور تقویت بخشے۔ رہا سردی کا معاملہ تو خدا تعالیٰ نے وہاں کی

آپ وہوا کے لئے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ خدا آپ کی حفاظت کرے اور جب تک سفر میں رہنا مقدر ہے عافیت سے گذارے اور بعافیت تمام واپس پہنچاوے۔

مولوی عبدالرحیم، ومولوی عبدالکریم ہر دو صاحبان فاطمہ بی بی کی دوادوش وعلاج معالجہ میں بہت دوڑ دھوپ اور اہتمام کررہے ہیں، اللہ عافیت نصیب کرے اور آپ کی پریشانیوں کو دور فرماوے، اور بقیہ زندگی راحت واطمینان میں اپنی مرضیات میں گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا احمد بزرگ صاحب: ۲۰؍جنوری کو رنگون وارد ہوئے ہیں۔ مدرسہ کی امداد کے لئے چندہ ہورہا ہے، گیارہ ہزار روپیہ ہوگیا ہے، اور بھی تین چار ہزار کی امید ہے۔

ہندوستان کے دیگر شہروں کے مدارس کے مہتممین کی اب کے سال مجموعی تعداد قریب ۲۵؍کے ہیں، جملہ علماء ومہتممین پورے رمضان شریف ای، سی، مدھا کے مہمان ہیں۔ ان حضرات کی مہمانی کے لئے ایک منتظم کے حوالہ میں ہزار، پندرہ سو روپیہ صرف مہمانی میں خرچ ہوگا۔ خدا تعالی قبول فرمائے۔

مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری بھی یہاں ہیں۔ غرض اہل علم کا مجمع رہتا ہے، پر لطف صحبتیں اور دلچسپ علمی مجلسیں رہتی ہیں۔ رمضان بھر یہی چہل پہل رہے گی، اور بعد رمضان سب روانہ ہوجائیں گے۔ روزانہ باری باری سے سورتی مسجد میں ایک عالم کا وعظ ہوتا ہے۔ یہ تو بیان کی حالت ہے۔

رہی میری ذاتی حالت تو صحیح طور پر میرا دل بھی اب سفر میں لگتا نہیں، بیکاری کی وجہ سے یہاں آنا پڑتا ہے، ورنہ وطن میں رہنے کو جی خوش ہے۔ دیکھئے! خدا کو کب تک یہاں رکھنا منظور ہے؟ بہرحال یہاں وقت اچھا گذر رہا ہے، کوئی تکلیف نہیں، کوئی مشکل کام سپرد نہیں

ہے، بے فکری ہے، آزادی ، وراحت ہے، مختصر سی عزت واحباب میں محبت بھی ہے۔سب کچھ ہے، لیکن اگر نہیں ہے تو وطن کی خوش عیشی نہیں ہے۔ جسم رنگون میں ہے، لیکن روح لاجپور میں ہے۔

اور سب سے بڑا تعلق مسجد کے بقیہ کام کی ادھیڑ پن کا ہے، کس طور پر بقیہ کام ختم ہو؟ یہ ایک سوال ہے۔ کبھی نیٹال جانے کا ارادہ کرتا ہوں، کہیں مجھے ڈربن بلانے اس کی سفارش کراتا ہو، تو کبھی گارڈی کے کان تک یہ آواز پہنچاتا ہوں، یہ ساری دوڑ دھوپ، سب کے سب اسی سوال کے جواب کی کوششیں ہیں، ورنہ مولانا! اپنے مفاد کے لئے نیٹال و ٹرانسوال سے رنگون ہی کا قیام اچھا ہے، مگر ہمیشہ مسجد کے مفاد کے لئے اپنا مفاد قربان کرنے کا خوگر ہو گیا ہوں، اس لئے ٹرانسوال کا ارادہ کرتا ہوں، مگر میری بدقسمتی سے کوئی کامیابی کی شکل نظر نہیں آتی، اللہ کا ارادہ غالب ہے۔

دیگر نواب صاحب سچین کے چھوٹے بھائی عبدالکریم خاں بیرسٹریٹ لا، جو ایک عرصہ سے بہار کی ریاست میں جنرل سکرٹری تھے، ۱۳؍جنوری کو کلکتہ میں انتقال کر گئے، میں نے یہاں سے ایک تارِ تعزیت کا نواب صاحب کو روانہ کیا تھا، اطلاعاً عرض ہے۔ والسلام

یہاں جملہ احباب مولوی ابراہیم، فضل اللہ، عبدالحیٔ، رحیم اللہ وغیرہ سب خیریت سے ہیں، والسلام۔

میں نے آپ کی تحریر کے موافق آپ کے مکان کے لئے مولوی محمد یوسف صاحب کو خط لکھ دیا ہے، دیکھئے! کیا جواب دیتے ہیں۔

مرغوب احمد

۳۶/۳۳۸ مغل اسٹریٹ، رنگون

مجمع احباب میں طبیعت خوش رہتی ہے

از بندہ مرغوب احمد عفی عنہ

۱۵/اگست ۳۵ء

محترم ومکرم جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب زادمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بندہ بعافیت ہے، وجناب کی عافیت کا خواہاں۔

عین انتظاری میں آج کی ڈاک سے گرامی نامہ نے شرف صدور فرمایا' شاد فرمایا ع

اے وقت تو خوش کن کہ وقت ما خوش کردہ

آپ کی صحت اور عافیت خدا کے فضل سے اب بھی قابل شکر ہے۔ خدا آپ کو اور مجھ سیہ کار کو اپنی یاد کی توفیق دے۔

انشاء اللہ فرصت سے حاضر ہو جاؤں گا۔ ملاقات کا اشتیاق ہمیشہ رہتا ہے، چونکہ افتاد طبع یار باش واقع ہوئی ہے، اس لئے مجمع احباب میں طبیعت خوش رہتی ہے۔ انشاء اللہ جلد ملاقات ہوں گی۔ گھر میں بچی رابعہ وام رابعہ بخیر ہیں۔ والسلام

فقط مرغوب احمد عفی عنہ

....

فتوی لکھنے میں مشقت ومحنت

اردو تحریر میں تکلیف ہوتی ہے

رنگون کی تجارت کا حال

از نیاز مند محبان بندہ مرغوب احمد عفی عنہ

۳۳۸؍مغل اسٹریٹ، رنگون

بحترم مکرم عنایت فرمائے من جناب مولوی عبدالحئی صاحب زادمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ بعافیت' وعافیت طرفین مطلوب۔

آج رنگون پہنچے ہوئے مجھے دو ماہ ہوگئے ہیں، الحمدللہ کہ بعض معمولی وجزوی شکایتوں کہ جو انسان کو کہولت کے زمانہ میں عموماً کم وبیش لاحق رہتی ہیں، اس عرصہ میں کوئی قابل اعتناء شکایت میں ابتلاء نہیں ہوا، **فالحمد للہ علی ذلک**۔

اس اثناء میں کوئی عریضہ اپنی عافیت کا آپ کو نہ لکھ سکا، جس کا یقیناً آپ کو ملال ہوگا، مجھے خود بھی اس کوتاہی کا احساس کے ساتھ اعتراف ہے، امید کہ بندہ کی موجودہ مصروفیت و مشغولیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے درگذر فرمائیں گے۔

محترم من! آپ کو معلوم ہے کہ یہ نحیف بہت طویل زمانے سے ضعف ودماغ وتبخیر معدہ کی شکایتوں میں مبتلا ہے، جس سے اکثر اوقات دماغ ماؤف رہتا تھا، اب قسمت نے جس سلسلہ میں جکڑ دیا ہے، اس میں دماغی محنت بہت زیادہ ہے، بعض مسائل میں گھنٹوں نہایت انہماک وغور وتدبر کے ساتھ دماغ سوزی کرنی پڑتی ہے، اور مختلف اور متعدد کتابوں

کی ورق گردانی کے بعد کوئی معقول بات قابل جواب سمجھ میں آتی ہے۔ آپ کو ان باتوں کا کافی تجربہ ہے کہ ان مشاغل میں کس قدر دماغ پر شدید بار پڑتا ہے' اور کام سے فراغت کے بعد گھنٹوں دماغ کسی معقول و مشکل کام میں لگنے سے عاجز و ناکارہ رہتا ہے۔ خدا معاون و مددگار رہے، وہی اس مشکل کو آسان کرے گا۔

لکھنے میں ہاتھ بھی بہت عرصہ سے کم چلتا ہے، خاص کر اردو لکھنے میں گونہ دقت محسوس کرتا ہوں، بہت جلد ہاتھ تھک جاتا ہے۔ اس دو ماہ کے عرصہ میں صرف ایک عریضہ اردو میں جناب مولوی محمد یوسف صاحب کو لکھ سکا ہوں، اور آج یہ دوسرا عریضہ آپ کو لکھ رہا ہوں۔ جن احباب سے ہمیشہ رسل رسائل اردو میں رہتا ہے ان کو گجراتی لکھنے میں کچھ حظ نہیں آتا' اور اردو لکھنے میں گونہ تکلیف مزید ہے، ان وجوہات کی بنا پر جناب ایسے محترم کرم فرما کو عریضہ نہ لکھ سکا۔

محترم یوسف پٹیل نے آپ کی ملاقات و عریضہ کے انتظار کا حال لکھا تھا، اس کے بعد کئی روز سے وقت فرصت کی تلاش میں تھا، آج خدا نے وقت میسر کیا ہے کہ آپ کو اپنی عافیت و مجبوری لکھ کر اپنی ندامت کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ امید کہ آپ کی طبیعت اچھی ہوگی، خدا عافیت سے رکھے۔

رنگون کی تجارت کساد بازاری دن بدن زیادہ ہو رہی ہے، عموماً بارش میں تجارت ماند رہتی ہے۔ اب کے مسلسل قریب تین ماہ سے بارش ہو رہی ہے' اس عرصہ میں بارش کا سلسلہ کبھی رکا نہیں، بیرونی جنگلات کے گاہک بوجہ خرابی راہ بہت کم آسکتے ہیں، دن بدن بیکاری اور بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ دوسرے مقامات میں اتنے حاجت مند اتنے بیکار اتنے روزگار کے متلاشی نظر نہیں آتے' جس قدر یہاں نظر آرہے

ہیں۔ تجارتی لائن کی ملازمت‘ مسجد کی ملازمت‘ مدرسہ کی ملازمت‘ اسکول و کالج کی ملازمت کے سینکڑوں متلاشی بہت بری حالت میں بیکار پھر رہے ہیں۔ دال گلی میں دس دس‘ پندرہ روپے کی ملازمت میں بعض بعض اچھے پڑھے لکھے پڑے ہوئے ہیں، ایسی حالت کہیں نظر آتی، پانچ پانچ روپے کے ایک دو ٹیوشنوں پر سند یافتہ مولوی پڑے ہوئے اپنا وقت گذار رہے ہیں۔

مولوی عبدالحفیظ سلمہ کے لئے اب تک کوئی سلسلہ ملازمت کا نہ ہوسکا۔ مہینہ بھر کے بعد بیس روپے کی ایک جگہ ملنے کی امید ہے، اس جگہ پر دس دس روپیہ میں کام کرنے والے موجود ہیں، یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ پروم میں سورتی مسجد میں امام کی جگہ خالی ہے‘ تو میں نے جناب مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے وہاں کے متولی سے گفت شنید کی، جواب میں لکھا کہ ہم کو مولوی‘ حافظ کی ضرورت ہے، میں نے لکھا کہ حافظ نہیں ہے۔ اس جگہ کے لئے غالباً درجن آدمی مہینوں سے کوشش میں ہیں۔

جناب مولانا احمد اشرف صاحب نے بھی کسی قاری کے لئے سفارشی خط پروم و رنگون لکھا تھا، معلوم نہیں کیا جواب دیا گیا۔ غرض حالت بہت ردی ہے، خدا رحم کرے۔ رنگون بوجہ روزگاری شہر ہونے کے بہت ہی کثرت سے متلاشی روزگار لوگ یہاں جمع رہتے ہیں۔

دیگر مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھوپالی کا خط پڑھ کر افسوس ہوا کہ ان کے خسر حافظ کریم بخش صاحب‘ جو رضوانی جہاز میں آپ کے‘ ہمارے ساتھ تھے، ان کا اوائل ربیع الاول میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا، اللہ بخشے۔ ۲۶/حج مسلسل ادا کئے ہیں۔ مرحوم کو حیدرآباد سے ۳۰/روپیہ کا وظیفہ ملتا تھا، اس سے مولوی صاحب کو بہت کچھ سہارا تھا، اب وہ بند ہوگیا، اس لئے بہت پریشان ہیں۔ لکھتے ہیں کہ مجھے کسی جگہ پر جلد بلالو‘ بہت تکلیف میں ہوں۔ اب

یہاں کی حالت آپ کو اوپر لکھ چکا ہوں' کیا کروں؟ مولوی عبدالحفیظ صاحب کی بیکاری کا افسوس تھا ہی' اب کیا' کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ ان سب کو پریشانیوں سے نکالے آمین۔

میری طرف سے برادر مولوی سید عبدالکریم صاحب کو بعد سلام مسنون یہ خط پڑھوا دیجئے، خدا بہتر کرے۔

دیگر محبوں میں برادر سید عبدالرشید صاحب و جناب حاجی احمد صاحب و جناب بدر الدین صاحب و گھر میں و حلیمہ بی وغیرہ کو سلام و دعا۔

مولوی سید محمد ہاشم خیرگامی کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن سے یہ خبر سنکر افسوس ہوا کہ ہاشم بھائی کے بہنوئی' عائشہ بی بی کے شوہر اسماعیل کا ٹرانسوال میں انتقال ہوگیا، اللہ غریق رحمت کرے۔ خیرگام جانا ہو تو میری طرف سے تعزیت کیجئے، والسلام

۲۲/ جمادی الاولی ۵۵ھ ۱۱/ اگست ۳۶ء

....

ایک حادثہ یعنی چوری کا واقعہ

اہل حاجت کی امداد کرانے میں' میں اپنا پورا اثر کام میں لاتا ہوں

محترم و مکرم ذوالمجد والکرم جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب مہربان بندہ زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

پس از سلام مسنون و اشتیاق ملاقات بندہ ہر طرح بفضل خدا عافیت سے ہے۔ آپ کی و دیگر متعلقین کی عافیت کا خواہاں۔

عرصہ ہوا جناب کے گرامی نامہ نے مسرور و مغموم فرمایا تھا۔ آپ کی عافیت وصحت معلوم کر کے مسرت ہوئی تھی' اور نتیجۂ مقدمہ سے رنج و ملال و غم و قلق حاصل ہوا تھا۔

کیا لکھوں کہ جواب میں اس قدر تاخیر کیوں واقع ہوئی؟ بار بار جی چاہتا تھا کہ نہ صرف زبانی ہمدردی پر اکتفا کروں، بلکہ عملی ہمدردی اور موجودہ تکلیف میں گونہ مالی امداد و اعانت سے پیش آؤں، ہر چند چاہا کہ کچھ ضروری مصارف سے پس انداز کر کے ارسال خدمت کر سکوں، لیکن آپ یقین مانئے کہ نامساعت وقت و دیگر مختلف افکار و تردد اور زیر باری نے کوئی بہتر موقع نصیب نہ ہونے دیا۔

امروز' فردا کے خیال میں تھا کہ ایک آپ کی مصیبت کی طرح مجھے بھی ناگہانی صدمہ پیش آ گیا۔ تفصیل طویل ہے، مختصر یہ کہ چندروز ہوئے دفعۃً میرا ایک سو روپیہ چوری ہو گیا، ہر چند تدبیریں کی گئیں کہ چور کا سراغ لگ جائے، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بادل ناخواستہ صبر کرنا پڑا۔ یہ واقعہ صرف آپ کی اطلاع کے لئے لکھا ہے کسی ایک شخص کو بھی اور آپ کے مکان میں کسی کو اطلاع دینے کی آپ کو اجازت نہیں' ورنہ بات پھیل کر میرے متعلقین کی پریشانی کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالی آپ کو اور مجھ کو اپنی موجودہ مصیبت میں صبر کے ساتھ بہتر بدلہ نصیب کرے، آمین۔ آپ حضرات نے اپیل کا رادہ کیا تھا' معلوم نہیں مرافعہ کیا یا نہیں؟ اور اگر کیا گیا تو کیا نتیجہ ظاہر ہوا؟ تحریر فرما کر آگاہ فرمائیں۔

جناب منشی فقیر محمد صاحب کے ہر دو خطوط بندہ نے جناب سیٹھ اسماعیل آبوت صاحب کو پہنچا کر ضروری امداد کے لئے تحریک بھی کر دی گئی تھی، لیکن کئی مجلسوں میں وہ یہی جواب دیتے رہے کہ گجرات کے متعلق بلیشور امدادی رقوم بھیج دی جاتی ہے، وہاں کوشش کر کے کچھ حاصل کی جائے، یہاں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

مہربان من! دن بدن یہاں بھی غرباء و مساکین و اہل حاجت و مختلف اداروں کے اہل چندہ لوگوں کا اس قدر ہجوم بڑھ گیا ہے کہ دینے والوں کا ناک میں دم آ گیا ہے، اس لئے

بہت زیادہ کہہ سنکر اور روز دے کر مروت میں ڈالنا بھی ایک مشکل و بیجا امر ہے ۔ ان وجوہات کی بنا پر دو تین مرتبہ کہنے سننے کے بعد خاموش ہوگیا۔ ورنہ میری حالت سے آپ واقف ہیں کہ اہل حاجت کی امداد کرانے میں' میں اپنا پورا اثر کام میں لاتا ہوں ۔ گاہے کامیابی و گاہے ناکامیابی ہوتی ہے، لیکن انہیں لوگوں سے بہت کچھ امداد ہو جاتی ہے، اس معاملہ میں احمد آبوت صاحب کو بھی امداد پر متوجہ کیا تھا، لیکن کامیابی معلوم ۔

دیگر ٹرانسوال میں اہل لاجپور ایک اچھے مدرسہ کی کوشش میں مصروف ہیں، اس کا علم جناب کو ہوا ہوگا، اللہ کو جب کبھی منظور ہوگا اور ہم آپ وقت پر زندہ رہے تو انشاء اللہ ساتھ مل کر کام کریں گے ۔

سردست بندہ گھر میں سے اہلیہ کو بعد عید رنگون بلانا چاہتا ہے، اگر کوئی مانع قوی پیش نہ آیا تو عید کے بعد بلوالوں گا، آگے امر الٰہی کے تابع ہوں ۔

دیگر حالات بخیر ہیں، امید کہ آپ بھی مع الخیر ہوں گے ۔ دعا کرتا ہوں و دعا کا طالب ہوں ۔ دیگر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند و حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیت' جناب حاجی داؤد صاحب کے مہمان ہو کر موصوف کے بچوں کی تقریب شادی کی شرکت کی غرض سے انشاء اللہ یکم فروری کو رنگون پہنچیں گے، اطلاعا عرض ہے ۔ امید کہ اپنی و متعلقین و دیگر احباب کی عافیت و دیگر حالات ضروریہ سے آگاہ فرما کر رفع انتظار فرمائیں گے ۔

جناب مولوی سید عبدالکریم صاحب' و جناب سید عبدالرشید صاحب' و جناب حاجی احمد صاحب' و محمد حاجی صاحب و دیگر پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے، فقط والسلام ۔ راقم نیاز مند: مرغوب احمد عفی عنہ

مفتی کفایت اللہ صاحب ومولانا احمد سعید صاحب کے پچاس بیانات

محترم ومکرم جناب مولوی سید عبدالحیٔ صاحب زادمجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

پس از سلام مسنون واضح رائے گرامی ہو کہ بندہ مع متلقین بخیر ہے وآپ جملہ احباب کی خیریت کا خواہاں۔قبل ازیں گرامی نامہ نے مشرف فرما کر مسرور وخرسند فرمایا تھا۔ مقدمہ کے تفصیلی حالات کا علم ہوا، واپسی جرمانہ سے خوشی ہوئی، اللہ نے اپنے فضل وکرم سے آپ احباب کی آبرو وحیثیت کو محفوظ و مامون رکھا، فالحمد لله على ذلك ۔اللہ دیگر مقدموں میں بھی آپ کو کامیاب فرمائے' اور آپ حضرات کی سعی کو مشکور کرے' اور جن تین اسامیوں پر جرمانہ باقی رہ گیا ہے اور جس کے باب میں آپ کوشاں ہیں کہ یہ لڑکے بھی بری ہوجائیں گے' خدا ایسا ہی کرے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ومولانا احمد سعید صاحب کی دو ماہ موجودگی میں مصروفیت بہت زیادہ رہی، اس لئے عدیم الفرصتی کو آپ کے جواب لکھنے میں زیادہ تاخیر ہوئی، امید کہ درگذر فرمائیں گے۔

گھر میں سے بچے بخریت تمام: ۱۵ رمحرم کو رنگون پہنچے، اب بفضلہٖ تعالیٰ مع الخیر ہیں۔ دعا ہے وآپ بھی دعا کریں کہ خدا سفر میں' اس ضعیفی میں مع الخیر رکھے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ مہینے دو مہینے کے لئے وطن آکر اعزاء واحباب کی ملاقات کروں' اور پھر بچوں کو ہمراہ لے کر رنگون آجاؤں، لیکن تبخیر دماغ وضعف قوی جسمانیہ سے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔اب مجھ سے سفر میں جہاز میں' وریل میں چڑھنے' اترنے ودوڑ دھوپ کی تکلیف کی بالکل برداشت نہیں، اس لئے گویا مجبور تھا۔ خدا اپنے حفظ وامان اور اپنی مرضیات میں

رکھے، اور بہت جلد آپ مخلص ومہربان دوستوں کی ملاقات سے شاد کرے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ومولانا احمد سعید صاحب کی موجودگی میں بڑی چہل پہل رہی۔ مواعظ حسنہ کے بڑے بڑے شاندار جلسے ہوئے۔ کم وبیش ہر دو حضرات کی رنگون، مولمین، پروم، ومانڈلہ وغیرہ مقامات میں پچاس تقریریں ہوئی۔ نہایت عزت سے رہے اور بعافیت، عزت سے: ۲/اپریل کو دہلی روانہ ہوئے۔

آجکل رنگون میں گرمی اپنے شباب پر ہے۔ امید کہ آپ مع متعلقین وجملہ احباب مع الخیر ہوں گے۔ خدا آپ کو اپنی حفظ وامان ومرضیات پر قائم رکھے۔

جناب محمد حاجی یعقوب صاحب کی صاحبزادی، اہلیہ محترمہ جناب مولوی عبد الرحیم صاحب کے انتقال کا افسوس ہے۔ اللہ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور پس مندگاں کو صبر جمیل عطا ہو۔ دیگر جناب الحاج سید شمس الدین صاحب کو میری طرف سے حج مبرور پر مبارک باد کے بعد ''سفینة النجات'' کی اردو وگجراتی حروف میں اشاعت کی اجازت کی اطلاع دیں۔ امید کہ آپ اپنی عافیت سے وقتاً فوقتاً شاد فرماتے رہیں گے۔ گھر میں سے خدیجہ، آپ کے گھر میں کریمہ خالہ کو سلام وعزیزہ حلیمہ کو پیار کہتی ہیں۔

جناب مولوی سید عبد الکریم صاحب، وجناب سید عبد الرشید صاحب، وبھائی منشی بدر الدین، وجناب حاجی احمد ومحمد صاحبان، وحاجی ابراہیم بھیات صاحب کو حج مقبول کی مبارک باد کے بعد سلام کہدیں، والسلام۔

جناب مولانا محمد یوسف صاحب کی آخری تحریر جو جناب نے مجھے بھیجی تھی، اس کا صحیح مفہوم میری ودیگر احباب کی سمجھ میں صحیح طور پر نہیں آیا، امید کہ تشریح وتوضیح فرما کر مطمئن فرمائیں، فقط

مرغوب احمد عفی عنہ

محترم ومکرم جناب مولوی صاحب زادمجدہ

بندہ بعافیت ہے اور عافیت مزاج گرامی خواہاں۔

آپ کا گرامی نامہ مرقومہ: ۲۵ر ستمبر، ۲ر اکتوبر کو موصول ہوا۔ قبل ازیں: ۲۵ر ستمبر کو چار بجے شام آپ کا تار موصول ہوا تھا۔ تار دوسرے روز ٹرسٹیان نور الاسلام کو بھیج دیا گیا تھا، اور خط کل: ۵ر اکتوبر کو ٹرسٹی کو دیا اور تحریر کا ضروری مضمون زبانی کہہ دیا گیا۔ بعد ضروری گفتگو اور خط کے مضمون سے پوری آگاہی کے بعد ٹرسٹیوں کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ آپ مولوی صاحب کو لکھیں کہ: ۳۰ر اکتوبر رنگون پہنچ جائیں اور اس اثناء میں اپنے ضروری کاموں سے فارغ ہولیں، فقط۔

لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ: ۲۴ر اکتوبر کو سورت سے روانہ ہوکر: ۲۶ر پنجشنبہ کو کلکتہ پہنچیں، اور: ۲۷ر جمعہ کو جہاز سے روانہ ہوکر: ۳۰ر یوم شنبہ کی صبح رنگون پہنچیں، اور یکم نومبر چہارشنبہ سے اپنے کام کا چارج لے لیں۔ اس صورت میں دو روز آپ کو رنگون میں راحت لینے کے لئے بھی مل جائیں گے۔ یہ عریضہ آپ کو انشاء اللہ: ۱۳ر کو موصول ہوجائے گا۔ اس کے بعد آپ کو دس، گیارہ روز کی مہلت مل جاتی ہے، اس اثناء میں اپنے ضروری کاموں سے اور امتحان کے نقشے وغیرہ تیار کرکے فارغ ہولیں۔ میں آپ کو تار دیتا، لیکن تار سے تفصیل معلوم نہ ہوتی، اس لئے بے سود سمجھ کر یہی عریضہ لکھا گیا۔

جناب محمد حاجی کل یہاں سے کلکتہ روانہ ہوگئے ہوں گے، اگر کلکتہ میں تین روز قیام کریں تو آپ سے نوساری میں ملاقات ہوجائے گی۔ دیگر حالات بخیر ہیں۔ اگر موقع ہوتو روانگی سے قبل لاجپور ہوآیئے۔ مولانا محمد یوسف صاحب، اور حکیم ضامین حسین صاحب، وبرادر عبدالرشید وغیرہ کو سلام کہیں۔ والسلام مع الاکرام۔

مرغوب احمد سورتی

شر اعداء سے حفاظت کے لئے مجرب دعا

’’حسبنا اللہ و نعم الوکیل‘‘ کا وظیفہ تو آپ کا جاری ہی ہوگا

فتنہ وفساد کی جو عادتیں پڑی ہیں مشکل سے آدمی کا پیچھا چھوڑتی ہیں

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ بعافیت ہے اور عافیت جناب سامی خواہاں۔

مکتوب گرامی عین انتظار کی حالت میں موصول ہوا۔ تفصیلی حالات و واقعات نے ایک ہی گھر میں شادی وغمی کی دو مجلسیں ایک ہی وقت میں قائم کردیں، یعنی قلب حزین بزم نشاط ومجلس عزا کا نشیمن بنا ہوا تھا۔

آپ کی عافیت وخوشنودی مزاج‘ وہمت‘ وتگ ودو‘ وقانونی چارہ جوئی‘ وآئینی موشگافی وغیرہ دیکھ کر دل مسرور ہوا کہ اس پیرانہ سالی ولاغر بدنی کے ساتھ اس قدر سخت کام آپ کر لیتے ہیں۔ اور رنج وقلق ودردوغم اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک ظالم ناخدا ترس‘ دین و دیانت ومروت ویگانگت وتعلقات دیرینہ سب کو یک لخت بالائے طاق رکھ کر ظلم وزیادتی پر کمر باندھے ہوئے جا وبیجا الزامات‘ ناکردہ گناہ‘ لوگوں کی ایک خاصی جماعت پر لگا کر بلا وجہ مالی زیرباری وکوفت جسمانی میں پھانس رہا ہے۔ خدا ہر ظالم کے شر وفتنہ وفساد وشماتت اعداء سے مامون ومصئون رکھے، آمین۔

عشا کے بعد ’’حسبنا اللہ ونعم الوکیل‘‘ پانچ سو مرتبہ کا وظیفہ تو آپ کا جاری ہی ہوگا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے فضل عمیم سے آپ کو و دیگر مبتلائے مصیبت کو اس ناگہانی

افتاد سے جلد خلاصی بخشے۔

شر اعداء سے سے محفوظ رہنے کے لئے دعا ماثورہ میں ذیل کی دعا بہت مجرب وزود تاثیر ہے،اس کا وقتاً فوقتاً باوضو وبلاوضو ورد رکھیں، خدا شر اعداء سے محفوظ رکھے گا: ’’اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذ بک من شرورھم‘‘۔

جناب حاجی محمد صاحب کو آپ کا گرامی نامہ پہنچا دیا، موصوف سے ملاقات ہوئی‘ طبیعت اچھی ہے۔آپ کو موصوف نے جواب لکھا ہوگا۔

میری طرف سے جملہ احباب و پرسان حال وگھر میں سلام ودعا کہیں۔

بندہ بھی ضعف دل ودماغ کی دائمی ولازمی تکلیف کے ساتھ اپنا وقت بصد پریشانی پورا کررہا ہے۔

زیادہ کیا لکھوں‘ دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔خدا آپ کو اپنے مخلصین بندوں میں بنا کر اپنی حفظ وامان میں رکھے، آمین۔

لاجپور کے حالات آپ کے گوش گذار ہوتے رہتے ہوں گے۔فتنہ وفساد کی جو عادتیں طبیعت ثانیہ بن گئی ہوں وہ مشکل سے آدمی کا پیچھا چھوڑتی ہیں۔ میں نے بھی آئندہ کے لئے لاجپور کی مسجد کے انتظامی و جماعتی انتظامات میں دخل دینے سے احتراز کرلیا ہے، اطلاعاً عرض ہے۔فقط والسلام

راقم بندہ

مرغوب احمد عفی عنہ

۸؍رجب ۵٦ھ

....

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا اپنے مخلص وگہرے رفیق مولانا محمد یوسف صاحب دیوان رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت نامہ

رنگون

۲۴؍شعبان ۵۶ھ مطابق ۲۹؍اکتوبر ۳۷ء

جناب مولوی صاحب محترم مکرم زادکرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ دل فگارودل ریش زندہ ہے' اور آپ مخلص مہربان' شفیق کی خیریت چاہتا ہے۔

قبل ازیں آپ کے تفصیلی گرامی نامہ نے مشرف فرمایا' اور کاشف احوال مندرجہ ہوا تھا۔ مرحوم بھائی مولانا محمد یوسف صاحب کی شدید علالت کو دیکھتے ہوئے آپ نے مرحوم کی ازدیاد زندگی کے لئے جو الفاظ قلمبند فرمائے تھے اس کو پڑھ کر' اور مولانا مرحوم کی شدید علالت کا حال دیگر احباب کے خطوط سے معلوم کر کے قلب پر اسی وقت سے یک گونہ وحشت وتردد پیدا ہوگیا تھا۔ بار بار مرحوم بھائی کی صحت کاملہ وشفاء عاجلہ کے لئے بارگاہ الٰہی میں ملتجی رہتا تھا، اسی حیص وبیص میں تھا' اور والہانہ اشتیاق مرحوم کی صحت کی خبر معلوم کرنے کا شدید منتظر تھا' کہ دفعۃً: ۱۴؍شعبان' روز چہارشنبہ' قبل مغرب ایئرمیل سے مرحوم بھائی کے صاحبزادے سعید احمد سلمہ ربہ کا خط موصول ہوا' پڑھ کر مرحوم کی رحلت کا حادثۂ فاجعہ معلوم کر کے طبیعت بے قابو ہوگئی، فرط غم سے سکتہ کا سا حال ہوگیا، اس وقت میں بالکل تنہائی میں تھا' کوئی شخص پاس نہ تھا' اندیشہ پیدا ہوگیا کہ تنہائی میں میری حالت متغیر نہ ہوجائے، احباب وشناساں صاحبوں کے مجمع کی تلاش میں اپنے کمرہ سے باہر نکل گیا' دل کو مضبوط کیا' رنج وافسوس کو ظاہر کیا' تو قلب کی گرانی ودماغ کا بار کچھ کم ہوا۔ آج دس روز

ہو گئے، ہر وقت مرحوم کی شکل سامنے رہتی ہے، اور ہر آن غم تازہ ہوتا رہتا ہے۔

مرحوم بھائی سے چالیس سالہ تعلقات، یگانگی ونشست و برخاست، وہم لقمہ، وہم کلامی، وہم مجلسی، وراز و نیاز، وصلاح ومشورہ، کبھی نرمی، کبھی الجھنا وغصہ کرنا، پھر پانچ منٹ کے بعد ہنسنا، بولنا، یہ جملہ تعلقات بھلانے سے بھی نہیں بھلائے جاتے۔

حضرت استاذ مرحوم کے بعد ایسا شدید صدمہ میرے قلب حزیں پر کم آیا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں، مرحوم کی یاد سے دل پاش، پاش ہو رہا ہے۔ خدا غریق رحمت کرے اور مرحوم کو اپنی خاص نوازشوں سے نوازے۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے رفیق، ہمدرد، وغمگسار، وصلاح کار، مخلص دوست تھے۔ آہ چل دیئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لاجپور میری نظروں میں ویران ہو گیا۔ آپ نوساری میں ہیں، لاجپور میں میرا ہمدم، مونس، غمگسار کوئی دوست نہ رہا۔

دیکھئے! آپ ایسے شفیق محبوں سے کب نیاز حاصل ہوتا ہے۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے مامون ومحفوظ رکھے، آمین۔ زیادہ کیا لکھوں، دوستوں کی عنایت وحسن توجہ کا ہر وقت محتاج ہوں۔

میری طرف سے جناب سید مولوی عبد الکریم صاحب و جناب عبد الرشید صاحب وغیرہ احباب کی خدمت میں بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔

حامل عریضہ جناب ابراہیم بھیات صاحب سے اس طرف کے ضروری حالات سے اطلاع ہوگی۔ والسلام

راقم دل ریش ودل فگار، دور افتادہ

مرغوب احمد عفی عنہ

مولانا سید عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ- والد ماجد حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ- کے نام

سادات کی خدمت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں

از: مرغوب احمد

۱۴؍رمضان المبارک

محترم ومکرم مولوی سید عبدالکریم صاحب زاد کرمہ ومحترم برادر منشی بدرالدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب۔ گرامی نامہ باعث مسرت ہوا۔

کل خدیجہ آپا نے آپ کا ہدیہ پہنچایا اور آپ صاحبوں کی خیریت پہنچائی، خوشی ہوئی۔ آپ حضرات خوش ہوں گے، خدا خوش رکھے۔

دیگر جناب محترم سید حافظ نذیر احمد صاحب آپ محبوں کے پاس تشریف لے جارہے ہیں۔ آپ محبوب سے مل کر سملک ڈابھیل تشریف لے جائیں گے۔ ان کے خاندان سے مجھے دلی محبت ہے، اور ان کی اور ان کی والدہ محترمہ کی جو کچھ خدمت ہوسکے اس کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ ہم' آپ سب وسائل ہیں' دینے والا کارساز حقیقی وہی ہے، وہی مسبب الاسباب ہے، فقط۔

دیگر..... بھائی کل مجھ سے کہتے تھے کہ چھوٹا گانچی پونے چودہ روپے میں جواری مانگتا ہے، تم مولوی صاحب کو لکھ کر جواب منگوالو تو میں بیچ دوں۔ بڑے بڑے جواری دھول ہورہی ہے۔ اس وقت گاؤں میں چھوٹک چودہ روپے میں لوگ بیچ رہے ہیں، گھانچی ایک

ہی وقت میں دس پندرہ من خریدنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے پونے چودہ میں ایک اور نے دی ہے۔ اب آپ کا جیسا ارادہ ہو' جواب لکھیں، میں خود بھی اپنے ہاں چودہ میں چھوٹک میں بیچ رہا ہوں، لیکن پندرہ من کا گاہک ہے، اس لئے میرا ارادہ ہے کہ ایک ہی وقت میں آپ کی جواری اور میری جواری ملا کر پونے چودہ میں پندرہ من دے دوں۔ آپ کے جواب کا انتظار ہے۔

برادر منشی بدرالدین اور برادر عبدالرشید صاحب اور حاجی عبدالحمید صاحب کو سلام۔

والسلام۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب سلام کہتے ہیں۔

مرغوب احمد عفی عنہ لاجپوری

ضلع سورت

جناب حاجی محمد صاحب کو سلام مسنون وتعزیت مسنون عرض ہے۔ اور جناب حاجی احمد صاحب کو سلام مسنون عرض ہے۔ اگر..... نوساری آئے تو اس کی امداد کرنا حرام سمجھنا، اشارہ کافی ہے۔

....

مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نام

آپ کی صحت وزندگی مسلمانان گجرات کے لئے بہت قیمتی ہے

بخدمت شریف جناب مولانا مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

گرامی نامہ باعث مسرت ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ۔

آپ کی دعا کا محتاج ہوں۔ اللہ آپ کو تندرست رکھے۔ آپ کی صحت وزندگی مسلمانانِ گجرات کے لئے بہت قیمتی ہے۔ اللہ آپ کو عوارض جسمانی سے محفوظ رکھے' اور عمر اور فیوض میں برکت دے، آمین۔

مجھے بوجہ ضعف ونقاہت مرض میں افاقہ بہت آہستہ ہورہا ہے۔ اللہ کامل صحت عطا فرماوے۔ مسجد کی حاضری اور مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہوگیا ہوں، اللہ قوت دے، آمین۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

حضرات علماء کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد التماس دعا عرض ہے، والسلام۔

مرغوب احمد

بقلم بھائی میاں

۲۲؍رجب ۷۷ ۱۳ھ

مطابق ۱۲؍فروری ۱۹۵۸

بروز چہارشنبہ

....

آپ پر کیا گیا مقدمہ کا تذکرہ

از: دعا گو مرغوب احمد عفی عنہ

از: لاجپور

۶ ؍محرم ۲۷ھ شنبہ

جامع الفضائل حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب دامت برکاتکم وعمت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب۔

۱۳؍ذیقعدہ کے بعد سے فقیر ایک سخت آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہے، ع

آنچہ ما من کردزن آشنا کرد

والی اللہ المشتکی ،صبر جمیل۔

آپ کی طرف کے حالات سن سن کر دل بہت مکدر و متفکر ہے، اللہ تعالی ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے۔ دل آپ کی ملاقات کو بہت چاہتا ہے، لیکن ضعف ونقاہت کے ساتھ تفکرات نے دل ودماغ پر بہت کافی شر و غلبہ پالیا ہے، اللہ تعالی اس دار المحن سے وقت پر با ایمان اٹھاوے، آمین۔

ایک مسماۃ شریفہ بی بی کا انتقال ہوا، یہ مسماۃ: ۳۵؍سال سے بیوہ تھی' کچھ مال نہیں چھوڑا، لیکن مرحومہ کی بہن یٰسین بی بی جو حیات ہے' وہ مالدار ہے، یٰسین بی بی نے بہت بڑی رقم میرے پاس امانت رکھ چھوڑی ہے، اس امانت کی رقم کا جب حال صاحب غرض لوگوں کو معلوم ہوا تو مجھ سے جماعت کے لوگوں نے یہ رقم اپنے قبضہ میں لینی چاہی، میں نے دینے سے انکار کیا، تو فوجدار کو لے آئے، فوجدار سمجھدار شخص ہے، وہ اصل معاملہ سمجھ گیا'

تو ایسا کرنے والوں پر ناراض ہوا، جب یہاں بھی مخالفین نے منہ کی کھائی تو شریفہ مرحومہ کی سوتیلی لڑکی خدیجہ کو بطور وارث کے کھڑا کیا اور اس کی درخواست پر سرکار نے وہ بڑی امانت میرے پاس سے لے کر اپنی حفاظت میں رکھی، اب مقدمہ چل رہا ہے، ۶/اکتوبر کو پیشی ہے، جس موقعہ پر حسب ذیل سوال کا آپ کا جواب گجراتی میں عدالت میں پیش کرنا ہوگا، آپ سوال و جواب گجراتی میں صاف واضح خط میں لکھ کر بھیج دیں۔ آپ جامعہ کے مطبوعہ کاغذ پر اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ صاف گجراتی حروف میں دو نقلیں بھیج کر مجھے ممنون فرماویں، ایک نقل عدالت میں پیش کرنی ہوگی اور ایک وکیل بحث کے موقع پر اپنے پاس رکھ کر گفتگو کرے گا، اس لئے دو نقلیں مرحمت فرماویں۔ آئندہ جمعہ تک میں مجھے مل جانی چاہئے۔

دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔ اللہ تعالی آپ کی ہماری پریشانیوں کو دور فرماوے آمین۔ حضرات اساتذہ کرام کی خدمت میں سلام مسنون۔

اگر آپ کو اپنے معاملہ میں فقیر سے کچھ صلاح ومشورہ کرنے کی ضرورت ہو تو آپ مجھے بلوا لیجئے، والسلام۔

حضرت مولانا علی محمد صاحب کی خدمت میں سلام۔ ۶/اکتوبر تک زندگی کی امید کم ہے، اللہ تعالی دنیا سے با ایمان اٹھاوے، دمتم سالمین۔

مرغوب احمد عفی عنہ

۲۷/ستمبر، شنبہ

....

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے نام

ڈابھیل کے اہتمام کا دور عارضی تھا جو پورا ہوا

بخدمت محترم ومکرم جناب مولانا سید عبدالرحیم صاحب دام حبکم۔

عافیت طرفین مطلوب۔ امید کہ عزیزہ رقیہ کی علالت دور ہوگئی ہوگی، خدا صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، اور آپ محترموں کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے، آمین۔ دیگر آپ محبوں کی طرف سے تعزیت نامے موصول ہوئے، ہمدردی کا شکریہ۔ ہم پانچ' بھائی بہنوں میں اب میں ماتم کرنے کے لئے اور اعزہ کا غم کھانے کے لئے اکیلا رہ گیا ہوں۔

ضعف ونقاہت حد درجہ ہے، دیکھئے کب تک زندہ ہوں۔ خدا نیکی کے ساتھ اپنی رضامندی کے کاموں میں رکھے اور وقت مقررہ پر دنیا سے باایمان اٹھائے۔ اللھم قونی

دیگر آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ڈابھیل جامعہ میں ہم مہتمموں کا تعلق تین ماہ کے لئے عارضی تھا، یہ عبوری دور: ۷/ مارچ کو ختم ہوگیا، اس کے بعد مولوی محمد ایکھلوایا صاحب مہتمم نے اہتمام سے استعفاء دے دیا اور افریقہ چلے گئے، جامعہ کی ٹرسٹیز بورڈ کی: ۱۶/اپریل کی میٹنگ میں یہ استعفاء منظور ہوگیا، اس لئے مہتمم اور صدر مہتمم کا تعلق جامعہ سے: ۱۶/اپریل کے بعد سے موقوف ہوگیا، جس کی اطلاع فقیر کو: ۲۱/اپریل کو دی گئی، اطلاعاً عرض ہے۔

دیگر ہمشیرہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے مسجد میں چند قرآن شریف وقف کرنے ہیں۔ عزیز بھائی میاں' مولوی سید عبدالحئی صاحب کے پاس سے تاج آفس بمبئی کے تین قرآن مجید لے آئے تھے۔ چار قرآن مجید اور بھی عبدالجبار کے ساتھ بھیجے تھے، سب کی قیمت ارسال ہے۔ دعائے خیر کرتا ہوں، آپ بھی مبارک ایام میں دعا سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام

مرغوب احمد عفی عنہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے نام

اس مرتبہ رنگون کی آب وہوا ناموافق رہی

بسم الله الرحمن الرحيم

از دعا گو: مرغوب احمد عفی عنہ

عزیز محترم جناب مولوی سید عبدالرحیم صاحب شفاکم اللہ وعافاکم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

محبت نامہ موصول شدہ باعث سرور ہوا۔آپ کی ناسازی طبع کا حال آپ کے چچا صاحب سے معلوم ہوا تھا۔

اللہ تعالی کے فضل سے بندہ بھی مجملاً اچھا ہے،اور درجہ تفصیل میں بعض جزوی شکایتوں میں مبتلا ہے۔اب کے رنگون کی آب وہوا اکثر اوقات ناموافق رہی، جس سے کچھ نہ کچھ شکایتیں: ریاحی، دماغی، برابر لگی رہیں۔اللہ تعالی شافی مطلق ہے۔

آپ اعزہ واحباب کی ملاقات کے ارادہ سے راندیر کا قصد تھا،لیکن سردست طبیعت میں زیادہ ہمت نہ پائی ، انشاءاللہ اور کسی وقت میں اللہ نے چاہا تو جلد ملاقات کا موقع نصیب ہوگا۔

اللہ تعالی آپ کو صحت کلی وشفائے عاجل وعلم نافع عطا فرمائے۔آپ کے محبت نامہ نے مجھے بہت مسرور کیا۔اللہ تعالی آپ کو مسرت وشادمانی نصیب کرے۔

احباب وحضرات اہل علم سے ملاقات ہو اور یاد رہے، سلام فرمادیں۔انشاءاللہ جلسہ ڈابھیل میں حاضری کا قصد ہے، والسلام۔

مرغوب احمد عفی عنہ

حضرت مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی رحمہ اللہ کے نام

اس گاؤں کا بھلا نہیں ہوگا۔ مقدمہ کرنے والے پر حضرت کی بددعا

محترم المقام جناب مولانا حکیم سلیمان صاحب مدت فیوضکم

عرصہ سے نیاز حاصل نہ ہوا، کچھ روز سے معلوم ہوا تھا کہ مزاج گرامی کچھ ناساز ہے، دعا کی تھی اور کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ ایسے حق پرست و حامی حق کو اس بدنصیب قوم کی اصلاح و گوش مالی کے لئے تادیر سلامت رکھے۔

مولانا! اس گاؤں بھلا نہیں ہوگا۔ مولانا لیاقت علی صاحب رحمہ اللہ کی بددعا کا اثر اب تک باقی ہے۔ ۸۲/ برس ہوگئے ہیں، اب تک بعض مکان کے تالے کھلے نہیں' اور اس کے رہنے والے بری موت مرے ہیں۔

مار آستین بن کر دوستی کے لباس میں اس فقیر کو مارا ہے۔ خدا ایسا بدلہ دنیا میں بھی دے گا' دے گا' اور انشاء اللہ ضرور دے گا۔ دل زخمی ہے۔ پرسوں دوشنبہ کو مقدمہ ہے، دعا کیجئے، اس ناگہانی آفت سے اپنے حبیب و مقبولان بارگاہ کے طفیل اس ضعیف کمزور کو چھڑائے' اور جس کی امانت میرے پاس تھی اسے واپس مل جائے، آمین۔

ایک مسماۃ کو بھیج رہا ہوں، اگر فی الحال مل جائے تو بسا غنیمت، ایک من گیہوں دلا دیجئے' اور اگر فوری انتظام نہ ہو سکے تو ایک من کے دام رکھ لیجئے' اور باقی دو روپیہ واپس فرمائیے۔ مبلغ: ۱۵/ روپیہ بھیجتا ہوں۔

عزیز محترم مولوی عبدالحئی صاحب کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔ ہر حال دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔ مرغوب احمد عفی عنہ

۱۳/ محرم ۷۲ھ، ۴/ اکتوبر ۵۲ء/ شنبہ

حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کے نام

مدرسہ اشرفیہ میں ختم بخاری کے موقع پر حضرت کی صحت کے لئے دعا

شرف الاماثل ومجد الافاضل حضرت مولانا احمد اشرف صاحب وبرادران

اللہ آپ کے شرف وفضل وکمال میں وحسنات میں برکت دے، اور آپ کے حسنات کو قبول فرمائیں۔ جناب مولانا عبد القدوس صاحب سے معلوم ہوا کہ ''بخاری شریف'' کے ختم میں اوراس مبارک مجلس میں جناب محترم نے خصوصی توجہ سے اس عاصی کی صحت کے لئے دعا فرمائی، اللہ آپ مخلصوں کی دعا قبول فرمائیں، جزا کم اللہ خیرا الجزاء۔

یہ خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ امسال اللہ کے فضل وکرم سے اور آپ مخلص کی سعی و جدو جہد سے بنسبت اور مدارس کے، متعدد علماء کی ایک خاصی جماعت نے دورۂ حدیث شریف پڑھا، ودیگر کتابوں کی تکمیل کی، اس بنا پر یہ خادم الطلباء آپ کی خدمت میں اور مدرسین کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

جب سے دار العلوم کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں آیا ہے، الحمد للہ بہت کافی ترقی کر رہا ہے، اللہ مزید ترقی عطا فرمائیں، اور فارغ شدہ علماء وحفاظ کو مسلمانوں کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائیں، اور تا قیامت آپ کے اور آپ کے مرحوم بزرگوں کے نامۂ اعمال میں درجات مندرج ہوتے رہیں۔ اللہ آپ کی اور آپ کے برادر محترم کی اعزازی جدو جہد کو قبول فرمائیں، الشکر للہ کے جناب نے اور جناب کے محترم برادروں نے دار العلوم کی خدمت کے لئے زندگی وقف کردی ہے۔ خدا آپ حضرات کی دینی خدمت کو قبول فرمائیں اور جدو جہد اور اخلاص میں برکت دے، آمین فقط والسلام۔ مرغوب احمد بقلم خلیل احمد صوفی

۲۴؍رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴؍فروری ۱۹۵۸ء بروز جمعہ

حضرت مولانا محمد سعید صاحب مہتمم و مفتی جامعہ حسینیہ راندیر کے نام

محترم المقام عزیز محترم جناب صاحب الفضیلۃ مولانا محمد سعید صاحب مہتمم و مفتی جامعہ حسینیہ راندیر' خلف الصدق حضرت مولانا فخر قوم وملت حکیم محمد ابراہیم صاحب مدت فیوضکم وزیدت حسناتکم۔　　　　السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　　　صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کیا فرماتے ہیں مہتمم و مفتی جامعہ حسینیہ راندیر و جناب سیادت مآب مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتکم وزیدت حسناتکم و حضرت مولانا اجمیری صاحب مد فیوضکم کہ ناچیز کی واہل قریہ کی طویل عرصہ سے یہ تمنا ہے کہ جناب محترم کا ایک وعظ فقیر کے دروازہ پر ہوجائے۔ گھر میں سے وعظ کے لئے آپ ہی کو تکلیف دینے کا تقاضہ ہے، اس لئے امید ہے کہ آپ حضرات آئندہ پنجشنبہ کو شام کی ایس' ٹی سے تشریف لاکر' جمعہ کی شب کو وعظ فرماکر آپ کی تقریر کے مشتاق لوگوں کو مستفیض ومسرور فرماکر فقیر کی عزت افزائی فرمائیں گے' اور دوسرے روز بعد جمعہ کو آپ کی مرضی کے موافق رخصت کیا جائے گا، اگر اس تمنا و اشتیاق ملاقات کا جواب اثبات میں ہے تو بینوا وتوجروا کی ضرورت نہیں، آپ حضرات کی تشریف آوری ہی بذات خود بہترین جواب ہے، اور اگر جواب نفی میں ہے تو جواب نفی میں دے کر فقیر کی تمنا وحسرت کا خون کیجئے، جس کا قصاص نہیں، ''فدمه هدر''۔

آج مانگرول کے قاری محمد چوکسی صاحب (جو صوفی باغ سورت کے فارغ شدہ ہیں) لاجپور کی جامع مسجد میں امامت اور مدرسہ کے لئے آرہے ہیں، اطلاعا عرض ہے۔ اہل مجلس کو دعا وسلام عرض ہے، فقط والسلام، متع المسلمين بطول حياتكم ، دمتم سالمين ولكم الفضل والمنة۔　　　　مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ' بقلم اسماعیل رشید

علماءِ ڈابھیل کے نام

صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کیا فرماتے ہیں مفتیٔ اعظم صوبہ بمبئی، حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب، و حضرت مولانا شریف حسن صاحب ودیگر جماعت علماءِ ڈابھیل، صورت مسئولہ میں کہ آپ حضرات علماءِ نامدار سے ایک ضعیف، نحیف، اپاہج، نیاز مند یہ امید رکھتا ہے کہ آپ حضرات جمعہ کو صبح دس بجے اس کوردہ میں تشریف ارزانی فرما کر کاشانہ فقیر کو اور اہل قریہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرماویں، اور فریضۂ جمعہ ادا فرما کر قبل از عصر رخصت ہوں، اگر اس تمنا و اشتیاق ملاقات کا جواب اثبات میں ہے تو بینوا و توجروا کی ضرورت نہیں، آپ حضرات کی تشریف آوری ہی بذات خود بہترین جواب ہے، اور اگر جواب نفی میں ہے تو جواب نفی میں دے کر فقیر کی تمنا و حسرت کا خون کیجئے، جس کا قصاص نہیں، ''فدمہ هدر''۔

آج مانگرول کے قاری محمد چوکسی صاحب (جو صوفی باغ سورت کے فارغ شدہ ہیں) لاجپور کی جامع مسجد میں امامت اور مدرسہ کے لئے آرہے ہیں، اطلاعاً عرض ہے۔ فقط والسلام، متع المسلمین بطول حیاتکم، دمتم سالمین ولکم الفضل والمنة۔

رقیمہ نیاز، ملاقات کا مشتاق نام مرغوب القلوب

مرغوب احمد غفرلہ والوالدیہ

....

حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب رحمہ اللہ کے نام

’’حیات انور‘‘ برائے مطالعہ لے آنا

محترمی ومکرمی زادمجدکم۔

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

عافیت طرفین مطلوب۔گرامی نامہ موصول ہوا' یادآوری کا شکریہ۔اللہ کا فضل ہے۔ نہایت ضعف ونقاہت کی حالت میں وقت گذر رہا ہے، آپ محبوں کی محبت دل میں قائم ہے۔ ہمیشہ دل سے دعا' صلاح وفلاح دارین کرتا ہوں۔

برخوردار سلمہ کو دعا کے بعد معلوم ہو کہ ہم سب خورد کلاں اللہ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہیں۔ ڈیڑھ روپیہ تم دیدینا، یہاں مجھے روپیہ مل گیا ہے۔اور مولانا سعید صاحب کی ملاقات آج بدھ کو کر لینا اور ’’حیات انور‘‘ موصوف کے پاس دیکھنے کے لئے لے آنا اور سلام کہنا۔حاجی صاحب کی ملاقات لینا اور سلام عرض کرنا۔

اور جمعرات کو چار کی ٹرین سے سچین ہوتے ہوئے آنا، اور اگر ہمراہ زیادہ ہو تو کفلیتہ ہوتے ہوئے آنا۔

اور حضرات علماء کرام: مولانا شریف حسن صاحب' مولانا عبدالغفور صاحب' مولانا خیر الدین صاحب اور حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔

رشیدہ اور رشید اور فاطمہ بی بی اور خالہ سب اچھے ہیں اور تم کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالی جمعرات کو ملاقات کرائے، والسلام۔

مرغوب احمد، لاجپور

۳ رصفر ۷۵ھ، سہ شنبہ

حضرت مولانا حکیم فخر الدین صاحب رحمہ اللہ کے نام

آپ ہی کا علاج جاری رہے گا‘ شفا‘ اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے

فخر الاماثل مجد الافاضل صاحب الشرف والفضیلہ حضرت مولانا حکیم فخر الدین صاحب زیدت حسناتکم

السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته

ازطرف: مرغوب احمد

بعد سلام مسنون واشتیاق ملاقات واضح رائے گرامی ہو کہ نیاز مند آپ کا اصولی‘ با قاعدہ علاج چھوڑ کر کسی دوسری طرف دل کو مطمئن نہیں پاتا، اس لئے آپ ہی کا علاج جاری رہے گا،شفا اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے۔

دیگر ایک جدید تکلیف یہ ہوگئی ہے کہ ورم میں درد شدید ہونے لگا ہے‘ جس کے سبب چلنے میں لنگڑا پن اور تکلیف ہوتی ہے‘ اور اٹھنے بیٹھنے میں ٹیس لگتی ہے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ اللہ تعالی آپ کو اور گھر میں عافیت تامہ نصیب کرے۔ اہل مجلس کو دعا وسلام عرض ہے۔ فقط والسلام

دعا گو و دعا جو: مرغوب احمد

بقلم: اسماعیل

....

جناب قاری محمد یامین صاحب رحمہ اللہ کے نام

حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی رحمہ اللہ گجرات کے آفتاب ہیں

محترم المقام جناب قاری محمد یامین صاحب زیدت حسناتکم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آپ کا گرامی نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ کو بھی بیماریوں کے بار بار حملوں نے کمزور کر دیا ہے، اللہ تعالی آپ کو صحت کاملہ نصیب فرمائے' اور آپ کے قرآنی فیض کو صحت و عافیت کے ساتھ جاری رکھے، آمین۔

گذشتہ کل مولانا علی محمد تراجوی صاحب تشریف لائے تھے، آپ کا گرامی نامہ دیکھا۔ سلام و دعا لکھنے کو فرما گئے تھے۔

مولانا کی صحت اس وقت اچھی ہے، اللہ تعالی عافیت کے ساتھ طویل زندگی نصیب فرمائے۔ مولانا صاحب' گجرات کے آفتاب ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کی ذات سے بہت کچھ کام لیا اور لے رہا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے، آمین۔

بوجہ ضعف و نقاہت و کمیٔ خون' میرے مرض میں کوئی بین افاقہ نہیں، دو مہینہ مسلسل ڈاکٹری اور ویدک علاج رہا' کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہونے سے علاج موقوف ہے۔ اب انشاء اللہ کسی ماہر طبیب سے علاج کرانے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالی شفا دے، آمین۔ والسلام

دعا گو

مرغوب احمد

بقلم: اسماعیل

....

مولانا عبدالحق میاں صاحب (مہتمم مدرسہ اصلاح البنات) کے نام

مولانا کے پیسے اور کاغذات کے چوری ہونے پر تعزیت

محترم المقام جناب مولانا عبدالحق میاں صاحب مدظلہ

آج بعد جمعہ یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ صوفی باغ میں آپ آرام فرما رہے تھے' اس غفلت کی حالت میں کوئی بدمعاش' اچکا آپ کی خاص بیگ لے اڑا' جس میں بڑی رقم نقد کی شکل میں مجلس خدام الدین کی تھی، اس کے علاوہ بینک کے ڈرافٹ اور پوسٹ کے برٹش پوسٹ آرڈر' کسی دوسرے کے تھے۔ مساجد کے حساب وکتاب کے کاغذات تھے۔ اس حادثہ میں اللہ تعالی آپ کی مدد فرمائے' اور ایک اضاعت مایہ وشماتت ہمسایہ سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالی آپ کو اور مجلس کو بہت جلد نعم البدل عطا فرمائے۔ اگر ڈرافٹ کے نمبر محفوظ ہو تو بینکوں میں اطلاع کر دینا مناسب ہے، اور پوسٹ آرڈر کے لئے بھی ڈاکخانوں میں مطلع کر دینا چاہئے۔ اللہ کرے یہ تدبیر کامیاب ہو' اور بینک اور ڈاکخانوں کے ذریعہ بدمعاش گرفتار ہو جائے، اور اپنی کیفر کردار کو پہنچے۔

اس حادثہ میں اور ناگہانی مصیبت میں فقیر کو اپنا برابر کا شریک سمجھئے اور آئندہ کے لئے احتیاط سے کام لیں۔ اللہ تعالی مخالفوں اور معاندوں کے شر سے بچائے۔ جناب مولانا نورگت صاحب کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔ جناب مولانا عبدالحئی صاحب اور حضرت والد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون پیش کریں۔

فقیر کے بدن میں خون نہیں' اور جسم میں قوت نہیں، اس لئے مرض میں افاقہ بہت ہی آہستہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس قدر افاقہ جلدی نصیب فرمائے کہ فقیر مسجد میں حاضری دے سکے۔ حضرت والد صاحب سے دعا کا طالب ہوں، فقط والسلام

مولانا عبدالحق میاں صاحب رحمہ اللہ کے بچہ کی وفات پر تعزیت

محترم ومکرم جناب مولوی عبدالحق میاں صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

اللہ تعالی آپ کی قومی واصلاحی جدو جہد کو قبول فرمائے' اورآپ کے نیک مقاصد کو کامیاب کرے' اورآپ کی نیک ہمتوں کو بلند کرے، آمین۔

اللہ تعالی کے فضل وکرم اورآپ مخلص دوستوں کی دعا کی برکت سے فی الحال میری طبیعت روبصحت ہورہی ہے۔ ضعیفی کا فالج ہے اس لئے کامل تندرست ہوتے ہوئے دیر لگے گی، دعا ہے کہ اللہ تعالی شفاء عاجل نصیب فرمائے، آمین۔

دیگر سننے میں آیا ہے اللہ تعالی نے آپ کے یہاں بچہ کی ولادت نصیب فرمائی' اور کم مدت میں ہی انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالی اس معصوم کو آپ لوگوں کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے اور نعم البدل نصیب فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر عطا فرمائے، آمین۔ ''اللهم اجرنی فی مصیبتی واخلفنی خیرا منها'' اس دعا کو آپ پڑھتے رہے۔

جناب والد صاحب کو میری طرف سے سلام ودعا کہئے، فقط والسلام

دعا گو: مرغوب احمد

بقلم: بھائی میاں

۱۳؍رجب ۱۳۷۷ھ

مطابق ۳؍فروری ۱۹۵۸ء

بروز دوشنبہ

....

مولانا عبدالقدوس صاحب اوران کے بھائیوں کے نام والدمرحوم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات پرتعزیت نامہ مولانا مرحوم صوفی صاحب کے متوسلین کی پوری جماعت کا خلاصہ ونعم البدل وعلم وعمل کی سچی یادگار تھے

رنگون ازدعاگو
مرغوب احمد عفی عنہ
۱۶؍شعبان جمعہ ۱۳۵۶

بمطالعۂ برادرزادگان جناب عزیز محترم مولوی عبدالقدوس وعزیز احمد سعید وعزیز احمد علی وعزیز عبدالعزیز ودیگر جملہ خردوکلاں ومتعلقین

سلمکم اللہ تعالی ورزقکم اللہ تعالی صبرا جمیلا واجرا عظیما

بعد دعاہائے وافرہ وسلام مسنون یہ دل فگار دعاگو رنج وقلق کی حالت میں مرحوم بھائی مولانا محمد یوسف صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے شدید انتظار میں پریشانی وتردد کے ساتھ وقت گذاررہا تھا کہ دفعۃً چہارشنبہ کی شام کو قبل مغرب عزیز سعید احمد سلمہ ربہ کا غمنامہ بذریعۂ ایرمیل موصول ہوا۔ پڑھ کر کیا کہوں اور کیا لکھوں کہ مجھ نحیف دورافتادہ کمزور وضعیف دل ودماغ کے شخص پر کیا گذری؟ اوراس کے بعداب تک کیا گذررہی ہے؟ آپ جملہ اعزہ واقربائے مرحوم ومتعلقین ووابستگان پراس مصیبت شاقہ وسانحۂ عظیمہ وفاجعہ کا کیا اثر ہوگا اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ فرط رنج والم میں اپنے دردومصیبت وغم والم کو حقیقی طور پر ظاہر کرنے سے عاجز ودرماندہ ہوں۔

افسوس شومیٔ قسمت سے میں اپنے ایک نہایت گہرے مونس و ہمدرد، مخلص رفیق، بہی خواہ وصادق غمخوار، فاضل ہم عمر کو کھو بیٹھا۔ ایک دیرینہ ہمدم کی جدائی کا غم تازیست مٹتا ہوا نظر نہیں آتا۔ مرحوم ومغفور محترم بھائی کی صورت ہروقت پیش نظر رہتی ہے۔ مرحوم کی الفت و محبت وچالیس سالہ رفاقت وہم نشینی وہم لقمہ وہم کلامی و مذاکرۂ علمی وآپس کے خاص مکالمے وبحثیں وایک دوسرے پر فدائیت وچاہت کو آدمی وخاص کر مجھ سا مانوس ودوستوں کا خواہاں ان واقعات وتعلقات دیرینہ کو کیسے بھول سکتا ہے۔

مرحوم بھائی کی یاد بار بار قلب کو مضطرو بے قرار کررہی ہے۔ افسوس حضرۃ الاستاذ مولانا احمد میاں صاحب مرحوم کے حلقۂ تلامذہ وحضرت شاہ صوفی صاحب کے متوسلین کی پوری جماعت کا خلاصہ ونعم البدل وعلم وعمل کی سچی یادگار، میری اور میرے ساتھ بہت سوں کی نظروں سے چھین لی گئیں۔ اور یہ علم وعمل کا درخشندہ ستارہ وصوفی خاندان کا روشن آفتاب اپنی عمر کی پچپن منزلیں طے کرکے پوری بستی کے اوپر سے رحمت کا سایہ اٹھ گیا، اس لئے آپ جملہ اعزہ ہی مصاب نہیں، بلکہ پوری بستی واہل قریہ مصاب ہیں۔ حضرت الاستاذ کی جدائی کے صدمے نے مجھ نحیف کو بہت عرصے تک مبتلائے غم رکھا تھا، اوراب مرحوم بھائی کا تازہ صدمہ مجھ ضعیف کو تادیر غمگین ومتأسف رکھے گا۔

مرحوم کی جدائی کو یاد کرکے بار بار دل بھر آتا ہے، اوراب ضعیفی میں اس قسم کے شدید مصائب ونا قابل برداشت صدمات کا تحمل، قلب ضعیف پر بہت ہی شاق ہورہا ہے۔ مسکین اس وقت از سرتا پا تصویر غم بنا ہوا ہے۔ اس الم افزا وغم افزا سانحہ کو بار بار یاد کرنے سے قلب ضعیف پر تأثرات قویہ کا ورود سخت وشدید ہورہا ہے، زیادہ لکھنے ولکھوانے سے عاجز ہوں۔

”انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ ، اللھم قو فی رضاک قلبی، وافرغ علی

صبری یا صبور یا صبور یاصبور ، اللهم اغفره مغفرة تامة وارحمه رحمة واسعة''۔

اللہ مرحوم کواپنے جوار رحمت میں مقام قرب نصیب فرمائے اور جملہ متعلقین کوصبر جمیل واجر عظیم عطا ہو،آمین۔

حضرت مولانا بڑے ماموں صاحب و بھائی حکیم عبدالحق صاحب ومولوی عبدالسلام صاحب ومولوی محمد سعید ومولوی عبدالحفیظ و دیگر متعلقین کی خدمات میں سلام مسنون و تعزیت مسنونہ عرض ہے۔

''اعظم الله اجركم ، وغفر الله لميتكم ، واحسن عزائمكم ، الله يجمعنا ولكم جميعا فى احسن الاحوال ، فى احسن المقام ، وختم الله لنا ولكم بالسعادة وحسن الختام''۔

۱۴/شعبان چہارشنبہ کی شام غمنامہ موصول ہونے کے بعد شب مبارکہ شب پنج شنبہ بعد نماز عشا مسجد میں وعظ تھا، فرط غم وصدمہ سے آدھ گھنٹے سے زیادہ بیان نہ کرسکا، اور مجمع عظیم سے مرحوم مولانا کے لئے درخواست دعاء مغفرت کرتے ہوئے اپنے بیان کوختم کرنا پڑا۔انا لله و انا اليه راجعون،فقط۔

اللہ تعالی آپ سب برادروں کی بہتر کفالت فرمائے،اورآپس میں الفت ومحبت واتحاد نصیب کرے آمین۔والسلام

مرغوب احمد عفی عنہ

۱۶/شعبان ۱۳۵۶ھ

ازرنگون

مولانا عبدالقدوس صاحب کے نام

امر الٰہی میں جو مقدر و مقرر ہے وہ ہو کر رہے گا

بمطالعۂ عزیزان محترم جناب مولوی عبدالقدوس صاحب و عزیز سعید احمد و احمد علی و عبد العزیز و جملہ خورد و کلاں کو سلام، سلمکم اللہ تعالیٰ بالعفو والعافیۃ۔

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون و دعائے درازی عمر و اقبال کے واضح ہو کہ دعا گو مع متعلقین بحمد اللہ بخیر ہے، و عافیت آنجملہ عزیزان و احباب خواہاں۔

آپ کا محبت نامہ مشتمل بر حالات و کوائف موصول ہو کر موجب فرحت و سرور و باعث از دیاد محبت و استحکام تعلقات دیرینہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ جملہ عزیزوں کو و برخورداروں کو اپنی حفظ و امان میں رکھ کر اپنی مرضیات پر قائم رکھے' اور والد مرحوم کے اخلاق و آداب و نقش قدم پر علمی و عملی حیثیت سے مستقیم رکھے۔

آپ کے متعلق مکتوب سے حالات ضروری معلوم ہوتے تھے، احباب کے خطوط سے اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے متعلق دوبارہ ضروری تحقیقات کے لئے فارم آئے ہیں، خدا شر حاسدین و معاندین سے محفوظ رکھے، اور مقاصد دینی و دنیوی میں کامیاب و فائز المرام کرے۔ ''من الله على الله''۔ امر الٰہی میں جو مقدر و مقرر ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہمارے' آپ کے لئے جو بہتر ہو دعا ہے کہ وہی کرے۔ نہ کسی کے مفاد کے حصول پر زیادہ مسرت اور نہ عدم حصول پر رنج، ہر حال اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ رکھیں، نافع و ضار وہی ہے۔

بوجہ مشاغل ضروریہ و حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کی

دو ماہ موجودگی میں بہت عدیم الفرصت رہا، اس لئے آپ کے مکتوب کے جواب میں قدرتی تاخیر واقع ہوئی، لہذا کچھ خیال نہ کریں، آپ عزیزوں سے جو تعلقات دیرینہ وخیر خواہانہ ہیں، اس میں کچھ کمی نہیں، اور نہ آئندہ انشاء اللہ کچھ فرق آئے گا۔ ہمیشہ دعا کرتا ہوں۔ میری طرف سے گھر میں جملہ خورد وکلاں کو بالخصوص والدہ ماجدہ کو دعا وتلقین صبر کہیں۔

جناب نانا صاحب وعزیز مولوی عبد الحفیظ صاحب ومولوی عبد السلام صاحب ومولوی سلیمان صاحب وموسی بھیکا صاحب، اور آپ کی خوشدامن صاحبہ ونانا خسر وغیرہ پرسان حال کو سلام ودعا کہیں۔

قبل ازیں آپ کی خوش دامن صاحبہ رسول بائی کی پیدائش کی تاریخ مجھ سے جناب مولوی سلیمان صاحب نے دریافت کی تھی، جس بناء پر اسلامی تاریخ: ۳/شعبان ۱۳۰۹ھ لکھ دی گئی تھی، اب انگریزی تاریخ لکھتا ہوں: ۳/مارچ ۱۸۹۲ء ہے۔ سچین کورٹ سے انگریزی تاریخ کیا نکلی ہے، مجھے اطلاع دیں۔

دیگر حالات بخیر ہیں۔ گاہ بگاہ اپنی وجملہ برادران کی خیر وعافیت وحالات ضروریہ سے مطلع کرتے رہیں، اور کار لائقہ سے یاد کریں، والسلام

دعا گو

مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ

۹/صفر ۵۷ھ

مطابق ۱۱/اپریل ۳۸ء

دوشنبہ

....

حافظ نذیر احمد الہ آبادی (نواسہ مولانا لیاقت علی صاحب) کے نام

مولوی بشیر احمد صاحب ''فیجی'' سفر کر گئے ہیں۔ اللہ تعالی ان کو خوش رکھے

محرم المقام شرافت پناہ سیادت مآب جناب حافظ نذیر احمد صاحب

ازطرف دعا گو: نحیف' ضعیف' مریض مرغوب احمد

بعد سلام مسنون واشتیاق ملاقات واضح رائے گرامی ہو کہ جناب کا مکتوب گرامی موصول ہوا، بڑی مسرت ہوئی، امید ہے کہ آپ کی اور آپ کی عصمت مآب صاحبزادیوں کی مخلصانہ دعا اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں گا۔

گھر میں سے آپ کی صاحبزادیوں کو سلام ودعا لکھواتے ہیں۔

اللہ تعالی آپ کو ہر ایک بات سے جلد سبکدوش فرماوے، آمین۔ اپنی عافیت سے گاہ بگاہ مطلع فرماتے رہیں۔

جناب مولانا ابراہیم صاحب' جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب اور جناب حاجی ابراہیم عابد صاحب وغیرہ اہل ملاقات سب مع الخیر ہیں' اور آپ کی خیر وعافیت مجھ سے دریافت کرتے رہتے ہیں۔

جناب مولوی بشیر احمد صاحب مع اہلیہ کے ''فیجی'' سفر کر گئے ہیں۔ اللہ تعالی ان کو خوش رکھے اور مسلمانوں کو ان کے فیض سے مستفید فرمائے' اور باعزت رکھے۔

برخوردار اسماعیل وغیرہ خورد وکلاں مع الخیر ہیں۔ صاحبزادیوں کو دعا۔ جناب ابو احمد صاحب کی خدمت میں سلام اور دعائے صحت کی درخواست پیش کریں۔ فقط والسلام

از جانب: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب

الراقم بندہ: عبدالاحد صوفی

مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی (مرتب ''اکابرین گجرات'') کے نام

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے بیعت فرمانا

محترم عزیز مولوی عبدالحئی صاحب رزقکم اللہ تعالی علما نافعا وفهما کاملا و ذهنا ثاقبا ولسانا صادقا و ذاکرا وایمانا کاملا ،

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کا محبت نامہ عرصہ ہوا موصول ہوا تھا۔

آپ نے حضرت اقدس مدظلہ العالی سے فقیر کی معروضات کو پیش فرمایا' اور حضرت نے ازراہ ذرہ نوازی فقیر کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا' وہ آپ نے بجنسہ فقیر کو تحریر فرمادیا، اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ ۱

حضرت نے ازراہ لطف وکرم فقیر گنہگار کو سلسلہ بیعت میں منسلک فرما کر ضروری ہدایت سے مشرف فرمایا اور دعا سے خُرسند (خوش) وکامیابی کی دعا سے میری ہمت میں بڑی قوت پیدا ہوگئی۔

حسب ارشاد بعد نماز فجر وبعد عشاء ہر دو وظیفے پابندی سے پورے کر رہا ہوں۔ خداوند

۱......حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے حضرت مفتی صاحب کے متعلق کیا فرمایا تھا' اس کا ذکر مولانا عبد الحئی صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے مجھے لکھا کہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے درخواست کریں کہ مجھے اپنے سلسلہ بیعت میں داخل فرمالیں، چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت میں مفتی صاحب کا پیغام پہنچایا، تو حضرت نے فرمایا کہ: آپ میری طرف سے یہ جواب لکھدیں کہ آپ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیں، میں آپ کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں''۔

(اکابرین گجرات ص۹۴ ج۵)

کریم اس یادگار سلف حجۃ الخلف بابرکت و بافیض مقدس ہستی کو مستفیدین کے سروں پرتا دیر بااین ہمہ فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے، آمین۔

ناچیز ہدیہ مولوی امداد الحق صاحب نے جناب مولوی عبد المنان صاحب کے ذریعہ پیش کردیا ہے، اطلاعا عرض ہے۔فقیر کی طرف سے نیاز مندانہ دست بستہ سلام حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کریں۔

فقیر آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔آپ بہترین زمانہ ہستی کے زیر سایہ مقیم ہیں۔مجھ سیہ کار از خدمت صلحاء و بزرگاں دور افتاد کو اپنی دعا میں ضرور یاد فرماویں۔آپ جوان عالم ہیں' آپ کی دعا مجھ گنہگار کے لئے بہت مفید ہوگی۔خدا آپ کو کمال ایمان وترقی درجات نصیب فرماویں۔ ؎

چوں باحبیب نشینی و بادہ پیمائی   بیاد آر حریفاں بادہ پیمارا

حضرت مولانا مولوی عبد المنان صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام

مرغوب احمد عفی عنہ

۲۹ رشوال ۷۰ھ

بروز جمعہ

....

مولانا امداد الحق صاحب کے نام

عزیز محترم مولوی امداد الحق زاداللہ علمکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب۔محبت نامہ موصول ہوکر مطالعہ سے دل شاد ہوا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی مبارک ہستی سے دینی برکات حاصل کرنے کا آپ کو اچھا وقت ملا ہے۔خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرماوے، اور ایمان کامل اور اخلاص وعمل کی دولت نصیب فرماوے۔مولوی عبدالحئ حکیم سلیمان صاحب کو بعد سلام مسنون ودعا کے مضمون واحد ہے۔مبلغ: ۱۰؍روپیہ بذریعہ منی آرڈر مرسل ہے، اس میں سے: ۵؍روپیہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں بطور نیاز مندانہ حقیر ہدیہ پیش کریں اور نیاز مندانہ سلام مسنون کے بعد' مرغوب احمد تلمیذ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب قاسمی' طالب دعا ہے۔حضرت شاہ صاحب سے سملک میں نیاز حاصل ہوا تھا۔

جناب مولوی صوفی عبدالحنان صاحب اور جناب محترم حکیم عبدالرشید صاحب اگر رائے پور میں مقیم ہوتو سلام عرض کریں۔خانقاہ میں طالبین' ذاکرین' واردین کا مجمع بوجہ رمضان المبارک کے کثیر ہوگا۔امید کہ حضرت کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔خدا آپ کی مغتنم برکات بقیۃ السلف ہستی کو تادیر مستفدین کے سروں پر سلامت رکھے، آمین۔

فقیر کی تمنا ہے کہ دو چار مہینے خدمت اقدس میں گذاروں۔اللہ مجھے صحت وجسمانی قوت عطا فرماوے' اور حضرت کی اجازت ہوتو خط وکتابت سے بیعت کی درخواست کے بعد عرض کیجئے اور حضرت جو کچھ جواب فرماویں مجھے لکھیں۔جناب مولانا ابراہیم صاحب سلام ودعا فرماتے ہیں۔بھائی میاں کی طرف سے اور عبدالحئ کی طرف سے سلام۔خدا آپ کے علم وعمل اور اخلاص میں برکت دے، والسلام۔

مرغوب احمد

محترم جناب سید منادی صاحب کے نام

تصوف کی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں

ازنحیف، ضعیف مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام

بخدمت شریف سیادت پناہ شرافت دستگاہ محترمی ومکرمی جناب سید منادی صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب۔

عرصۂ دراز ہوا، یعنی گذشتہ شعبان کی آخری تاریخوں میں حضرت مفتیٔ اعظم صوبہ بمبئی مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کی موجودگی میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا، اس وقت محترم شیخ غلام رسول صاحب ''ایجیوکیٹ'' سے بھی نیاز وخوش طبعی کا موقع نصیب ہوا تھا، اس کے بعد سے سورت کی صورت سے محروم ہوں، لیکن آپ برادروں کی محبت، شریفانہ برتاؤ کی یاد دل پر نقش کالحجر ہے۔

آپ کے ''مسلم گجرات'' کے مضامین اور خصوصی آرٹیکل آپ کے زوردار قلم کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کی دینی وملی وقومی وسماجی خدمت میں برکت دے، آمین۔

دیگر محترم المقام الحاج حافظ محمد صدیق صاحب المیمنی سے خط وکتابت کا سلسلہ رہتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت مخدوم علی احمد صاحب مہائمی کی سوانح حیات (جو حضرت مولانا عبد الحق صاحب مفسر تفسیر حقانی کے رسالہ سے ماخوذ ہے) بغرض طباعت واشاعت فقیر نے موصوف حافظ صاحب کو بھیجی ہے، جو ''البلاغ'' کے کسی اشاعت یا ''انقلاب'' میں شائع

کرنے کے لئے موصوف نے مولانا قاضی اطہر مبارک پوری صاحب کے حوالہ کئے تھے، جو اشاعت کے بعد آپ کی نظر سے گذریں گے، اگر آپ یہ حالات ''مسلم گجرات'' میں شائع فرمانا چاہے تو فقیر نے ان حالات کی ایک بیاض (جس میں فقیر کی طالب علمی کے ناقص و ناتمام حالات بھی درج ہیں) مولانا عبدالحق میاں صاحب صدر مجلس خدام الدین کو دی ہے۔ آپ موصوف سے وہ بیاض ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر یا ملاقات ہونے پر منگوا لیجئے۔

دیگر ایک تصوف کا خاص مضمون دیکھنے کے لئے فقیر نے حافظ محمد صدیق صاحب کو لکھا تھا کہ یہ مضمون آپ دیکھنا چاہے تو ''قطرات'' نامی کتاب جو فقیر کے پاس موجود ہے، آپ فرمائیں تو سید محترم منادی صاحب کو وہ کتاب پہنچادوں، موصوف آپ کو بمبئی کسی کے ساتھ پہنچادیں گے۔ اس بنا پر برخوردار اسماعیل کے ساتھ یہ مجموعہ آپ کو بھیج رہا ہوں، آپ بحفاظت پہنچادیجئے، ایسی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں' اور انشاء اللہ بشرط صحت وقوت مرتے دم تک مطالعہ میں رہیں گی، چندروز مستعار بھیج رہا ہوں۔

آپ نے خطوط کا سلسلہ بوجہ مشاغل کثیرہ موقوف کر رکھا ہے، گاہے گاہے خیرت وکار لائقہ سے یاد فرماتے رہیں تو دل مسرور رہے گا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کے متعلق تأثرات مرحوم کی دینی' ملی' قومی' ملکی' ظاہری' و باطنی جدو جہد و فیوض و برکات کے متعلق نہایت گہرائی میں اتر کر ظاہر فرمائے ہیں' اتنا جامع و دقیق مضمون میری نظر سے کہیں گذرا نہیں، جملہ جملہ سے حضرت شیخ الاسلام کا صحیح موقف اور حسن عقیدت کا پتہ لگتا ہے، جزاکم اللہ۔

فقیر کا دور اخیر ہے' جو وقت گذر رہا ہے وہ غنیمت ہے، لیکن افسوس کے غفلت میں گذر رہا

ہے۔ضعف وناتوانائی نے بیکار کر دیا ہے، کسی کام کا رہا نہیں، نہ دین کا نہ دنیا کا۔ عارف اکبر الہ آبادی کا ایک شعر کا صحیح مصداق ہوں ؎

زندہ رہا تو کچھ کرنہ سکا   اور بیمار پڑا تو مرنہ سکا

لاجپور میں بھی: ۶؍دسمبر بعد جمعہ مجمع عام میں حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی' اور بعد میں حضرت مرحوم کے کچھ خصوصی مناقب اور فضائل فقیر نے زخمی دل کے ساتھ بیان کئے' اور مولانا آدم منوبری صاحب نے بھی حضرت کے کمالات زوردار لہجہ میں بیان فرما کر جلسہ کا اختتام کیا، لیکن یہ خبر لاجپور سے بغرض اشاعت آپ کو نہیں بھیجی' جس کا افسوس ہے، اس قسم کی باتوں میں لاجپور والے بہت پیچھے ہیں، اطلاعا عرض ہے۔

محترم سید برادارن اور محترم معلم قطب سورت' اور جناب شیخ غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

امید کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، والسلام مع الاحترام دمتم سالمین۔

رقیمہ نیازمند نامرغوب القلوب

مرغوب احمد لاجپوری عفی عنہ وعن والدیہ

۲۲؍جمادی الاولی ۷۷ھ

مطابق ۱۵؍دسمبر ۵۷ء

بروز یکشنبہ، بوقت ظہر

....

جناب نواب زادہ میاں سرور خانصاحب کے نام
نواب صاحب کو وعظ میں شرکت کی دعوت

از دعا گو: مرغوب احمد

بخدمت محترم المقام نواب زادہ منجھلے میاں سرور خانصاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

معروض اینکہ اہل لاجپور کی خوش قسمتی سے حضرات علماء کرام اہل لاجپور کی دعوت پر: ۶ ر دسمبر کو لاجپور تشریف لائیں گے۔ لاجپور کے ایک باہمت شخص نے پورے مصارف اپنے ذمہ لئے ہیں' اور اصل داعی وہی شخص ہے، لیکن برائے نام فقیر کے نام سے ان حضرات کو دعوت دی گئی ہے۔

داعی اور فقیر کی طرف سے آنجناب کو: ۶ ر تاریخ کی شام کو دعوت طعام' اور جلسہ کی شرکت کی دعوت ہے۔ ایسے متبرک مواقع کم نصیب ہوتے ہیں، آپ ایسے موقع پر ضرور تشریف لاویں' اوران مقدس ومشاہیر بزرگوں کی ملاقات اور جلسہ کی شرکت سے ظاہری و باطنی اور روحانی فیوض حاصل کریں، یہ فقیر کی درخواست ہے۔

دیگر حضرات علماء کرام کو اتوار کی شام کو چار کی لوکل سے اسٹیشن سے لاجپور لانے کے لئے آپ اپنی کار' اگر کوئی خاص عذر نہ ہو تو عنایت فرماویں' تو حضرات علماء کرام راحت سے لاجپور پہنچ سکیں گے۔ والسلام

دعا گو: مرغوب احمد عفی عنہ

۲۸ ر نومبر ۵۳ء

....

نوٹ:......حضرت رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ ایک طویل مکتوب ملا، مگر معلوم نہ ہوسکا کہ مکتوب الیہ کون ہیں؟

بسم الله الرحمن الرحيم

از: دور افتادہ وغم فرقت چشیدہ الاواہ الی المفتقر الی اللہ الصمد ابوالفضل
مرغوب احمد لاجپوری عفی عنہ
الی المخدوم العلام مد اللہ ظلہ ومتعنا اللہ بطول بقاءٗ

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم و رحمۃ اللہ۔

می نویسم نامہ ومشتاق دیدار توام بستہ ام نرگس صفت برخامہ چشم خویش را
اینکہ گوئی چونہ حال تو.......... ....

یہ آپ کا قدیمی نیاز مند مرغوب زندہ بخیر ہے، اسے آپ ہی نے چھوڑا ہے، نہ آپ (مکتوب) آئے نہ اسے بلایا، ہاں اس طویل عرصہ میں بعض بعض لفافوں پر آپ نے عنوان لکھ کر مجھے بیتاب وشیفتہ ضرور کیا، جس سے میری مشکلات اور بڑھتی گئیں اور اس حد تک پہنچیں ہے کہ آسان ہوگئیں۔

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہوگئیں

کبھی بھولا بھٹکا وطن لاجپور کی سمت آ پہنچا' تو اس نے وطن کی یاد جناب کے استفسار سے کہ (عرصہ سے خط نہ آیا کس مشغلہ نے باز رکھا) تازہ کردی۔ یہ عجیب وغریب سوال ہے، لیکن اس سے میرے یہ سمجھنے سے (کہ میری یاد باقی ہے اور مجھے اپنی مجلس میں بلایا) مجھ پر ایک وجد طاری ہوگیا اور مارے خوشی کے میں جھومنے لگ گیا۔

مہرباں ہو کے بلالو مجھے چاہو جس وقت میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ ہی نہ سکوں

میرے مخدوم اور کیا مشغلہ ہوتا، ایک عرصہ سے تعمیر مکان میں مشغول ہوں جس نے اس طویل زمانہ تک تحریر سے باز رکھا۔ میرے مخدوم ؎

جان کے کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو　　یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

مولانا! ایک مدید زمانہ سے انتظار میں ہوں اور مشتاق ہوں کہ مکتوب گرامی کی زیارت کروں، لیکن اس قدر بھی مقدر ہمارا کیوں زور آور ہونے لگا، ایک عرصہ کے انقضاء کے بعد

ع: دل کو یہی سمجھا لیا کہ، ہم خود بات کے قابل نہیں

باب تغافل نے اسی مصرعہ کے رٹنے پر مجبور کیا' گو اب تک سبق پختہ نہیں ہوا اور نہ امید ہے کہ ہو، آخر کیا کرتا اور اب بھی کیا کروں ؎

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے　　بے نیازی آپ کی عادت ہی سہی

جو مشغلہ اور سبب تاخیر کا مذکور ہوا وہ تو ایک حد تک صحیح ضرور ہے، لیکن اس کو تاخیر میں دخل تام نہیں، اصل باعث اور علت تامہ یہ ہے ؎

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا　　آپ آتے تھے مگر کوئی عنا گیر بھی تھا

اور اب برطرف یا دریا برد کر دیا گیا۔

اغلب یہ ہے کہ بعض الفاظ بے موقع ضرور ہوں گے جو شاید ملال کے موجب ہوں، لیکن معافی کے لئے دامن پھیلا رکھا ہے۔ میرے مخدوم! میرا یاس مجھ سے ایسے الفاظ لکھوا رہا ہے' آپ کے مکتوب نہ پہنچنے سے مجھے بڑی پریشانی اور کلفت ہوتی ہے، شاید آپ کے خیال میں بھی نہ ہو، لیکن میں تو تباہ ہو جاتا ہوں اس واسطے مجبوراً مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ انداز اچھا نہیں　ع

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھیری

مولانا! یہ آپ کا ناچیز مرغوب جناب کی دعا اور بفضل خدا ہر طرح بخیر ہے و جناب مخدوم کی صحت و عافیت مع متعلقین بہ بارگاہ ایزدتعالیٰ خواہاں۔

حضور والا! ایک عرصہ سے جناب کے چگونگی مزاج کے حالات زاویہ خمول میں مخفی ہیں، جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ جناب نے کہیں گوشہ نشینی نہ اختیار کی ہو، لیکن متعدد اوقات احباب کے خطوط سے اس گمان کی تردید ہوتی رہی اور اب درجہ یقین حاصل ہوا کہ جناب نہایت تندہی سے مصروف مکان ہیں۔ اس اثناء میں مولوی محمد میاں صاحب سلمہ بھی دہلی تشریف لے گئے، لیکن جناب نے مطلق آگاہی نہ بخشی، اب تک یہ حال نہ کھلا کہ کس غرض سے..... یہ سنا گیا تھا کہ درد چشم کا کوئی عارضہ لاحق تھا اور یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ دہلی میں اب تک مقیم ہیں یا واپس آ گئے؟ اور اب مزاج کیسا ہے؟

آپ کی دوراندیشی کہ سرکار والا مدار کا دفعتاً اپنا قدیمی رویۂ ہندیانِ ٹرانسوال کی نسبت بدل دینا ''بمرگش بگیر تا بدوا راضی شود'' کے مشہور مقولہ پر عمل پیرا ہونا ہے، اب پھر ظاہر ہو رہی ہے، وہی پرانی مشکلات کا تیرہ و تار بادل ان کے سروں پر برستا ہوا نظر آتا ہے، وہی شدید اور ناقابل برداشت قوانین کے شکنجہ میں انہیں پھر جکڑنا شروع کر دیا گیا ہے، ''اللھم لا تسلط علینا بذنوبنا من لا یخافک ولا یرحمنا''۔

حضرت من! میرا حال ''گویم مشکل و نہ گویم مشکل'' کا سا ہو رہا ہے، یہاں پر دلبستگی مطلق نہیں۔ یہ عریضہ جناب کی خدمت میں پہنچنے تک مجھے مکان چھوڑے ہوئے سال بھر ہو جائے گا، اور پروم کے قیام میں تو سال ماہ رجب کے اول دہے اور ماہ اگست کے وسط میں ہوگا، لیکن اب تک پروم سے کسی طرح طبیعت مانوس نہ ہوئی، بلکہ بعض بعض مواقع ہفتوں طبیعت اٹھی رہی کہ آج چھوڑوں، کل چھوڑ دوں، لیکن پھر طبیعت کو سمجھاتا رہا۔

ابتداء قیام پروم کی پریشانی کا حال نہ پوچھئے کہ کس طرح گذری؟ مختلف اور پریشان خیالات کا منبع اور سرچشمہ اس بدنصیب کا دماغ تھا، ہروقت دماغ میں متباین رائیں اور متضاد خیالات کا ایک انبار جمع رہتا تھا، گو چندروز قیام کے بعد یہ مصیبت اور پریشانی اور تلون طبع کا مہیب بھوت سر سے اتر گیا لیکن دل بستگی نہ ہوئی پر نہ ہوئی، گو ابتدا میں علاوہ دیگر پریشانیوں کے ایک اہم مصیبت خورد ونوش کی تکلیف تھی، دام خرچتے بھی موافق طبیعت کھانا میسر نہ آتا تھا، اب الحمدللہ بے دام خرچے نفیس اور لطیف غذا میسر آتی ہے، لیکن طبیعت کو کوئی کیا کرے اور اس پر طرہ یہ کہ آئے دن اسباب بھی ایسے جمع ہورہے ہیں کہ جس سے دل اورا کھڑ رہا ہے۔

یہاں کے اسباب تو قطع نظر' مکان کی طرف سے موسی بھائی کا مشورہ یا تقاضہ ہے کہ آسکوتو آجاؤ، میں اگست میں ضرور روانہ ہوجاؤں گا، سال بھر میں اپنا سامنہ لئے ہوئے مکان آجانا بھی طبیعت کے خلاف ہے، اور یہاں کے قیام میں بھی چنداں لطف نہیں، گو سفر سہل سمجھ کر اختیار کیا گیا، لیکن جو آپ کا امر اور مشورہ تھا تجارت کا' وہ انسب واولی تھا، اب بھی اگر سفر چھوڑ کے بے نیل ومرام واپس مکان لوٹوں ہی تو اسی خیال سے لوٹوں گا کہ کوئی سلسلہ تجارت کا قائم کریں، لیکن اس وقت جو خیال (کہ علمی مشغلہ سے دور پڑ جائیں گے) اس کام میں مانع رہا' وہ اس وقت پروم کے قیام میں بھی موجود ہے، اور آئندہ جو سلسلہ کا تہیہ کیا جاتا ہے اس میں بھی یہی خیال حائل ہوتا جاتا ہے، اس لئے کیا اچھا ہوتا کہ اگر آپ ہی کہیں مناسب موقع دیکھ کر کوئی ایسی سبیل نکال لیں کہ جہاں علمی مشغلہ بھی کاروبار کے ساتھ ہوتا رہے اور بالکل ناآشنا نہ ہوجائیں، ورنہ میرا تو یہ خیال ہے کہ ایک مدید زمانہ کے مرور کے بعد بجائے کتاب کے خواندہ مضامین یاد یا اس کے فہم کی استعداد ہونے کے اور

کتابوں کے نام بھی یاد رہنا مشکل ہے۔

میرا خیال دہلی کی سمت مائل ہے، آجکل وہ جو بن پر بھی ہے' برقی ٹرال نے اس کی رونق اور دوبالا کردی، مجھے تو ایسے شہروں میں بیکار پڑے رہنا بھی اچھا معلوم ہوتا ہے، اور آپ کی بھی کسی زمانہ میں یہی خواہش تھی' شاید اب بھی ہو۔

میرے مخدوم! بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ گجرات اور گجرات والوں اور گجراتی مجموعہ سے طبیعت اکتا گئی، اور گجراتی زبان نے تو اور بھی ہم لوگوں پر غضب ڈھایا ہے، اس نے تو ہماری لٹیا ہی ڈبودی' ہمارا مذاق گندہ کردیا' علمی مناسبتیں چھڑادی، افسوس گجرات چھوٹا پر گجراتی نہ چھوٹی۔

شاید یہ تمام بکواس سنتے سنتے آپ کا دل اکتا گیا ہو، میں بھی جنون میں تھا' خوب ہی بکا، بقول مرزا نوشہ غالب ؎

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

مختصر یہ کہ مخدوم من! آپ تفصیلی حالات سے مجھے آگاہی بخشیں، میرا تو جو کچھ حشر ہونا ہوگا وہ بعد رمضان المبارک ہوگا، خیر آپ خوش رہیں' آباد رہیں، خیر میں آپ کی محفل مبارک میں بذات خود نہ سہی، لیکن میرا ذکر خوش قسمت تو ہے ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جمیع احباب کا سلام قبول ہو۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی خدمت بابرکت میں سلام و نیاز مقبول باد، والسلام خیر ختام۔

مولوی عبدالحیٔ صاحب کو سلام فرمادیں۔

بعض مواقع میں طبیعت پر ایک قسم کی واردات ہوتی ہے، منجملہ ان وارداتوں کے ایک

واردات یہ ہے جس نے مختلف مضامین کا..................۔

آپ کا حقیر خادم: مرغوب احمد عفی عنہ

پروم، برہما

مخلصم سید فضل اللہ صاحب کو ناچیز کی طرف سے سلام قبول ہو۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھوپالی کے موریس پہنچنے کا ایک خط عرصہ ہوا موصول ہو چکا ہے۔ ۲۹/صفر: ۲/اپریل کو موریس پہنچ کر متولی احمد کے ہاں ٹھیریں ہیں، ۱۶/اپریل کا لکھا ہوا خط مجھے: ۵/مئی کو پہنچا تھا۔ خط سے مولوی صاحب پر غیر معمولی وحشت اور ملول کا حال مفہوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: چار روز یا آٹھ روز کا راستہ نیٹال ہے' وہاں چلا جاؤں گا۔

میں نے لکھ دیا کہ: غالبا دس بارہ روز ہی کی مسافت لندن کی بھی ہوگی، اور وہاں سے تو ایک ایک دو دو روز کی مسافت پر نفیس نفیس ملک پیرس وغیرہ واقع ہیں، کیا اچھا ہوا گر تین چار روز کی تکلیف مزید گوارا فرما کر اسی طرف چلدیں۔ یہ خیالات صرف اجنبیت ملک کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالی استقامت بخشے، اطلاعا عرض کیا گیا۔

مختلف اور پریشان' پراگندہ خیالات کو اس عریضہ میں جمع کر دیا گیا ہے، معاف فرماویں زیادہ بجز اشتیاق ملاقات چہ می نگارم۔ والسلام دمتم سالمين آمنين بجاه النبى الامين۔

احقر عباد اللہ الصمد: مرغوب احمد عفی عنہ

مؤرخہ ۲/جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ مطابق جون ۱۹۰۸ء

بروز جمعہ

’’تذکرۃ المرغوب‘‘ کی طباعت کے بعد رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راکوٹی مدظلہم کی طرف سے مبارکبادی

کیا پوچھنا ’’تذکرۃ المرغوب‘‘ کا
کیا کہنا قلمِ مرغوب المرغوب کا
دادا کا حقِ خدمت اجاگر کیا
یوں حقِ احفاد و نسبت ادا کیا
اس میں مخفی ہے جامعہ کے لیل و نہار
اس میں پوشیدہ ہے گجرات کے باغ و بہار
گنج گراں مایہ سے ہے کتاب بھرپور
سوانح ہی نہیں ‘ ہے تاریخ لاجپور
اس کا ہر باب ہے مرغوب ہی مرغوب
کیوں نہ ہو‘ قلمِ مرغوب سے ذکرِ مرغوب
میری بکواس سے ملال نہ کیجئے
اپنی رفتار و روش سست نہ کیجئے
مجھ کو حکم ہوا تھا برادر خورد کا
کہ تو ہی دامن تھام سکتا ہے برادر بزرگ کا
گر قبول افتد زہے عز و شرف
ورنہ اعلان جنگ نہیں اے صاحب عزوشرف